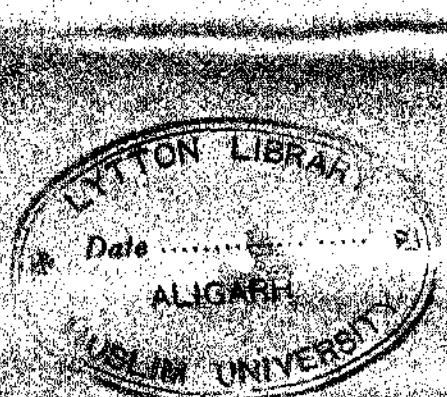




1113

ABDUL GHAFFAR,
BOOK BINDER,
AZAD LIBRARY, A.M.U. ALIGARH

بخاری شاہزاد



امیر احمد علوی نیٹلے



بہادر شاہ ظفر

یعنی

آخری تاجدار ولی محمد سراج الدین بہادر شاہ ظفر

حالات زندگی اور آنکی شاعری پر صحبو

جانب فشنی امیر احمد صاحب لوسی بی اے

(پرنٹر ڈپٹی گلکشہر)

کے شاہی پریلہب مطابع گلکشہر

پرنٹر: بانکے لال کسینہ ملازم (طبع)

جولائی ۱۹۲۵ء

طبع اول - قیمت ہر

دار غُرّاق صحبت شب کی جلی ہوئی
ایک شمع رگھی ہے سو وہ بھی خوش ہے
غالب

فہرست مضمون

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۳	اول سلطنت	۱	تمہید
۶۹	مرزا دار بخت اور مزاشاہ رُخ	۳	سلطنتِ مغلیہ کا حال زار
۷۲	ولی عہدی کا تضییہ نامہ نیہ	۴	شاہ عالم
۷۴	مرزا سیماں شکرہ	۸	ولادت خلف
	شہزادوں کا دلی آنا اور باوشاہ کے	۹	تعلیم و درست
۸۰	تبیدلِ مدھب کا افسانہ۔	۱۳	بیت
۸۶	مرزا جواں بخت کی شادی	۱۶	سلطنت کی حالت
۹۰	تصوف	۱۶	شاہزادہ جواں بخت
۹۲	محاسن اخلاق	۲۱	اغلام خادر کا خلم
۹۳	شیخ ابراہیم ذوق کا استقالہ اور غالبہ کی شاگردی	۲۹	مرہٹوں اور اگرزیوں کی نیلیفہ خواری
	ایشانی کی تخت نشینی اور ولی عہد کا تضییہ	۳۰	و خاتم شاہ عالم
۹۵	پسی بھار سے تعلقات اور ولی عہد کی تضییہ کر	۳۱	مرزا جماں گیر لکھنؤیں
۹۶	غدر ۱۸۵۶ء	۳۲	بیویوں کا چھپر کھٹ
۱۲۲	قید فرنگ اور وفات	۳۳	شاہی اور روت
۱۲۵	ظفر کی شاعری پر بیویو	۳۶	ملکست کا حال زار
۱۲۶	محاسن اور عاصبہ کی مشائیں	۴۰	بہادر شاہ ظفر کی تخت نشینی
۱۲۷	انتساب قطعات	۴۶	آخر اجات شاہی اور سخاوت
۱۲۹	کلیات خلف	۵۲	تغیرات
۱۳۱	ویکھ مالیفات خلف	۶۰	

w

M.A.LIBRARY, A.M.U.



U32530

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بِہادِ رَشَادٍ طَفَرَ

مُهْمَدٌ

پس گرست یک مردار پر جو دیا کسی نے جلا دیا
 اُسے آہ دامن باد نے سر شام سی سے بُجھا دیا
 یہ انگریزی حکومت کا جاہ و جلال سلطنت برلنیہ کا اقبال تھا۔ یا فوجی عدالت کی خارجہ کیا
 انڈیشہ تعمیرات ہند کی سخت گیری کا خطراہ کہ بہادر شاہ کو اُنکے ہم وطنوں نے بالکل فراموش
 کر دیا۔ مرحوم نے قید فرنگ کی مصیتیں جھبیلیں جلاوطنی کے الام بروادشت کے جھرست سکنی
 کی موت نصیب ہئی ۵

نہ قل ہونہ پھول اور نہ میلا ہے مر امروہ سب سے اکیلا ہے
 لیکن برعظیم ہندوستان کے کسی باشدے کو صدارتی تجویز بلند کر پشکی ہوت نہی۔
 خاتم السلاطین بادشاہ بھی تھے۔ اور رویش بھی عالم بھی تھے اور صوفی بھی، شاعر بھی تھے اور
 مشار بھی، زند بھی تھے اور زاد بھی تھے اور اندماز بھی تھے اور شہسوار بھی اور بزر بھی تھے اور ادائی القوا
 بھی، قوم پرست بھی تھے اور عدالت شمار بھی۔ شہمنوں کی تھت تراشی یا پیرانہ سالی کی ایک
 اجتہادی علیعی نے تمام کمالات پر پانی پھیر دیا۔ ندرستہ کی فتنہ انگریز سرکار سے گناہی حملت

کئی غزلت کی جاگیر عطا ہوئی۔ اور اُنکے ہم قوم ہم ذہب اُنکے نام سے کافیں پرماٹھ دھرنے لگے
دیستے ہیں توڑ کے لئے سانچے صان جواب
لے ظفر کھاک کے پئے جو مرے گھر کے لکڑے

اُنکی درداں کے زندگی انقلابات عالم کی عبرت خیز تصویر ہے اور اُنکی حسرت ناک سوانح عمری
شمشت بجانگیری اور صولت عالم گیری کی سنان تربتوں پر فاتح ہے !!
ادب اردو کی خدمت میں مرحوم نے نام عمر صرف کردی اس وقت ایک کتاب بھی
بپا ارشاد کے حالات میں پیش نہیں کر سکتا۔ اور اُنکی ولادت وفات کی صحیح تاریخیں بھی سانی
سے دریافت نہیں ہو سکتیں۔

ترت سے آزاد تھی کہ اس دل شکستہ شاعر کی تربت پر عقیدت کے پھول چڑھاؤں۔
اویز ۱۹۷۴ء میں چند رضا میں "شمع مرار" کے عنوان سے رسالہ "شمکع" آگرہ میں شایع کرائے
تھے۔ گردہ محفل ختم ہوئی۔ شمع گریاں خاموش ہو گئی۔ اور حسرت نصیب بادشاہ کی سوانح عمری
ہاتا نام رہی۔ اب کردہات روزگار سے فصلت ملی تو دوبارہ اس ضروری خدمت کا آغاز کرنا ہوں।
یار ب مراثابت قدم از کرسے قابل بگذران
من منزحیب اندانستہ او تنی غریبان در غسل

فیقر امیر احمد علوی۔ کاکوڑی

۱۹۷۳ء۔ اکتوبر

سلطنت مغلیہ کا حال زار

الخوارج ہوئی صدی عیسوی کا آخری حصہ ہندوستان میں بلوائٹ الملوكی کا نصف الخوارج،
خانہ تھا گنجفہ کا ہر اک قصر شہر عرش
گھر گھر تھیں بادشاہیاں گھر گھر دزار تھیں

جد رآباد تھیں نظام و کن مطلق الغان تھا۔ میسونیں جدا گانہ سلطنت کرنا تھا میں جو دو
حکومت تھی۔ والوہ میں سیندھیا اور پلکر کا راج تھا۔ کاٹھیاوار میں گیکوار اور دسطنہند میں بھوللا
کی عملداری تھی۔ پیشووا کا دربار پانی پست کی تباہی فرا موش کر کے کوس ملن المکی بجارتھا یا تھا یا تھوں
کی رایتیں مرہٹوں سے دست و گریاب لیکن مرکزی حکومت سے سترابی میں ہم آہنگ تھیں،
بنگال ایسٹ انڈیا کمپنی کے تصرف تھیں تھا۔ اودھ کا وزیر و ہیکھنڈ کو علاقہ مفتوحہ اور رائے کا با و
کوڑہ کو صوبجات ملکہ میں شامل کر کے بادشاہی کے خواب دیکھ رہا تھا۔ دو ابہ پر جاؤں مرہٹوں
اور انفازیں نبردازی میں تھیں۔ پنجاب پر سکھوں کا سلطنت تھا۔ اور بادشاہی شاہ عالم "از دل تا بلم"
درگ کی تھی۔

گدھ تھیں ضدش نہیں پرانکھیں دم ہے
رہنے والے ابھی ساغرو مینا مرے آگے

کل کی بات ہو کر ولی کا اقبال شاہنشاہی صریح روز کی طرح تاباں درخشاں سختا۔
حالیہ کے دامن سے راس کماری تک اور آسام کی پھاڑیوں سے مغربی کوہستان تک تام
جزیرہ نما ہند سلاطین مغلیہ کے دبدبہ سے لزہ براند ام تھا۔ اور زگ زیب کا خلف کب شیرزادہ غظیم
تخت جہانی پر جلوہ افزور ہوا تو "شاہ عالم بادشاہ" کا العقب ختیا کیا۔ اور زبان مبارکت
حلوں کی تیاری "ما آنتاب عالم تایم" ارشاد فرمائی۔ اُسوقت کون کہ سکتا تھا کہ جنپر سال کے

اندر اجڑا سلطنت پر اگنہ شیرازہ شہنشاہی اپنے ہو جائیگا۔ دارالسلطنت کی شوکت سکرات جانکنی میں گرفتار ہو گی۔ ظریفوں کی فال جنہوں نے شہزادہ معظم کا سال جلوس "شہزادہ خبر" قرار دیا تھا یہ حال بدلا لئے گی کہ "آفتاب عالم تاب" کا پرپتاً عالی گور "شاہ عالم ثانی" کے لقب سے اوزنگ فرمان روائی پڑھکن ہو گا۔ تو دلی کی خود غفاری ختم ہو جائیگی۔ اور "مرزا ابوظفر" بہادر شاہ ثانی کے لقب سے آبائی منصب پر قبضہ کریں گے تو حکومت اور ریاست کا نام بھی نہ رہے گا۔

شاہ عالم

ہماری درد بھرمی کہانی "شاہ" سے شروع ہوتی ہے امروخت اکبر و جانگیر کے تحت پر شاہ عالم ثانی تسبیح خوانی کر رہا تھا مرا جہاں دار شاہ عرف جواں بخت دلی عمد سلطنت تھا۔ اور بخفت خاں ایرانی امیر الامرائی بادشاہ اور زنگ زیب سے چونھی پشت میں تھا بینی شاہ عالم ثانی بن عالمگیر ثانی بن جہانزکر شاہ بن شاہ عالم بہادر شاہ اول بن سلطان محی الدین اور زنگ زیب اور عالمگیر کی دفات سے صرف ۱۲ سال بعد ۲۷ جون ۱۶۲۴ء کو ایک ہندوستانی عورت لال کنو زنام کے بطن سے پیدا ہوا تھا عنفو ان شباب میں تسبیح زنی اور اکشور کشانی کا شوق رہا تھا۔ قشیر بیگ کارکی فکر امن گیر تھی کہ والد ما جد کے مقتول ہونے کی خبر ملی اور مہاجاوی الا اول اللہ کو حوالی عظیم آباد میں اوزنگ فرمان روائی پر جلوس فرمایا۔ تھوڑی ہی ہفت کے بعد پورب کی آب دہوائی تاثیر دکھائی۔ ہندوستان کا خون زنگ نگینوں اور کرچوں کے سایہ میں مقام الہ آباد عیش و عشرت کی دادیتار ہا سہ۔

صبح اٹھ جام سے گزرتی ہے شب دل آرام سے گزرتی ہے
 عاقبت کی خبر خدا جانے اب تو آرام سے گزرتی ہے
 (بادشاہ سلامت شاعر بھی تھے اور آفتاب تخلص تھا۔ مدد و بہم بالاشعار انھیں کی یاد گاریں)
 سلطنتِ ولی کی عظمت و شوکت استقدر ہاتھی کہ اور وہ کہا ذا ب دزیر شجاع الدولہ اکثر
 حضور اقدس کی زیارت کے لئے ال آباد آتا تھا۔ بلکہ ایک بار بادشاہ جہاں پناہ نے بھی ضریکا
 کو اپنے قدم میخت نزوم سے سرفراز فرمایا اور شجاع الدولہ کو لوازم حمامداری بجا لائے کاموڑ
 دیا تھا۔ قیصر التواریخ کا مؤلف لکھتا ہے کہ ایک دن بادشاہ رونق افزولالال بنغ تھے ہنzel
 تفریح تخت پر سوار گلگشت کو نسلے شجاع الدولہ پیارہ جلوسواری ہیں تھے بعد ہوا خوری جب
 تخت سے اترنے لگے آنفاً بادشاہ کا چرن بردار تیکھے رہ گیا تھا شجاع الدولہ نے اپنی فرش
 نذر کی بادشاہ نے پین لی اور شجاع الدولہ خود برهنہ پاسا تھد چلے جب چرن بردار چھڑی
 ہوا تو بادشاہ نے شجاع الدولہ کو اشارہ کیا نواب دزیر نے نزدی آداب بجا لایا اور فرش ہی
 پر تفاخر بجا کے لکھنی کے لپنے سر پا بندھی !! تقدیر کی گردش نے دہاں بھی چین نہیں دیا۔
 مریضوں نے جوڑ قوتِ الحکما کے اور بارہ برس کی جلا و طنی کے بعد شہزادہ ہمیں عید رمضان کے
 دلن جبکہ آفاق سے عیسائیوں کا بھی ٹریادن تھا (یعنی ۵۶۰ میہر ۱۴۱۴ھ) دارالسلطنت میں اپنی
 آیا اور لال قلعہ میں بیکھر عظمتِ اسلام کی مجاوری کرنے لگا۔ خوشامدیوں نے غل چایا کہ
 زینتِ دُنای تاج تخت شاہ عالم بادولتِ محنت و کامیابی آمد
 تاریخ درود اتفاق ہستم گفتاک ر شرق آفتابی آمد
 لیکن بادشاہ کے ساتھِ شروع دامت تھی نہ کامیابی بمحنت کا حال اس سے ظاہر ہے کہ
 قطعہ کے آخری مصروفہ سے مخصوص و بھی حاصل نہیں ہوتا معلوم نہیں ہاتھ غیبے کیا تعمیر چھڑ
 لگا کرتا ریخ درود اشارہ فرمائی تھی !!!

امد شاہ ابدالی نے عالمگیر کی جنگ پانی پت کے بعد اپنے دلن کو واپس جائیں
پہلے شاہ عالمگیر کو ہندوستان کا بادشاہ تیکم کر لیا تھا اور شجاع الدولہ صوبہ اراوڑ
کے لئے وزارت نواب سنجیب الدولہ دہلیہ کے لئے امیر الامری کی سفارش کی تھی جو عالم
امورت دلی میں موجود تھا اسکے سنجیب الدولہ کو دارالسلطنت کا منتظم اور جاندار شاہ
خلف شاہ عالم کو بادشاہ کا نائب مقرر فرمایا تھا۔ وزارت کب موروثی صوبہ میں مقیم رہو بادشاہ
سلامت مشرقی علاقوں میں سیر و تفریخ فرماتے رہے نائب السلطان کو آج کل کے یو ڈین
بادشاہوں کی طرح امور مملکت کے یاہ سفید میں چھوٹ خل نہ تھا صرف نام کے جاندار تھے
دلی پر سنجیب الدولہ کی حکومت رہی اور اُس نے آٹھ برس تک بڑی بیدار مغربی اور لیبری
سے شمالی ہندوستان میں قائم رکھا۔

جب مرہٹوں کی فوجی قوت بخیل اور انفاؤں سے جنگ پانی پت کا عوض لینے کو
انخون نے دوبارہ شمال کا رُج کیا تو سنجیب الدولہ نے مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر اس شرط
سے صلح کر لی کہ شاہ عالم جوالہ آباد کے قامیں انگریزوں کا وظیفہ خوار ہے، دہلی دا پس
بلایا جائے اور اُسکی سرکار سے پیشواؤ کو اقیمہ ہند میں دسیع اختیارات تفویض کئے جائیں۔
صلح کے بعد سنجیب الدولہ خود مرہٹوں کے کمپ میں گیا اپنے رٹ کے ضابطہ خاں کا ہاتھ
لوگوں کو جو ہو لکر سپہ سالار ان در کے ہاتھ میں دیکھیں قدیم تعلقات کی تجدید کی جو لوگوں کے پیشو
ٹھہراؤ ہو لکر اور سنجیب الدولہ کے دریان جنگ پانی پت کے زمانہ بلکہ اُسکے پیشتر سے
تھے (جس کی تفصیل کتب تو ایسے ہند میں درج ہے) اور اس تکمیل سے والیان وہ کی
وزارت کی طرح امیر الامری کا عمدہ نوابان روہیلکھنڈ کے لئے موروثی بنانے کی کوشش
کی۔ شاہ عالم کو واپس بلانے کے لئے کا تقدی گھوڑے دوڑا کے جائے تھے کہ ہر اک تو سرسری
کر سنجیب الدولہ مر گیا۔ ضابطہ خاں نے دو آپر اور روہیلکھنڈ پر قبضہ کر لیا اور آپ کی جگہ دہلی پر بھی

متصروف ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں قلعہ شاہی کی بگیات سے اُس نے شرمناک تعلق پیدا کئے اور باز پرس کے خوف سے شاہ عالم کی نہرستِ دری سنتے ہی دارالسلطنت سے فرار ہو گیا جب بادشاہ مرہٹوں کے قتل و قرار پر اعتماد کر کے ”بادولت و بخت و کامیابی“ دری پر رونق افروز ہوئے تو لوگوں کی خوف نے ایفا سے عمد کے لئے ضابطہ خان کو بلاؤ اعفو تو قصیر کے لئے حضور سلطانی میں پیش کرنا چاہا یا انکی اسکونہ دکھانے کی ہست نہیں اور خبیث آباد کے پاس اپنے قلعہ پتھرگڑھ میں بیچارہ مرہٹوں کے دوسرا جنرل ماڈھو جی سندھیا کو غمازی اور بدگوئی کا موقع ملا اور اُس نے شاہ عالم کو ساتھ لے کر روہیلوں پر چڑھائی کر دی۔ شجاع الدولہ عرصہ سے رہیں کو تباہ کرنے کی فکریں تھاں اُس نے چالاکی سے ضابطہ خان کو مدودہ پوچھنے دی اور بہادر شریف الدین کا ناکردار کار لڑکا پتھرگڑھ سے ایسا بدوحاس اور سر ایسہ بھاگا کہ اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ نہ لے جاسکا بے شمار دولت مرہٹوں کے ہاتھ آئی اور ضابطہ خان کے زن و فرزند اسی رونگٹے انھیں قید یونیٹ بالخان کا بڑا لڑکا غلام قادر بھی تھا جس کو بادشاہ نے ان گستاخوں کی پاداش میں جو ایمیسریزول نے محلات شاہی میں کی تھیں یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ مرہٹوں کے سپہ سالار نے اپنی ٹانگ کی عرض میں جو پانی نہت کے میدان سے فرار کے وقت ایک انقاومی سوار نے توڑی تھی مقطوع المثل بنوایا ضابطہ خان بھاگ کر شجاع الدولہ کے پاس پہنچا اور مرہٹوں کی خوشامد شر دفع کی کہ وہ بادشاہ سے قصور معاف کرائے آبائی عہد پھر لادیں انفاق سے ماڈھو جی سندھیا کو دوسری ریاستوں کی طرف جانے کی ضرورت پیش کی گئی لوگوں کی سفارش کا موقع ملا اور ضابطہ خان کی ایمیر الامر ای بھاگ ہو گئی۔

شجاع الدولہ کا دامت روہیکھنڈ کے روزخیر علاقہ پر تھا اس کو ضابطہ خان کا جاہ منصب اگوار ہوا ایسٹ انڈیا کمپنی کے بعض ملازموں کو اہم خیال بناتے بادشاہ کو عرض داشت بھیجی کر ضابطہ خان مژزوں کیا جائے اور عہدہ ایمیر الامر ای مژا بخت خان کو جو شجاع الدولہ سے قرابت

رکھتا تھا عطا ہو۔

پڑھئے اپنی خانگی مشکلات کی وجہ سے دکن والیں جا پچکے تھے شاہ طینج خابطہ خاں سے بیزار تھا شجاع الدولہ فریر کی شرمنے سے منڈناز پرتازیانہ کام دیا بخفت خاں بازی لے گیا اور خابطہ خاں باعنی ہو کر جاؤں سے جا لائے بخت خاں فادر عالیٰ ہبت میرزاں کی طرف سے تید بپ کی طرف سے صفوی ایران کے خاندان سلطنت کے تعلق رکھتا تھا اٹھارہ برس کی عمر میں ہندوستان آیا ہبھن کی شادی شجاع الدولہ کے خاندان میں کی شاہ عالم کا زمامہ جلا وطنی میں رفت ہوا اور اسی ساتھ الہ آباد سے فوج کا پہ سالار ہو کر دہلی کیا یہاں ذوالفقار الدولہ کا خطاب ٹھا اور آخر کار منصب امیر الامری فی نصیب ہوا۔

وَلَا دُشْتِر

ان واقعات کی تفصیل شاہ عالم کے تورخ کا فرض ہے۔ ہم کو تو اس داستان پارہیز سے صرف اتنا تعلق ہے کہ جب بادشاہ کو "بن یاس" سے والیں آئے چار برس ہو پچکے تھے یہ وفادار ایرانی النسل امیر الامری کا منتظم تھا اور مسلماؤں کی پرگنہ توت کو مجتہد کرنے کی فکر کر رہا تھا کبھی داکپ میں جاؤں سے لڑتا اور جبی پنجاب میں سکھوں سے نبرد آزمہ ہوتا تھا۔ ۲۸
شبان ۹۵۷ھ دھنیان ۱۴۵۶ء کو مغلک کے دن شاہ عالم کے دوسرا بیٹے مراکب شاہ کے محل میں سماہ لال بانی ایک ہندو شزادورت سے وہ بچہ پیدا ہوا جسکی پیشانی پر نوشہ تقدیر تھا کہ یہ مولو سلطنت تیموریہ کو شاکش حیات سے والی سنجات دیگا اور عذالت باہری صولت الکبری شوکت جماں گیری کو وہ گھری نیند سلا یہ گا جسکے بعد کبھی بیداری نہیں۔!

مراکب شاہ عالم کے تخت سلطنت پر جلوس فرمائے سے صرف چار ماہ بعد، رمضان ۱۴۵۸ھ کو پیدا ہوئے تھے اور والد اجد کو بہت عزیز تھے لیکن خلف اکبر مرا جوان بخت تھے

اور احمد شاہ ابدالی نے اُن کو ولی عحدی کے لئے نامزد کیا تھا اسکے اکابر کی جانشینی کا
دہم و گمان بھی نہ تھا۔

تاہم دوسرے مرشدزادوں سے بہتر حالست میں اب سکرتے تھے اور ان کے فرزند نے بھی
شایانِ نصوب ناز فرستے پر درش پائی۔ ابوظفر تاریخی نام رکھا گیا اور خزانہ شاہی سے وظیفہ
مقرر ہو گیا۔

دستور تھا کہ خاندان تیموریہ کے ہر ایک نوابیہ بچہ کا نام حبیبیہ درج کیا جانا تھا اور
دربار کے نجومی اُسکی نسبت میں بناتے تھے مرا ابوظفر کا زادچہ اب کہاں میرا سکتا ہے درست
ویکھا جانا کہ منجموں نے کیا مشکل گافیاں کی تھیں۔ برخی ذ حل کو ایک گھنیں بتایا تھا یا عقرب
میں قمر تھا تو سیزیر، مکن ہے کہ اختر شناسوں نے پیشیں گئی کہ اس کے فرزند پر میرانہ میں
میں سمندر کا سفر کریں گا اور اعزہ و اقراب نے بھری سفر سے معاوضت رج کی آس لگائی ہو۔ لیکن
مشقت کون کہ سکتا تھا کہ عبور ذریار شور جلا و طعنی کا میش نہیں ہے اور زگون کا قید خانہ کعبہ
کی زیارت ہے۔

بزمین کوئے جانا سفر جاذب دارم

تعییم و ترمیت

مرزا ابوظفر نے رہوں سنپھالا اور آنکھیں کھولیں تو شہزادوں کی طرح اُنکی تعییم و ترمیت
ہوئی۔ اس عہد کے مشہور قاری حافظ محمد خلیل نے قرآن پڑھایا اور اس شرف کی یادگار
تین اُنکے صاحبزادے داؤ دخان شاہزادے ۱۸۵۴ء سے ۱۸۷۰ء تک قلعہ سلطانی کے دار و مکنہ زیارت
اے اور نیم الدوام خلیفۃ الملک حافظ محمد داؤ دخان مقیم جنگ کے القاب سے فرشاہی میں

یاد کئے جاتے تھے۔

تمالیقی کا منصب گرامی حافظ ابراء سیم کو عطا ہوا جنکے والد حافظ محمد علی غزنوی مرزا اکبر شاہ کے تملیق رہے تھے اور جنکے پر پوتے شمل معلماء فتنی ذکار اشرف نے اقیمہ ادب قیامیخ شمس شرستہ پائی حافظ ابراہیم کی دفات کے بعد انکے بڑے بیٹے حافظ بقا ارشاد شرست آبائی سے فیضیاب ہوئے اور ۱۸۵۴ء تک انکا خاندان قلمعہ معلیٰ کا نکھار تھا ہندوستان کے مشہور خوشبویں تید جلال الدین حیدر "مرصن رقم" کے والد اسی ابراہیم علی شاہ نے تحریر کی شن کرائی اور خط فتح و سلطنت میں شاگرد کو اُستاد بنادیا۔

فارسی انشا پردازی اور عربی درسیات کی تعلیم دیکھی قادر اندازی شہسواری، تبغ زنی سکھائی گئی انشا نہادی اور تفنگ اندازی میں وہ درجہ کمال حاصل ہوا کہ بڑھاپے کے وقت قلمعہ کے مرشدزادوں کو ان فنون کی بذات خاص تعلیم دیتے تھے۔

حسن الاخبار بیہبی مورخہ جو لائی ۱۷۳۶ء کا نامنہ نگار لکھتا ہے کہ جبکہ حضور اپنی دوست سر لئے واقع قطب صاحبیں رفت افراد تھے ایک دن شہزادہ شاہزادہ بہادر سے عرض کی کہ یہاں ایک مقام میں ایسا منڈی سانپ ناگیا ہے کہ جس سے لوگوں کو سخت بکھیفاو انسان جان کا اندازہ ہے حضور نے ہ بات سنتے ہی فرمایا چلو نجھے بتاؤ وہ سانپ کیاں ہے شہزادہ نے سانپ کے بل کے پاس جا کر اشارہ کیا کہ یہاں ہے حضور نے سانپ کو دیکھ کر ایک ایسا تیر مار کر اسکو دم لینے کی مہلت نہ ملی اور فوراً امر گیا۔

فلتیسر دہلوی راوی ہر سار کا ایک دن سواری مبارک سلیم گڈھے قلمعہ کو آتی تھی۔ راستہ میں مرزا فتح الملک بہادر ولی عمد کا باغ تھا۔ وہاں سے کچھ شور و غل کی آوازاتی فرمایا گل کیا ہے عرض کی گئی کہ مرشدزادے تیر اندازی کی مشق کر رہے ہیں۔ حکم ہوا سواری لے چلو۔ وہاں پہنچے۔ سب آواب بجا لائے فرمایا تیر کیان ادھر لاؤ۔ کمازوں کی کشتی پیش کی گئی۔

ان میں سے ایک کمان اٹھا لی۔ اور تین تیر کھینچنے کے لئے ایک تیر لگایا وہ تو وہ میں پریست ہو گیا۔ ایک بالشت باہر آؤ دوسرا تیر لگایا وہ اس سے زیادہ قروہ میں داخل ہوا۔ تیسرا بالکل ہی غرق ہو گیا فقط سونوارہ ہی باہر رہی نفر تھیں وہ فرس بلند ہو گیا یہ میری پیشہم دیدہ بات تھے۔ یہ بھی حلاطہ ہے کہ اُس دفت بادشاہ کی عمر ۸۰۔ برس سے تجاوز تھی۔ بتوٹ کے فن میں میر حامد علی کے شاگرد ہوئے جو اس زمانہ میں اس نہر کے بے نظائر تھے اور عالیٰ درجی کثرت اُنکے گھرانے کی میراث تھی۔

چشم دیدگار ہوں کا بیان ہے کہ بادشاہ تن ہنا آٹھ آدمیوں کے مقابل ہوتے تھے وہ سب اپنے چوڑے آتے اور یہ سب کے دار دوکتے تھے اور اپنی چوڑے چھوڑتے جاتے تھے۔ شہسواری میں وہ کمال تھا کہ ہندوستان میں ”دھائی سوا“ مشہور تھے۔ ان میں سے ایک میرزا ابوظفر تھے اور دوسرے کے بھائی جہانگیر خبیث نے انگریزوں سے شرط بکر الدا بادیل کیک خندق گھوڑے سے کڈائی تھی۔ اسی برس کے سن میں لشکر اسپ پر سوار ہوتے تو معلوم ہوتا تھا کہ گھوڑے پر ایک تون قائم کر دیا ہے۔ صبری کا یہ عالم تھا کہ گھوڑے کے عیوب صواب قوم دوڑے دیکھ کر بتاتے تھے۔

بندوق ایسی لگاتے تھے کہ جو نشانہ خطا ہی نہ کرتا تھا۔ کبوتر بازی مرغ بازی ٹپیزی کا شوق اس زمانہ میں ولی اور کھنوں کے میں زادوں کیلئے دیسا ہی ضروری تھا جیسا کہ ہمارے زمانہ کے انگریزی خوانوں کے لئے گر کٹ بٹ پال بلیڈ اور برج سے عشق! میرزا ابوظفر کو زندگی بھر کبوتروں سے محبت رہی۔ بہترین کی عزیز کبوتروں کی اڑان دیکھنے کے لئے تشریف لیجاتے اور ”بند نظری کی“ داد دیتے تھے۔

مرغ بازی کے اصول و قواعد پر عبور اشوار ذیل سے ثابت ہے
ہے ہے پڑلش دشمن دم جنگ نہیں یہ مرغ رُتَّا کھل کے کانٹے

ابھی ہونیکا نہیں رونے کو تیار ہو
پھر کے یہ مرغ تو دو چار برس ہیں پھر کے

تو سمگل کی خبر سن کے نفس میں صیاد
آکے گریاں میں ہر مرغ خوشگ ہنگ کھلا

ستعد ہے جنگ پر غیر دن کے کھنے ظفر
ہے یہ مرغ یہ حیا کس چاؤ پر پانی پڑھا
ٹیر بازی کی شان سبے اعلیٰ ہے۔

ایسے شاہین ہوئے ہیں مرے تیار ٹپیر
چھوپیں رونے کو اگر یہ تو ایں مرغ سے بھی
چاک کرتے ہیں حریفوں کے ٹپیر دن کا جگر
محکم کو یہ عشق ہے ان سے کہ کھلاؤں انکو
تیلیاں لپیں ہوں اور چشم بنے جوں کا فک
ہوئے اس کھیل میں مل صید یوں کے بندالیے
اتفاقاً کوئی گران میں سے گھٹ بھی جائے
کمدو صیدی کہ تو خوش نہو کیا ہوتا ہے

دائم صیاد میں ہوں جیسے گرفتار ٹپیر
بے فردیں جو لڑا امیر سے طرفدار ٹپیر
اتھ اندر ہے کے اگر آگئی اکے بار ٹپیر

نسر طاڑ بھی انھیں دیکھ کے کہتا ہے کاش

یوں سے مجھ کو بھی بنا خالق دا دار ٹپیر

بیسویں صدی کے روشن خیالِ حجتیت ہو گئے کہ اگست ۱۹۴۷ء میں جبکہ مرزا کی عمر
تری حساب کے تھی مرشدزادہ آفاق مرزا شاہ رُخ بہادر کی زوجہ تختہ کے قرابت
نواب عبدالشد خاں صدھ صدھ در کے صاحبزادے صغری علی خاں مرزا شاہ رُخ کے توسط سے
حضور انور کی خدمت گرامی میش فرازندہ مجرما ہوئے اور درخواست کی کہ ہمیں ٹیر بازی کا

فن سکھار یا جائے شاگردی کی شیرینی پیش کی اس فن کی بعض خاص خاص باتوں سے آگاہ فرمایا پھر دنوں کو ٹھلعت دشالم سے معزز و ممتاز فرمایا۔ اوپریوں کا ایک پنجہ بھی عنایت کیا۔ ہمہ نئی کو خبیط کرو اور بستہ کے آنسو بھاؤ۔ آج جن مشاغل پر تم ناز کرتے ہو اور جن تفریحات کو تندیب کا تخفہ، ترقی کا طغزا تصور کرتے ہو۔ تو برس کے بعد تھا تھے پوتے پر پوتے ان کا تمام سنکر شرم و ہونگے اور حب کر گئے کہ اُنکے مقدس اجداد ایسے حرکات لغو کے قریب رکھتے اور انہا علی الاعلان انہا کرتے تھے!

غرض وہ تمام علم و فنون جو باڑھوں صدی ہجری میں دارالسلطنت میں رائج تھے، مرزا ابوظفر کو سکھائے گے۔ آداب شاہی بزرگوں کی تنظیم۔ چھوٹوں پر شفقت۔ دستوں سے اخلاص۔ خدا کا نوٹ اور شریعت حصہ کی پابندی دل میں نقش فی الجر کی طرح رائج کرائی گئی۔ شاعری کی طرف ایام طفیلی سے میلان خاطر تھا۔ اس فن شریعت میں پہلے شاہ فتحیر کے اوپر اڑا شیخ ابراہیم ذوق کے شاگرد ہوئے مگر اسکی تفضیل آگے چکر بیان ہوگی۔

بعیت

حضرت مولانا فخر الدین حشمتی جو بیک داسطہ سرگردہ سلسلہ حشمتیہ نظام ایضاً کلیم اللہ جہان دبی

سلہ احسن الاخبار مورخ ۲۸۔ اگست ۱۹۶۴ء

ملکہ تاریخ ولادت، اربعین الاول ۱۲۶۰ھ روزِ پشمیر، اپنے والدما جد مولانا نظام الدین اور نگ آبادی سے جو تھبہ کا کوری ضلع لکھنؤ کے رہنے والی حضرت مخدوم شیخ سعدی کاکر دی کی اولاد سے تھے گرم شد کے حکم سے تیکم اور نگ آباد تھے ۱۲ جرم ۱۲۵۵ھ کو خود خلافت پایا اور اُنکے ارشاد کے مطابق شاہ مسے دلی میں قیام اختیار کیا تاریخ وفات، ۱۲ جمادی الشانی ۱۲۹۹ھ روز شنبہ بوقت عشا۔ مزار بارک حضرت خوجہ طلب الدین سعید کا کی کی خانقاہ میں ہے "خورشید وجہانی" تاریخ وصال ہے ۱۷

کے خلیفہ تھے اُسوقت ولی ہیں روزن افراد تھے۔ اور شاہ شہزادے اور مشیر ارکین دربار کے معتقد تھے۔ مزا اباظہ حصول فیض و برکت کے لئے انکی خدمت میں پیش کئے گئے اور حضرت مولانا نے شفقت والطاف سے انکی پیشیانی پر اعتماد ہو شکنندی اور ستارہ بلندی ملاحظہ فرما کر دستار بندی سے مشرف نہ زیارت کیا۔ گواہ تاج سلطنت کی پرپرہ بشارت دی جالا کہ اُسوقت کوئی ایسیدہ تھی کہ یہ عظیم شاہ جہاں کے تخت اور شاہ عالم کے بخت کا وارث ہو گا۔

کیوں نہ سرفراز کچھ کچھ کر فخر الدین نے
دی ہے دستار سے سر پر نظر کچھ کے بازہ

مولانا کے صاحبو غلام قطب الدین والد کے قدم بر قدم تھے اپنے پیر مرشد کی ذات کے صرف چند ماہ بعد، ارجمند شاہ کو عالم بقا کی طرف رامی ہٹئے اور خاندان تیموریہ کو بے اور و سرپرست چھوڑ گئے۔ دس گیارہ برس کی عمر میں مزا اباظہ حضرت قطب الدین کی فیض بیتے مشرفت ہر کے ارتقای عمار سلسلہ کی داشت غلامی پر فخر کرتے رہے۔

مرید قطب یہیں ہوں جا کر پائے فخر دیں ہوں یہیں	اگرچہ شاہ ہوں انہکا غلام کم کتریں ہوں میں
انھیں کے فیض سے ہونا مرضیں پر اعلانیں	دگر نہ ہوں تو بالکل رویہ مثل ہمیں ہوں میں
ذکر ہبہ سے عرض مجھ کو نہ میخانے سے کچھ مطلب	ہمیشہ گھٹائیں کئے آتا نے پر جیں ہوں میں
ار ہوں میں رند میکش پر رہوں انکی جبت میں	نہیں خوش بھجے یہ سونی خلوتیں ہوں یہیں
مجھے تو خانقاہ دمیکداہ دونوں برابر ہیں،	دیکن یہ تمنا ہو کہ انہکا ہوں کیسیں ہوں میں
بی عقدہ کشا میرے، یہیں ایں رخنا میرے	سمحتا ان کو اپنا حامی دنیا و دیں ہوں میں
بہادر شاہ میرا نام ہے مشہور عالم میں	
ولیکن اے نظر انہکا گلائے رہیں ہوں ہیں	

جو خاک بھی ہوں تو ہوں فخر دین کے درکی
نظر پھر اسے نہ مجھ سے اس آستان کو بچخ

جو خشن رجہاں کا ہو گدا اُس کو ظفر
بادشاہی سے زیادہ ہے گدائی میں مزا

خاک پا کے فخر میں ہے اپنے قبکنیا
ان ظفر کیوں خواہش اکیر کرنی چاہیے

کوچہ فخر جہاں کی اس ظفر سے
خاک کی چمکی بھی بس اکیر ہے

جو سمجھ کافش پائے فخر دیں کوتاچ سراہنا
پس اُس کو ظفر کب افسر شاہ نہ آتا ہے

جو ہاتھ آئے ظفر خاک پا کے فخر الدین
تو یہ رکھوں اُسے آنکھوں پر تو تیا کیلے

اسے ظفر میں کیا بتاؤں بچھے سے جو کچھ ہوں سو ہوں
لیکن اپنے فخر دیں کے کافش برداروں میں ہوں

اسے ظفر دل سے ہوں میں خاک در خشن الرین
مققد میں نہ گداوں کا ہوں نے شاہوں کا

ظفر نہ کیز کہ ہوں سے غلام قطب الدین
ازل سے متقد خشن ردیں بنایا تھا

سلطنت کی حالت

غرض خاتم السلاطین تلمذ کے اندر بڑے ناز دنست سے پروردش پاہے تھے۔ اور اُنکی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام و تنظام سے ہو رہی تھی اب باہر کے تاشے دیکھنے کے سفر جس سماں سلطنت کی جان بکھل رہی تھی۔

مرزا ابوظفر کی ولادت سے سال ہی پھر بعد بخت خاں امیر الامر انے جاؤں کو بکت اوسی اور انہی کا زبردست قلعہ دیگر شاہزادے میں فتح کر لیا جاؤں کے نزیر ہونے سے دہلی اور آگرہ کا درمیانی حصہ سلطنت دہلی سے مروعہ ہو گیا قلعہ اکبر آباد بھی سخر ہوا لیکن عمالک مفتوح رکے انتظام سے ناغتہ ہوئی تھی کہ ضابطہ خاں میوق الذکر نے نیافاد کھدا کروایا اُس نے سکھوں کی فوج مرتب کی اور اُنکے ساتھ اسقدر میں جول بڑھایا کہ اُنکے سکھ ہو جانے کا شہر پہنچا۔ یہ فوج تلوہ غوث گڑھ میں جمع تھی جسکے کھنڈ مظفر نگر کے ضلع میں پائے جاتے ہیں اور جس کی عظیم الشان مسجد اس وقت کا اپنے بانیوں کی عظمت پر آنسو بھار رہی ہے۔ ہن قلعہ جدید کو فروکرنے کے لئے امیر الامر انے خود قلعہ کا حاصروں کیا اور ایوں کا مسلسلہ ایک ہدینہ تک قائم رہا، آخر کار ضابطہ خاں نے صلح کا پایام دیا مراز نے تصور معاف کیا اور ضابطہ خاں کی ہیں سے اپنی شادی کر کے رشتہ الفت کو مستحکم کر لیا۔ اب چند روز کے لئے ہندستان کو امن نہیں بوا، ضابطہ خاں کو سہارن پور کی فوجداری دیکھی۔ پنجاب کا جسقدر حصہ سکھوں کی حکومت سے آزاد تھا وہ مرزا بخت خاں کے افسران فوج اور اجواب میں بطور جاگیر کے تقسیم ہوا، وزارت کے منصب سے باپ کے مرنسے پر آصف الدولہ سرفراز ہوا اور اودھ کی صوبہ پاری جواب دہلی کی بادشاہی سے بدرجہ افضل داعی تھی بدستور اُنکے قبضہ میں رہی شاہ عالم کی مغلیٰ کاہل تھا کا رشتہ عرب میں سکی ماں لال کنور کا انتقال ہوا تو جدید مقبرہ بناؤنے کے لئے سرمایہ تھا۔

ہمایوں کے عہدیت کی حرم سلطانی کے دفن کرنے کے لئے ایک عمارت بنی تھی جو ابھی تک برقرار اور "لال بنگلہ" کے نام سے ہو سوم ہے اس میں پرانی قبر کے پاس ایک نئی لال کھوڈ کر سلطان وقت کی والدہ دفن کر دی گئیں۔

تمختصر ۲۶۔ اپریل ۱۸۵۲ء کو جبکہ شدھیا اور ہولکاریست اٹلیا کپنی کی "پہلی جنگ رہڑ" سے فائز ہو چکے تھے اور صلح نامہ "سلبانی" پر تخطی ہونے کے بعد ان کو ہندوستان کی طرف متوجہ ہونیکا کر موقع ملا تھا مرا جنگ خان مگریا۔ اور سلطنت مغلیہ کا آخری دفادار دنیا سے رخصت ہوا۔

اب منصب امیر الامرائی کے دو دعوے دار ہر دوئے اول تو افراسیاب خاں، جو بحث خاں مر جوم کی بین کافیں بولا اڑکا تھا اور دوسرا مرا شفیع جو مر جوم کا ذریبی رشتہ دار تھا ان دونوں میں عرصہ تک جنگ زرگری ہوتی رہی، پہلے افراسیاب کا میب ہوا شفیع باز لگیا اور اخیر کار ۲۳ ستمبر ۱۸۵۳ء کو مرا شفیع دھوکے سے قتل کیا گیا اور افراسیاب عہدہ امیر الامرائی پر قابض ہو گیا۔

شاہزادہ جو ان بحث

شاہ عالم کو اپنی بیدست دپانی کا احساس تھا لیکن پانی سر سے گزر چکا تھا اور

لئے "سلبانی" کے صلح نامہ پر، اپریل ۱۸۵۲ء کو فریقین کے دشخط ہوئے اس صلح نامہ سے مادھو جی شدھیا کی قوت میں کوئی فرق نہیں آیا لیکن پیشوں کے دربار میں انگریزوں کو واخیت کا حق مل ہو گیا۔ اس صلح اور جنگ کی تفصیل سے ہماری کتاب کو کچھ علاوہ نہیں ہو۔

کسی طرف ساصل عافیت نظر نہ آتا تھا۔

دلی عہد جوان تخت افزا سیا بخان سے نبڑا، لیکن بے لبس تھا اور اسکی حرکات کی
انگریزی کے لئے امیر الامر اکی طرف سے جاسوس مقرر تھے اس اثناء میں خبر ملی کہ انگریزوں کا
اور زکر لکھنؤ کیا ہے اولی عہد نے لکھنؤ جانے کا ارادہ کیا تاکہ اپنے بیپ کی داشتان سے یہی سنائے
اوکینہنی سے اعانت کی درخواست کرے ۱۷۔ اپریل ۱۸۵۷ء کو رات کے وقت جبکہ آندھی
چل رہی تھی اور اسکے سماں حرب چڑھا ہوا تھا جیسیں بول کر قلعہ کی چھپتوں کو بچانے والا شاہ برج سے پُر گراں
لٹکا کر رہا گا اور گرتا پڑتا لکھنؤ پوچھا۔

و آرن ہیٹنگنگنگور ز جنرل لکھنؤ میں نواب وزیر کے دہان تھے، شہزادہ شہر کے ناکر پر
پوچھا لو اب وزیر اور گورنر جنرل دونوں استقبال کے لئے گئے، اندر میں پیش کیں صاحبِ عالم
ا تھی پرسوار ہوئے، نواب وزیر نے خوشی میں بھکر موچل بلانے کی آبائی خدمت ادا کی۔
اور ز جنرل گھوڑے پر سوار جلو میں تھے جنرل مارٹن کی مشورہ کو تھی میں قیام ہوا۔ نواب نے
تین لاکھ روپے و جنس بطور مشکل نذر کیا اور صحیح کو دربار شاہی سمجھ کر حاضر خدمت ہوتے تھے
گھر بروں اتھے اندر ہے کھسٹر ہے تھے اور ایک ایک الائچی اگلوڑی کی خوشیش پر دس دس مرتبہ
مجرا گاہ سے آواب پیالاتے تھے بیال بھر کیک بڑے شان و شکوه سے لازم بھاذاری ادا
ہوئے لیکن گھل مخصوص کی جو بھی نصیب نہیں سر کارا و دھیں فوجی وقت باقی تھی وہ تو شائع الدلیل
کے دم سے تھی اور اسی کے ساتھ خست ہو گئی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی دہلی کے معاملات میں
داخلت اپنے اصول کے خلاف سمجھتی تھی۔ اتفاقات تضاد قدر سے شہزادہ کی آنکھ ایک
خوبصورت طائف "گیا" نام پر ٹرپی۔ اور دل انھوں سے جاتا رہا۔ نواب وزیر کو بہت ناگوار
ہوا۔ کیونکہ اس کبھی کی طرف دوزارت نائب کی بھی نظر تھی۔ گیا کے آمد و رفت کی بندشیں یہی
سمن عشق پر تازیا نہ لکھا شہزادہ رات کے وقت چھپک کر سبی کے گھر جانے لگا۔ آتشِ رفاقت

تھر ہوئی۔ نواب وزیر نے منظور لظر کی خاطلت کے لئے پہر تھیں کر دیئے۔ باہمہ دل پڑھا تو
کاتا پاپ نہ تھا۔ جب کھڑکیاں چھوپی گئیں روزن درجنہ ہوئے تو صاحب عالم نے گورنر جنرل
کی رسالت سے "بگیا" کی درخواست کی۔ بہراز شکل "بگیا" محل شاہی میں داخل ہوئی۔ اور
اسی خوش تھمت عروض سے شاہزادہ عالی قدر پیدا ہوئے میشووق تول گیا لیکن نواب وزیر
سے صفائی نہ رہی اخیر انہیوں نے صلاح دی کہ شاہزادہ صاحب لکھنؤ کی سکونت تک کر کے
بنارس میں قیام کریں چنانچہ شاہزادے نے کاشی جی میں بس کیا۔ جہاں اُن کی اولاد
اسوقت تک موجود ہے۔

ادھر نیا گل کھلا کہ شاہزادہ کے فرار ہونے سے سات ماہ بعد مرتضی شفیع مقتول کے
بھائی نے افراسیاب خان کو ہلاک کر دیا۔ اور خود مادھوی سندھیا کی پناہ میں چلا گیا۔ بینہ
کا اختر اقبال ترقی پر تھا۔ بادشاہ نے بھی اس سے سازکر لینا مصلحت سمجھا۔ امیر الامرائی کا عہد
پیش کو عنایت ہوا اور مادھوی سندھیا بطور ائمہ کے اگرہ اور دہلی کے صوبوں کا انتظام
اوراج حکومت کا پسالا را ارسلنے کا دلیل مطلق مقرر ہوا تھوڑے دنوں کے بعد ضابطہ خان
بھی مرگیا۔ مغلوں کے نام قدیمی ہوا خواہ تھم ہو گئے۔ ارکین دربار سندھیا کے تابع فزان
تھے۔ بادشاہ کے ذاتی اخراجات کے لئے ۵۰ ہزار ماہوار مقرر تھا اور شاہ بہماں کا بترت
جانشین لال قلمہ میں ایک مفرز قیدی تھا۔ اس وقت مرتضی ابو لطفی کی عمر تقریباً دس سال
کی تھی۔ مرتضی احوال سخت ہنوز دلی عمدتھے سندھیا نے اُن سے پیغام سلام شروع کیا۔ اور انکو
دلی بلانا چاہا۔ لیکن نواب اور دہلی اور ملازمان ایسٹ انڈیا کمپنی نے جانے نہ دیا۔ کیونکہ شاہزادہ
اور ان پہنچ جاتا تو دلی میں مژہبوں کا قدم پڑا جنم جاتا اور انگریزوں کی پالیسی کے خلاف
تھا۔ شاہزادہ نے بنارس میں قلعہ قیام اختیار کیا اور آصف الدولدکی سرکار سے خراز انگریزی
کی معرفت میں قرار نہ رکھنے مقرر ہو گیا۔ جبکی قعداً برداشتے چکپیں ہزار ماہوار اور برداشتے پانچ لاکھ

سالاں تھی میرٹھوں نے اُسکے جواب میں شاہ عالم کے دو سکے بیٹے ابوالنصر و رضا کریم علی
سقرا کیا اور دو بائیے جنماے پھر طرف کوت قاسم کا پرگنہ جس کی حیثیت اُس وقت حالیں ہے۔
تمھی، اُنکی بجا گیریں دیا۔ فکر ہرگز بعد ہمت ادست۔

مرزا جو آں بخت بادشاہ اور دلی عحد جدید دنوں سے زیادہ آرام میں تھے۔ دلی جاہک
اپنی جان خطر و میں کیوں ڈالتے بنارس میں عیش کرتے اور انگریز دل کو میرٹھوں کے خلاف اگساتے
لہی۔ پھلے نواب زیر کی معرفت گورنر جنرل وارن ہٹینگنائز سے خدا و کتابت رہی۔ امداد کی استحصالیں
کوئی تقدیر فردا کاشت نہ کیا۔ جب دو اسنواں نہیں تو اُنکے اعیان میں ایک خبر برآہ راست
جای رج سوم شاہ افغانستان کے نام لکھوا جائیکی پیشیانی پر یہ عبارت تھی:-

”نامہ جناب معلم رکاب صاحب عالم مرزا جاندار شاہ برلن کیتی آر لے مالک فریج“
یکن اس کا بھی کوئی تقبیح ظاہر نہوا۔ فرنگیوں کی کمی مغلیہ سلطنت کو پناہ ریف سمجھتی اور اسکی
تاباہی میں کوشش تھی۔ مارچ ۱۸۵۷ء کو کلکتہ گڑھ میں مشترکہ بیانیا کہ مسلمانوں کی سلطنت
نہایت تحریر اور زلیل ہو گئی ہے ہندوؤں سے ہمکو کچھ خوف نہیں ہے اگرچہ بہت کمیوں نے
یصلاح دی کہ مسلمانوں کو تقویت دیکرہندوؤں کی قوت کو منلوب کرنا پاہیزے گریز تدبیر و تنظیم
پھر اپھانیں ہے پھر ضرور نہیں ہے کہ ہم ایسے کام کریں جو بندوں میانوں کو ناگوار خاطر ہوں
اور سلطنت جو برسرز وال ہے اور وہ حقیقت میں ہماری مخفی دشمن اور رتبہ ہے۔ اس کے
حاجی و مددگار ہوں جب انگریز دل کی امداد سے یا وسی ہوئی تو پر عالی قدر کی زیارت کے
بھانے نواب وزیر سے پھر فوج لیکر دل کی طرف آئے اگرہ کا قلعہ میرٹھوں سے خالی کرانا چاہا اگر
کامیابی نہ ہوئی آخر کار اپنے عیال و اطفال کو لیکر بنارس پہنچے گئے اور وہیں چند روز کے بعد

۱۸۷۶ء میں ۵ جولائی ۱۲۰۷ھ کو ولی عہدی کا داعی دل میں لیکر ملک عدم کی راہی ہے
حضرت اُن غیتوں پر ہے جو بن کھلے مر جا گئے

علام قادر طنطیم

مرزا اکبر شاہ دو تین سال سے ولی عہد بھیجھے جاتے تھے اور جو آج بحث کے مرتبے
کے بعد تو کوئی خدا شہ اسی باقی نہ رہا لیکن امور جوانداری میں کسی نتیجہ کا اقتدار حاصل نہ تھا اکیل مطلق
کی فوجی طاقت بڑھی تو اعداد وال سپاہی ملازم ہوئے یورپ کے باشندوں کو لشکر کی کمان میں
تحوری شہزادے ملکی معاملات سے بے تعلق ہو کر اپنا سارا وقت خود دن خفتن و عیش کر دیں
یہ صرف کرنے لگے جو کہ لازمی تجویز ہی تباہی کا دن سامنے آیا خاندان تیموریہ کو وہ صیدت کی
اکھڑی دیکھنا پڑی جو هندوستان کی تیاری میں خون کے حروف سے لکھی ہوئی ہے اور جو کب تفصیل
بیان کرنے کی ہمارے کمزوروں میں طاقت نہیں۔

شمیش العلام افسوسی ذکار اشہد نے چھاتی پر تپھر کھکھ کر یہ سنگدی کی داستان اپنی تایاری ختم ہندی:
مفصل دوہرائی ہے جسکے قصائی کی دو کان دیکھنے کا شوق ہوا س کتاب کی جانشہشم کی
درست گردانی کرے جو تصریح کے ضابطہ خال کے راستے علماء قادر نے جو کسی زمانے میں تید ہو کر
شاہ عالم کے سامنے آیا تھا اور حکم سلطانی سے زناہ بنایا گیا تھا۔ باپ کے مرتبے کے بعد
باون محل کی جا گیر رضا بعض ہو کر مغلوں سے اپنی بے ابروی کا عرض لینے کی تھی ان افراد
کا ایک دونوں پر جبکہ مادھوی سندھیا کو راجپوتوں نے رنج کر کھاتھا۔ اور وہ دشمنوں کے
استیصال کے لئے باہر گیا ہوا تھا انی پر حملہ کر دیا اپنے تو جب پر امیر الامرائی کی سند اپنے لئے
الکھوائی پھر ہر پر روز کے بعد ضعیف العمر بادشاہ کو قید کر دیا۔ طرح طرح کی جماعتی تخلیفیں دیں۔

بیگوں کے بہن پر مار مار کے میل ڈال دئے، اُنکے گلابی گال اور تھپڑوں کے لال کر دیئے۔ باو شاہ کے بیٹے پتوں کو جو اس عالم میں بھی اسکے ہمراہ تھے بے تحاشہ مازنا ذخیرہ نا شروع کیا اور آخر الامر، اگست ۱۹۰۸ء کو باو شاہ کو پنجھانی برپڑھا ایک آنکھ اپنے خجڑت مکمالی۔ دوسری آنکھ نکالنے کو اپنے ہمراہی یعقوب خاں سے کہا، اُس نے انکار کیا تو فردا اُسکا ستر لو ارتے اڑا دیا۔ اس خوف سے اور پچھاؤں نے دوسری آنکھ نکال لی اور باو شاہ کو یالم گڈھ لے چلے۔ اسوقت جو قلمبر کی گفتگی تھی فلم سے بیان نہیں ہو سکتی کوئی شذرفاً بے بن دیکھیں غم کی تصویر بنا کھڑا تھا۔ کوئی شہزادی سکتہ کے عالم میں ہویں تھی۔ کوئی ہاکے شاہ عالم کہہ کر سر پیٹ رہی تھی کوئی آنکھ نہ تھی جو آنسو دوں سے پُر نہ تھی کوئی دل نہ تھا جوں غم سے خالی تھا۔

۴۷۳۶۵۴ نا ایک ہزار جھوٹ

چنگیز خانی خون ہندیوں کی آمیزش سے پانی ہو چکا تھا۔ لیکن ابھی تک تحمل، استھان لکا اتنا جو ہر بات تھا کہ مظلوم باو شاہ کی آنکھیں نکال لی گئیں گرائیں اُف نہ کی۔ خداوندِ اجلال کا کریا و کرتا رہا اور زبان کو کلامِ شکایت سے آلو دہ ہو سنے نہ دیا۔

رُستم رہا زمیں پرندہ بہرام رو گیا

مردیں کا آسمان کے تلے نام ڈیگا

مرزا اظفے نے بہت عمر پانی اور انقلابات روزگار کے خوب تماشے دیکھے لیکن یعنی انک سین انکو تمام عمر فراہوش نہیں ہوا۔ اور جو حضرت عبیرست اسوقت اُنکے دل میں پیدا ہوئی تھی انہر قوت تک زبان تلمیز سے ظاہر ہوئی رہی۔

کسی پست کرے ہے فلک کسی کو بند

کراس ہندو لے میں ہو ہر زمان شیب رفراز

اتا شے گوش دو راں نے اہم کو خوب کھلا کیا کیا ہمارے انقلاب کنکھوں کی آگے ہو

نہ بزم غم سے غرض ہو نہ بزم شادی سے بہاں میں کام ہو رئے سے شمع دار نجھے

جبت تک شم ہے رہیں گے یونی غم ساتھ کے ساتھ
وکھنا جائیں گے منسم اور یوم ساتھ کے ساتھ

تم سیدہ سلطان نے اس قیامت صفر کے بعد اپنی سبکی سی دباہی کی تصور ایک دردناک نظر پر لکھنے تھے جسکے اشارا یاد رکھنے کے قابل ہیں

صر صر خاد شیر خاست پُذخواری ما	واد بر باد سر در بگ جانداری ما
آفتاب فلک فلت دشائی بودم	بُر د دشام زوالی ه سیه کاری ما
چشم مانکہ شدا ز جوز فلک تبر شد	تا نہ بیکم ک کند غیر جانداری ما
حال مانگشته تبر پچوا اماں نز زید	کر تفت دیازل دوزی خواری ما
بود جانکا ه ز رو ما جاں آپ مرض	دفع از نضل آتی شدہ بیماری ما

شہزادوں کو پہنے تو اس حادثہ کی خبر نہ ہوئی وہ عیش و عشرت میں صرف نہ ہے اور لال قلمہ میں اس دیوان خاص کے اندر جسکی دیوار پر کندہ تھا ہے

اگر فردوس بر رئے زمین است

ہمین است ہمین است ہمین است

عذاب جنمہ ہمارا ہا لیکن جب بادشاہ سیم گڈا ہ پوچا گیا اور شہر میں اس عہتناک رو داد کی طلاق ہوئی تو دارالسلطنت میں اس قدر بزرگی پیدا ہو چکی تھی کہ کسی شخص کو دہلوں سے عوض لینے کی

ہمت نہوئی۔ بلکہ باشندوں نے گھر خیوڑ کر جہاگنا شروع کیا۔ قادر دز کے بعد مرٹھوں کا شکر پختا
اور انہوں نے روہیلوں کا قتل عام شروع کیا۔ غلام قادر بھاگ کر میرٹھ کے قلعہ میں چلا گیا۔
مرٹھوں نے تعاقب کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ دن بھر را انی رہی مگر رات کے وقت ۲۱ دسمبر
۱۸۵۷ء اُنکو غلام قادر نے مقابل کی طاقت خوبی کر جتنا بار سکھوں کے علاقوں میں بھاگنے کا ارادہ
کیا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور وہ سب جواہرات میں بھاسا تھے لئے جو قلعہ کی نوٹ سے اسکے
ہاتھ آئے تھے۔ جاڑے کی رات میں بارہ میل کا سفر کیا۔ صبح کو کھپڑا ہی تھی۔ گھوڑا ایک
انزوں کے پاس گرپڑا اور چاہ کرن را چاہ درپیش کامضمون سامنے آیا۔ گھوڑا تو اُنھوں کھپڑا ہوا
کر سوار مجرد ح ہو گیا تھا حکت ذکر سکا جب اس پتھلی تو ایک برہن نے جوہلوں کی چوری
ایک گنڈی پر جو پس چلا نے آیا تھا اس خوش پوشک زخمی کر دیکھا اور فوراً پہچان لیا۔ اپنے گھر
لے گیا اور مرٹھوں کے سپسالار کو خبر کر دی۔ اُنسنے یہ سنتے ہی آدمی دوڑا لے جو غلام قادر
کو گرفتار کر کے لے گئے۔ اوسیندھیا کے پاس جو اوقت تھا میں مقیم تھا پہنچا دیا۔ سیندھیا
نے اسکو گڑا دل دخوا کیا۔ اول گدھے پر سوار کر کے چار سو شمشیر کرایا، پھر اسکی زبان کاٹ لی
پھر آنکھیں پھوڑ دیں، پھر زک، کان۔ ہاتھ پر کراٹ لئے۔ اور جسم کا بقیہ حصہ بادشاہ کی
خدمت میں لی جیا۔ راستہ میں جان کھل گئی۔ اور اس تینی تھیہ تھیہ انہی ہے بادشاہ کے رو برو دیوان
خاص میں پیش ہوئی۔ کسی دل جلنے نیا نیک لکھی آؤ۔

کو رچوں کر دشاہ را قادر ایں ندا از سمار دیں کیبار

سر پاۓ غلام قادر را ببر دن فگن سر بازار

رغ = ۱۰۰۰ + لر = ۲۰۰ بب = ۲ - ۱۲۰۲

قادر کی قبر کا لشان نہیں پڑائی دہلی میں قطب صاحب جب کے بیادر ایک تربت کو قاکبطریت
منسوب کرتے ہیں لیکن یہ روایت غلط ہے۔ وہ لمحہ صابر بخاں کی ہے۔ قادر بیسے بے رحم و

اسفک کو حضرت قطب صاحب کا جوار گھست کیونکہ میر کر سکتا تھا تھے مختصر مریزوں نے بادشاہ کو دوبارہ آبائی تخت پر بٹھایا۔ تو لاکھ سالانہ ذلیفہ مقرر کیا۔ امور سلطنت کیلیم طلق نے اپنے ہاتھ میں رکھے۔ اسلامی سلطان کو آنکھوں کی چند اس ضرورت بھی نہ رہی، لہ مندرجہ ذیل دیہات اور تذات کی آمدی بادشاہ کے مصروف کیلئے نافذ تھی۔

دیہات	مجموع مشخصہ	دیہات	مجموع مشخصہ
بالپت (دو آبہ)	۱۰۶۲،۳۲۵	حرہ دو آبہ)	۷۲۶۰۶۳
بارن (دو آبہ)	۱۰۳۸۹۵	کرا دھواں (دو آبہ)	۳۲۱،۰۰
پھوٹ اور سیادہ	۱۵،۵۳۳۵	نجیب نگر (آزدی جہنا)	۱۰۱،۱۶۹
بڑو چشتگر	۶۶۲۰	وتیانی	۳۰۰۰
سوئی جلال آباد (دو آبہ)	۱۵۹۰۵۲۰۱	کیور	۲....
حوالی پالم (قصبہ دہلی)	۱۵۸۹۱۵۳۳	محاصل دار الضرب	۲۶۰۰
راہوی گوجر (دو آبہ)	۱۵۰۸۶۸۹۶	محصل کروڑگیری	۱۱۲۵۵۶۰۱
سردار کھنڈ (۰)	۶۲۱۳۳۲	کرایہ دوکانات دہلی	۱۷۵۰۰
سکندر آباد (۰)	۷۵۶۶۲۵	محاصل محلات شہر	۳۰۰۰...
شکار پور (آزدی جہنا)	۲۵۱۳۰	چینگی برادر	۱۵۰۰
		متفرق مکانات دہلی	۳۱۹۰۰

یہ فہرست اُس عہد نامہ کی ساتھ نسلک تھی جو دولت راؤ سینہ دھیا اور سر کا کمپنی بہادر کے دریں ہر دو سبزی خلیہ کو ہوا تھا۔ اور ابھی تک گورنمنٹ ہند کے دفتر خارجہ میں محفوظ ہو۔

مرہوں اور انگرزوں کی وظیفہ خواری

سید ھیانے بادشاہ کے اختیارات سلب کر لئے بلکن کلہ انصاف یہ ہے کہ مراثا ہی کی تو قیر و قار رکھنے میں کوئی دفیقہ فرگنا شت نہیں کیا۔ مرہٹے کرتے تو پسند جی کی تھے بلکن ب احکام بادشاہ کے نام سے جاری ہوتے تھے۔ سکہ نام مریا سندھ میں بادشاہی کارائیخ تھا اور بعض رمیں الجھی تک سالانہ نزد دنیا زاد پیش کش وغیرہ حضور سلطانی میں ارسال کرتے تھے۔ اقبال مند ما و صورجی ۱۲ فروری ۱۸۹۷ء کو پاکستان نام تجویز کر دنیا سے رہی ہوا۔ اور اسکے بھائی گاہیں پسند پتا دلت راً مسند نشین ریاست اور جانشین منصب دکالت ہے۔ شاہی رعب و دواب ب دستور رہا ہر ایک ضروری فرمان پر شاہ عالم بادشاہ غازی کی نہت اور تو تھی۔ اور تاک کا نظر و نسق بادشاہ کے نام سے تھا۔ فلاک بر قرار کو مغلوں کی اتنی غرت بھی ناگوار ہوئی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے مرہٹوں سے پھر جنگ پھیڑی۔ شدھیا کے یورپی انگریز میں انگرزوں سے سازش کی۔ شمالی ہند کے تمام شکم قلعے کمپنی کے قبضہ میں آگئے جہنا کے بائیں اکنار سے پرہمیوں کے مقبرے سے قریب لاڑکانہ نے مرہٹوں کو شکست فاش دی۔ ستمبر ۱۸۹۸ء کو جنرل اکٹلیوں نے دلی کے قید شہنشاہی شہر پر مالی اور فوجی عمل خل کر لیا اور عالم مرہٹوں کی تبدیلی نے بھل کر انگرزوں کی خالصیت میں کیا۔

تَعْرِيزٌ مِنْ تَشَاءُ وَتَشْرِيزٌ مِنْ تَشَاءُ بِسَدِيقِ الْحَنْدُورِ

کمپنی کا کوئی حریف مقابل ہندوستان میں اتنی نہ تھا۔ اسلئے سلطنت مغلیہ کا نام فائم رکھنے اور ٹھیکی آڑ میں شکار کھیلنے کی ضرورت نہ تھی۔ بادشاہی عملہ موقوف ہوا۔ احکام سلطانی ب رطافت خلق خدا کی۔ مکاں بادشاہ کا جکم کمپنی بھادر کا یا انہا بادشاہ مردوع القلم۔ اور پورش کے لئے دلیفہ تفضیل ذیل مقرر ہے۔

خسرو پر فور	۹۰۱۰۰
ولی عہد	۱۰۱۰۰
جاگیر ولی عہد	۳۰۰۰
دیگر شہزادگان و شہزادیاں	۱۰۶۰۰
مزراز دیگر صاحبزادوں (معہ جاگیر)	۳۰۰۰
شاہ نواز خاں خواجہ بیگی	۲۵۰۰
سید رضا خاں ایکٹ گرفت	۱۰۰۰
میزان کل	۸۸۱۵۰

مرہٹے پاہی تھے۔ اُنکے وقت میں جاگیر سے آمدی ہوئی تو باادشاہ کا ذیف فرآیا اور نہ
کئی کئی میڈنہ ندارد۔ غیرہ مولیٰ فوجی مصادر پڑ گئے۔ شاہی مشکلیں سوخت۔ لیکن کمپنی کے عہدوں
سوداگروں سے سوالات تھیں۔ باادشاہ کا نذر اشہ ماہ قلعہ محلی میں پہنچتا تھا۔ اور محروم عیدین
لو روزا در دیکتریو ہاروں کے اخراجات کے لئے دس ہزار سالانہ علاوہ رقم معینہ کے پیش
کیا جاتا تھا۔

لارڈ ولز لی گورنر جنرل ہند نے ۱۸۰۵ء کو ایک طویل عرضہ اشت شاہ ولی کی
بابتہ کو رٹ آف ڈاکٹر سس کی خدمت میں لندن روانہ کی تھی۔ اس کے چند فقرے عبرت
ناظرین کے لئے درج کئے جاتے ہیں:-

”اس گرفت کی ہرگز یہ خواہش نہیں ہے کہ باادشاہ ولی کو ہر یوں سے محفوظ رکھنے
اوپرشن یعنی کے عوام میں شاہی اختیارات حاصل کرے اور اُنکے دیلوں سے ہندوستانی
صوبوں اور بریاستوں پر حکومت جنمائے یا شہنشاہ موصوف کو ان صورتیں پر جو دینیں ملنا ہیں۔

میں شامل تھے یا ہیں بطور شہنشاہ ہند کے کوئی حق جتنا نے یا مریسوں سے تنظیم فدویانہ کرنے سے باز رکھے۔

گورنر جنرل اُن مصائب کو نہ دیکھ سکے جو فرانسیسیوں اور مریسوں کے ہاتھوں سے شہنشاہ اور خاندان تیموری پر ٹکری تھیں۔ مغلیٰ اور شکستہ حال میں تبلائیں خاص کر بطور شہنشاہ کی حالت سقیم چشم انسان سے نہیں دیکھی جاسکتی۔

لہذا اور یا کسے جمنا کے کنارے کے قطعات زمین حسب قدگرد و فواحِ دری میں شامل ہو سکتے ہیں خاندان شاہی کی پروردش کیلئے دُلے جائیں۔ وہ آراضی رذیفہ نش کے چارچ میں رہے لیکن حضور کے نام سے آدمی مجھ کیجاۓ اور انصاف اُن قواعد اور ہدایات کے بوجب کیا جائے جو سرکار انگریزی منتظر کرے۔

حضور کو ایک دیوان اور چند اہم کار مقرر کرنے کی اجازت دیجاۓ۔ عدالت ہائے انصافِ دری اور اُسکے متعلقات کے لئے شرعِ محمدی کے مطابق قائم ہوں۔ عدالت فوجداری کا حکم جو طویل قید یا نزدیکی دوت کا ہو بغیر حضور کی مرضی کے عمل میں نہ لا جائے۔

پا عائش کے دعوے، ہمدردی کے افرار کی دکن پر ہوئے ہوئے کینہ صفحات سے ظاہر ہو گا ہے کیا الصلحت جو غیرِ رودہ کھوئے

جادو دہ جو سرکار ٹھہر کے بُولے

لیکن ایس کلام نہیں کہ ہمارے مودوح کے والد میرزا اکبر شاہ کی حالت پہلے سے بد رہا ہے تر ہو گئی۔ مریسوں کے وقت ہیں کوٹ فاسکم کی جاگیر سے صرف تین سو اینہن ہزار ماہوار کی آدمی تھی اور وہ بھی غیر مستقل؛ اب دس ہزار ماہوار انگریزی خزانہ سے ملنے لگے اور جاگیر کی آمد

ارقم بالائی۔ دلی عمد کے بیٹے پاؤں کو بھنی سب تگا زیادہ عیش میر ہوا اور مرزا ابو ظفر نے اپنی زندگی کے چند سال ٹری بیفکری سے بسر کئے اسی زمانہ کی دچک پ تفریخوں کا ایک مقام ہے ہے۔

تو جو فتابی پہ کل رات کھڑا کاتا تھا
بندھگی تھی ہو اگانے کی در تبریز کے مردا
ساتھ ہر تماں کے جی تھا کہ اڑا جانا تھا
کیا کہوں رقص کا عالم عجب نداز کیسا تھا
اٹھ کر اتھر پ تو رکھ کے لگا جب چلنے
ہاتھ، ہم ملتے تھے دل تھا کہ ملا جانا تھا
وامن اپنا تو اٹھا چلتا تھا اس نداز کیسا تھا
گھیرا دامن کا مجھے گھیر کے لے آتا تھا
آنکھ چاہت کی ظفر کوئی بھلا بھپتی ہو
اس سے شرماتے تھے ہم ہے وہ شرماتا تھا
پہ ساغر بھی اسی دو رکی عکسی تصویر ہے:-

جام ہے شیشہ ہے ساقی بھی ہو بسات بھی ہو
پکھ تو ہے اپنی طرف کے طلب ساغر ہے
اوہ ساقی کی کچھ امداد و مدارات بھی ہو
خم خم خالی ہو تو خم پاس دھرا ہے لبریز
خواہش صلن بھی ہو جائے ملا قات بھی ہو
ساز و طرب بھی ہو اونسہ بھی ہو رقص بھی ہو
ساتھ ہر تمار کے آنکھوں سے اشارات بھی ہو
ہاتھ گردان ہیں ہک اور لطف و عنایات بھی ہو
یار ہے یار کے ہے ساتھ ظفر و بس و کنار،
اوہ اگر چاہئے پکھ بات تو وہ بات بھی ہو

یہ خوب بھی اسی عمد کا ہے:-

عمر کرتا ہوں بسرا اپنی پریویوں کے پنج

ہوں وہ انسان کہ رہتا ہوں پرستان کیچھ

وفات شاہ عالم

رمضان ۱۲۲۷ھ مطابق ۱۷ نومبر ۱۸۰۲ء کو شاہ عالم شانی نے انتقال کیا۔ اپنے مورث اعلیٰ شاہ عالم اول کے فریب سی کی بنیاد پر ہوتی مسجد واقع قطب صاحبین دفن ہوئے اور قلبہ کی دُنیا بدل گئی۔

تاریخ وفات امیر نظام الدین فخر الشعرا

شود بس روئے زمیں سے یہ اٹھا
ہے کہون آتاب سلطنت

کابر شانی کی تختہ شیئی اور ولی عحدی کا قضیہ

ابوالنصر معین الدین اکبر شاہ شانی اپنے والد کی وفات کے بعد رمضان ۱۲۲۷ھ میں مند نشین ذلیفہ خواری ہوئے۔ ہوا خواہوں نے "جمیز عشرت پرویز" سال جلوس قرار دیا لیکن قائمت کی نار سانی کو صیاد کیا کرے۔ ایک پنج کی سر رہ گئی!

بپڑ کر دباس خلافت کہ بسر شاہ (صباہی) بشرت دولت و اقبال عزیز ما نوس سر دش غیب زرد کے بدیہی یک ناگاہ "جمیز عشرت پرویز" گفت سال جلوس

۱۲۲۰ + ۱۲۲۱

۱

سر کا کہنی بہادر کی طرف سے نذر پیش ہوئی۔ سلامی کی توپیں جلپیں جشن تختہ شیئی دھوم دھنم سے ہوا در زمیناً بینا شاہ عالم کا اندر دختر سرما پیدا ہوئی۔ نعم لٹایا گیا۔ ارکین کو انعام

متقین کو خیرات تقسیم ہوتی۔ لیکن کوٹ فاکم کی جاگیر و بربڑوں کے وقت سے دارث تاج و
تحت کے مصادر کے لئے نامزد تھی اماں شاہی میں شامل ہوتی اور خلعت اکبر رضا ابوظفر
کو خدمت عطا ہوا کہ اُسکی ولیمہدی مرض خطہ میں آگئی۔ زواب ممتاز محل جو باڈشاہ کی سب
نیکوں سے صورت و پیرت میں ممتاز تھیں اپنے بھائی مرا جہانگیر کو منصب ولیمہدی سے
متاز کرنا چاہتی تھیں اور بیکم کے اثر سے ہندوستان کے اُس قدیم مہاراجہ کی طرح جسے
بیوی کی خاطر سے اپنے قابل ترین بیٹے گوچودہ رس کیلئے بن باس کا حکم دیکر جھوٹے رُٹ کے
اکور اشت کا تھی تواریخ اکبر شاہی نے بھی جہاں گیر کاظم پر ترجیح دینے کی کوشش کی۔
انگریزوں نے اس باتفاقی سے باڈشاہ کو باز کھانا چاہا تو جاں پناہ نے تھے تکلف کر دیا کہ
”ابوظفر پیرا بیٹا ہی نہیں ہے۔“

مشترک اچھوڑہ اٹیں کیپنی کیفارست دلی کے رزیڈنٹ تھے۔ وہ اپنی شرافت
سے خاندان شاہی کی تنظیم ذکریم کرتے۔ باڈشاہ کے دربار میں معمولی امیروں کی طرح قیلس و
کورنیش بجالاتے اور مرازا ابوظفر کی بہت عزت کرتے تھے۔ انہوں نے مظلوم شہزادے کو تسلی
و تشفی وسی اور اُنکے حقوق کی خلافت کا وعدہ کیا۔

ظفر خنوروں کی پلطف بجست میں اپنادل بھلاتے اور غم مالتے تھے۔ فکر شعر میں صح
ہو کر انکار دنیوی کو فراموش کرتے۔ اور رات کا کچھ حصہ عبارت دریافت میں صرف کرتے تھے
بجالس حال و تعالیٰ میں شرکیک ہوتے۔ اذکار و اشغال حضوری سے صفائی قلب حاصل کرنے کی
کوشش میں صروف رہتے تھے۔ سلطنت ظاہر نصیب ہونے کی امید کم تھی حکومت باطن
کی جتوں میں سرگرم تھے کہ یکایک اکبر کے منتظر ظفر فرزند مرازا جہانگیر کی آدارہ مرادی اور خود کی
زندگ لائی یا کسی مظلوم کی آہ نیم شبی نے تاثیر دکھائی۔ ایک نیکین جنم میں اخوذ ہوئے،
عدالت سے سزا سے قید کا حکم صادر ہتا۔ لیکن باڈشاہ کی خاطر سے رزیڈنٹ نے عالمانہ

اختیارات صرف کئے اور حشمت نامی کیلئے لا آباد میں نظر ہند کر دیا۔
کیسی تدبیر سے حرب وہ کرے اپنا کرم
کام گز بڑے ہوئے بجا ہیں یو نہیں آپ سے آپ

هزار جماعتیں لکھنؤ میں

لا آباد جانے سے قبل شہزادہ صاحب لکھنؤ تشریف لائے۔ نواب دزیر کے
وار احکومت میں ولیعہد ولی کے آئے کی خبر گرم ہوئی۔ شہر کے بھام مس رزیڈینٹ کے مقابل
کو نکلے۔ شہر خوب سجا گیا۔ کوچہ و بازار تماشا یوں سے بھر گئے۔ نواب دزیر نے ایک سو یک
اشرافی نذر گزرانی۔ سلامی کی توپیں چلیں۔ شہر میں اشارہ کرتے ہوئے داخل کوٹھی فتح بخش
ہوئے۔ شاہزادہ کا باب اگر زی خدا۔ سر پکالی ٹوپی۔ ترکمانی دلابیتی لو اڑیں کر۔ بڑا
پچواںی خدا رحمتی کے ماتھے پر تھا۔ بعد چارے پانی کے کشتیاں نذر کی پیش ہوئیں۔ چار
گھوڑے کی گھاڑی پر سوار ہو کر سپند باغ میں داخل ہوئے۔

دو سو کے دن نواب دزیر مس رزیڈینٹ اور مرشدزادوں کے حاضر ہوئے۔ چارے پانی
کے بعد سب کی نذریں علیٰ قدر مرابت گذریں۔ نواب دزیر کو ہفت پارچہ غلط عطا ہوا۔
ہر پارچہ پر نذر و یک آواب بجا لاتے تھے۔ رزیڈینٹ کیلئے صرف دشالہ اور دمال کا حکم ہوا
تھا۔ مگر نواب دزیر کی فرمائیں سے پانچ پارچہ کا خلعت عطا ہوا۔ رزیڈینٹ نے نادانستگی
سے چاہا کہ ہر پارچہ غلط پر آواب گاہ سے جبرا بجا لائے مگر خواص شاہی نے کہا کہ منصب
صرف دزیر غلط کا ہے۔ رزیڈینٹ بہت منفضل ہوئے اور انہوں کیا کہ اس طبقہ میں تحقیق
لائے بغرض نواب دزیر نے کوئی و تیقہ مراسم ہمانداری کا فروغ نہیں ہونے دیا اور

تباہے دل تھی کہ صاحبِ عالم کی خدمت اپنے کھانے کے بادشاہِ دہلی کی خشنودی نزدیک ابھاش ہوا اور کہ درت ہائے اضیحہ رفع ہو جائیں لیکن شہزادہ کے عادات و اطوار ایسے بگڑے ہوئے تھے کہ زیادہ عرصہ تک صفائی قلم رہنا محال تھا۔ اشرف عین حال نام ایک شخص تاریخ بجا تماشہ اسے اپنا ذریعہ حنسی کیا اور وہ فرمادا ہے اودھ سے ہر سری کا دعویدار ہوا روزانہ صبح کا شہزادہ بنداقبال گھوڑے پر چرتے اور شہر کے گلی کر چوں میں بے تحاشا گھوڑا دوڑاتے تھے ایک دن خاص نجاح میں گھوڑا پھیرنے لگے۔ کئی پچھے کچل گئے میلن آپ کے دل مبارک پر چکڑا شہزادہ۔

اربابِ شاطر کے طائفے روز و شب موجود رہتے تھے اور شہزادہ کا بیشتر وقت عینی غرفت میں گذرتا تھا۔ تقدیر کا کھیل! ایک طوائف "دامری" نام سے جواناچ میں بنے نظیرِ ہمی آنکھ ملڑی، دل طار، اور وہ حرم شاہی میں داخل ہو گئی۔ زواب دزیر کو رسخ ہوا، رزیذ نٹ کے پائیں میچیا کہ اطوار شہزادے کے خراب میں۔ رزیذ نٹ پہلے سے خارکھائے تھا۔ اُنے قطعی حکم دیا کہ شہزادہ فوراً الکھوئے رخصت ہو جائے۔ چنانچہ اسی روز پر دُشب میں الہ آباد پہنچے گئے اور خسر و بارغ میں تھیم ہوئے۔

پھولوں کا چھپر کھٹ

زوابِ ممتاز محل بیٹے کے فراق سے نیجان تھیں اور شہزادے کے والپس بلانے کیلئے اکتوبر شیں ہو رہی تھیں۔ ناز بردار ماں نے مشت مانی کر لیا کاچھ مسلک ائے تو خواجہ سنجیار کا کی وجہ کے مزار پر پھولوں کا چھپر کھٹ اور غلاف ٹھڑھاؤں گی شفیق باب نے انگریزوں کی ضاحر مدارات کی شہزادے کا تصورِ معاف ہوا اور ماں باب کی آنکھوں میں نور آیا۔ تلسم میں رت جگے ہوئے

خیزبرات کی دھوم بھی اور ملت پر می کرنے کیلئے قطب صاحب کے مزار پر غلاف اور رجہولوں کا
چھپکھٹ چڑھایا گیا۔ پھول والوں نے اپنی ایجاد سے چھپکھٹ میں ایک پنکھا بھی پھولوں کا بنائکر
لئا کا دیا۔ اُسوقت ولی میں دہبیوں اور بدعتیوں کے اکھاڑے نہ ہے ہوئے تھے، شاہ سید احمد
اریوی اور مولوی اسماعیل شہید جھنولوں نے بعد کو سکھوں پر جہاد کیا اور شکست یافتی۔ صلاح رسم
والا خلاق کی کوشش کر رہے تھے۔ قبر پر پی کو منع کرتے اور میلوں میلوں کی شرکت پر شرک کے
قوتوں سے صادر کرتے تھے۔

پنکھے اور چھپکھٹ کی خفت خالفت ہوئی۔ دنیا کے قدیم دستور کے مطابق جب قدر زیادہ
خالفت پر اصرار کیا گیا اسی زیادہ جوش کو استقلال ہوا۔ ہر عرب کو سلطان پسند ہے نہ ساست۔
پنکھا ایسا مقبول ہوا کہ آج سورس کے بعد بھی جبکہ اکبر ہیں نہ جہاگیر نہ اُنکی سلطنت اور
دلی عمدی پھول والوں کی یہ رسال کے سال ہوتی ہے، برسات کا زمانہ، ساون بھادوں کا موسم
بڑھے جمعہ کا قطب صاحب میں ہنگامہ رہتا ہے۔ پنکھے چڑھائے جاتے ہیں، عین سید کا دن
بھولات ہے اُس روز ساری دلی مہروں میں کٹھج آتی ہے۔

زبوجھو اہل محشر سے دیا اؤں کی بتایا،

یہاں جمع سنا یاں بھی تلاش یا میں آئے

مزابرلنظر صونی مشرب تھے اور کثرت میں وحدت کا جلوہ دیکھتے تھے۔ ایک مخفی "پنکھے"
کے فضائل پر لکھا یا۔

نہیں متوجہ تعظیم و ذیارت پنکھا	جو کیسی اہل شریعت کے ہی بدعت پنکھا
اک تباشا ہوئے کہتی ہے خلق تپنکھا	رکھتی ہو گئی ہنگامہ عشرت پنکھا
اکش شوق کر ہے موجب شدت پنکھا	

لور وال طاف د کرم کی ہو یہ سب اسکی جگہ کوہ نظاہر ہے نکلت اور اک باطن ہیں نک
اس تماشہ کی نیکوں دھوم ہو افلات تک آفتابی خجل جمکی ہے خور شید فلک
یہ بناء س شہ اکبر کی بدولت نکھا

شان اس سیر کے سلسلہ ہیں با دیدہ ول دا قمی سیر ہے یہ دیکھنے ہی کے قابل
چشم انجم ہونہ اس سیر پر کیونکر مائل سیر پر دیکھتی ہے سیگم وال منزل
جسکے ایوان کار کھے اہ نسبت نکھا

(ذیگم سے متاز محل کی طرف اشارہ ہے جنکا سوت طوطی بول رہا تھا اور جو مرزا
ابوظہب کو منصب ولی عمدی سے مزول کر اکے اپنے ذریعہ کو داریت سلطنت بنانا
چاہتی تھی)

زنگ کا جوش ہے ماہی سے زیں ماہ تک ڈوبے ہے زنگ میں بدبوش سے آگاہ تک
آج زنگیں ہیں عربت سے لگھا شاہ تک رعفان زار ہے اک باغ سے درگاہ تک
دیکھنے آئی ہے اس زنگ سے خلقت نکھا

عشرت عیش کا ہے باغ میں اب نوہ عجب عرق ثینم گل ٹپکے ہے گری کے سب
بل طلب غنچہ نہیں ناز سے کھوئے ہوئے لب شاہدان چمن اسد میں جو سگرم طلب
وامن با وسے چاہیں ہیں پیشہ نکھا

حکمتیں دیکھ کے پنکھے کی کہیں اہل حشد کوہ ہے غم کی طرف اور رہا دت مرد
ایک پیس نے اس اشارہ سے یہ پایا مقصد ہے تماشا نیکوں کو اپنے بلا ماشاید
دست جناب کی جو رکھتا ہے ثبات نکھا

لہ بیک سے مقصود اکبر شناختی ہے ॥

مردوزن شاہ دگدا کو کپڑے کے وہ بس میں کچھا
جو ہوا خواہ میں پکھے کی پیر درنا
کی ہے ہنگامہ عشرت نے قیامت برا
ہر طرف شور سا ہے اور بیسی ہے غوا
ایک نیزے پر ہے خود شید قیامت پکھا

امزاد جانگلر کی ال آباد سے واپسی ظفر کی ولیمہدی کے لئے فتحہ عشرت کم نہ تھی.
(پنکھا حاضر خود شید قیامت ہونا چاہیے !!)

سیر و سوت ہے اگر کچھے پکھے کا جلوس
یعنی اک زنگ میں سب باعث بگیں بلوس
کیوں نہ پکھے سے دل طاعیاں ہو اوس
اٹا لٹکا ہے یہ پڑھنے کو ناز معکوس
کوئی عابد ہے بڑا اہل ریاست پکھا

دل گرنتوں کی سیاں کیوں نہ تو فتح کی مزاج
یہ تماشا مرض عشم کا مجرب ہے علاج
ہر طرف عیش کا سامان ہے عشرت کا راج
لئے ظفر خاطر یار ان کے ہوا خواہ کو آج
فرحت افزای ہے دم گرمی صحبت پکھا
(سبحان اللہ اول کا راز الفاظ کے ساز سے ہم آواز ہو !!)

شادی اور موت

منتوں سے فراغت ہوئی تو اس نے اپنے گل عنداز کے ہے کی بھار دکھی دھرم
و حام سے مزاد جانگلر کی شادی پر جی۔

ہبوم عیش و طربا سقدر زمیں پر ہوا
دیہر خی سے بھی ہو سکا ذا اسکا شمار
لیعتان نلکا پر ہداخوی کا بُوش
سہاگ گانے تکی زہر بنکے موستقار
شہ برات کی وہ روشنی کو حل عالی
ہور دز عید اگر آئے سامنے شب تار
شیخ ابراہیم قادر حنکی رسائی دربار شاہی میں ظفر کے طفیل میں ہو جکی تھی اور ایک نصیہ

اک صدیں" تک الشعرا خاتمی ہند کا خطاب پاچکے تھے۔
درج حاضر کیلئے حاضر دربار ہو دوق
تو ہر خاتمی ہند اور وہ ہر خاتمی مان،
تمیت کے پھول لیکر حاضر ہوئے۔

شما! ہر آج اسی شاہزادہ کی شادی	جمان جو ہے جہاں گیر شاہ نیک اطوار
وہ شاہزادہ ہے پر ہے بھی سے شاہنشاہ	وہ شاہزادہ جوان ہے دلے کمن کردار
کو سرب بستہ سے شادی فرزند	مبارک آپ کو ہوا سے شہر پسر و فار

۱۲۳۵ ۱۹۳

ل = ۳۰ + ب = ۲

شما! خدا سے یہی ہے مری دعا ہر بار کرشادیاں ہوں شبستان میں یک لیل دنمار
بھاگیر شاہ کی "نیک اطواری" ال آباد کی نظر سندھی سے ظاہر ہے۔ اور "کمن کرداری"
کا ثبوت بہت جلد آنکھوں کے آگے آتا ہے۔ البتہ ذوق کی یہ دعا ضرور قبول ہوئی کہ باشد اس کے
شبستان میں "لیل دنمار" شادیاں ہونے لگیں۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد دوسرا شہزادہ
مرزا سلم کا بیان رچا۔ یہ بھی دو سکنی بر پسیحدہ کے ایسیدوار تھے۔ اور مرزا جہاں گیر کی "نیک
اطواری" افسریح ہونے کے بعد انکے لئے بھی دارث تاج دخت قرار دئے جائیکی کوشش
ہو رہی تھی اُستاد ذوق کے "افن دل پر" پھر "عیش و طرب" کا ہجوم ہوا اور در شہو اور اعلیٰ
بنجھا در ہونے لگے!!

آج اس شاہ کے فرزند کی ہو شادی طو	کے شجاعت میں وہ رسم ہو سخا میں حلقہ
گران دہ ہٹلی خدا۔ شاہ جمال اکبر	جس کی ہمت کے ہوں دریوزہ گار باب تم
شاہ کا پوچھو جو فرزند تو شہزادہ سلم	ہو سلامت روی اس کی پسلامت منضم
رقہ شادی کا ہے اس زنگ کے تحریر ہوا	کہ جوانانِ چمن آئیں جو مل کر باہم

شاخِ گل پنے کلائی میں کلی کا گنگنا
 زرد جوڑے پہنست اپنا دکھائے خام
 عطر داں بیں گل زکس وہ بے عطر سماں
 سارے گل بھنسنے لگیں مبلیں بتیاں بکا دم
 لوگے جس ساز خدا ساز کو آغوش میں کج
 تارچھیر دگے کھڑج کانو سنو گے خپتم
 اڑنگر سر شیر میں سے جہاں بھول گیا
 کسواراگ کے نغم کے ہو کوئی اور بھی کم
 بیاہ کی شب وہ تجل خاکہ اللہ
 کھنچ کو کرتے ہو نظارہ جہاں کا جب
 کبھی یہ جلوہ ہے دیکھا نہیں بکھو بکی قسم
 نہ پہ نو شاہ کے یوں سہرو زر تار کی زیدا
 رونمای پر لگی رشکاں سے نہ رہ گانے
 غیت راز چشم کنم رونے تو دیدن ش فہم
 طفر کے دیوان سوم میں ایک ہمارے ہے جو انھیں دونوں کی شادیوں میں سے کسی ایک
 سے تعلق رکھتا ہے۔

یہ سہرا شاہ کے جان و گجر کا ہو سہرا
 عجب طرح کی شیان و شکوہ کا ہو بیاہ
 ہوا نصیب پدر کو پسر کا ہو سہرا
 نہ نہ شاطئ نہیں خرمی کر دیکھنا آج
 چڑھا طرب کا جو دریا تو آیا کشتی میں
 جو حل ہیں گل احر قومو تیا نگوتی
 یہ سہرا پھول نکال مل دگر کا ہو سہرا
 جواب چڑھا شمس دفتر کا ہو سہرا
 وہ تیرا چاند سا کھڑا کر جسپا دلقا
 بندھا ستاروں کے تما نظر کا ہو سہرا
 شاریوں کی دھوم دھام تھی۔ ولیم دی کا نصب کبھی مزاجا ہا نگیر کو عنایت ہوتا اور
 کبھی شہزادہ سلیمان کے لئے دعیت رکھا جاتا تھا۔ دراشت آبائی کے اصلی متین پنے دل مخروں کو
 یوں تسلی دے رہے تھے۔

ری محس دیوان اول میں شامل ہے اور تینا اسی کی سپرسی کے عمد کی یاد گاری ہے)
 تم کرتا ہو بھیری سے کیا کیا آسمان پیغم دل اسکے ہاتھ سے پر درد ہو اور چشم ہو پر من
 اکروں تک پر نشکوہ گرچہ ہونگے لاکھ غم بہنسم کہے جاؤ بھائیں پھرم ہی جبتا ہے دم میں فرم

خدا دارم چہ غم دارم۔ خدا دارم چہ غم دارم خلاکے ہاتھ سے کیا کیا مرادیں نجاستا ہو
 خلاکے ہاتھ سے کیا کیا مرادیں نجاستا ہو کہاں اشکوں کا دریا چشم دے دن ات بھاہو
 نہیں ذرست ذرا غم سے اسی میں غرق ہتا ہو مگر اسید حق پر حبہ لڑکرنا ہے کتنا ہے
 خدا دارم چہ غم دارم۔ خدا دارم چہ غم دارم

بلاسے گرنہیں کوئی رفیق داشتا میرا خدا پر دھیان ہے میرا نگہداں ہو خدا میرا
 خدا آس ان کے گاگو ہے مشکل میرا خدا حامی ہے میرا اور خدا مشکل کشا میرا

خدا دارم چہ غم دارم۔ خدا دارم چہ غم دارم نہیں غخوار کوئی کون کر سکتا ہے غخواری
 تو ق جنے یاری کی تھی رہ کر تے ہیں عیاری زبان ہو جتنا ہوں مید ملکوئی
 خدا سے اپنے میں کھتا ہوں مید ملکوئی خدا سے اپنے میں کھتا ہوں مید ملکوئی

خدا دارم چہ غم دارم۔ خدا دارم چہ غم دارم اکوئی مفرد اپنے زور پر ہو کوئی دولت پر
 کوئی نازاں شکوہ شان پر ہو کوئی خشت پر ظفر بھی کیا یہیں لے نقطاً لسکی عنایت پر
 خوشی سے ہیں یہی کھتا ہوں ضلیل پنی قست پر خدا دارم چہ غم دارم۔ خدا دارم چہ غم دارم

صدق دل سے ملک الملک پر بھروسہ کر بیو لا کبھی نقصان میں نہیں رہتا۔ من
 یتو کل عسلے اللہ فھو حسبتہ کار ساز دو عالم نے ظفر کی گلڑی یوں بنائی کہ مرا جانگیر کی
 عقل پر پڑہ پڑگی اور ایک ایسی نادانی کی حرکت کر بیٹھے کہ دلیحدی ہمیشہ کے لئے خواب خیال

ہو گئی۔ ان کو انگریزوں سے سخت نظرت تھی۔ بچھلی نظر بندی اور ذلت و رسوائی کا دل پر لفڑ تھا۔ میر اشیٹن رزیڈنس سے چونکہ وہ مرزا ابوظفر کی علی الاعلان اپنست پناہی کرتے تھے سخت شخص و عزاد تھا۔ ایک دن غصہ کی حرارت ایسی تیز ہوئی کہ بغیر سوچے بھی رزیڈنس کی بہت توہین کی اور پتوں کا فر کر دیا۔ گولی ٹوپی پر لگی اور بڑے صاحب کو صدمہ نہیں ہو چکا لیکن یہ جرم ناقابل معافی تھا۔ بادشاہ کی سی بیسود ہوئی اور وہ گرفتار کر کے ال آ بازی بھج دئے گئے۔ ماں اپنی حضرت و نلامت فراموش کرنے کے لئے دن رات خنور رہتے تھے۔ دربار شاہی کے نام طبیب بحیم اشرفت خان محلج تھے لیکن شراب کی کثرت سے رذشی بیماریاں پیدا ہوتی تھیں اُخڑ کارہٹ میں دہیں تضاد کر گئے۔ ماں کے اصرار سے غش دلی منگانی گئی۔ اور سلطان نظام الدین اولیا کی درگاہ میں محمد شاہ رنگلے کی قبر سے متصل انکے لئے ایک خوبصورت مجھ بنوایا گیا۔

اسنکے صرف ایک بیٹی تھی جو بعد کو مرزا فخر دلیمہ بہادر شاہ سے نسب ہوئی۔ اور اسکے ایک فرزند ابو بکر نام پیدا ہوا۔ مرزا فخر و سلطنت کی حضرت دل میں لیکر زبردہ ہی نہ سے ہلاک ہوئے۔ ابو بکر کا گولی سے کام نام ہوا۔ ابو بکر کا بیٹا سہرا بخدر کے قتل عام کا شکار ہوا۔ اور جہاں گیر کا نام و نشان ہٹ گیا۔

ملکت کا حال زار

دلیمہ دی کا تضییہ ختم ہوا۔ کمپنی بہادر نے اعلان کر دیا کہ وہ سوائے مرزا ابوظفر خلف کے کیکو دارث تاج و سلطنت تسلیم نہیں کر سکی۔ لیکن اب زرایہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس سلطنت کی کیا تیمت تھی جسکی دراثت کے لئے یہ محکمہ کبھی پڑے ہے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے

کہ ایٹ انڈر اکپنی نے رہوں گلکت دیکشاہ عالم کو اپنی خانوت میں لیا تھا اور ساروں سے
اطھاسی ہزار ماہوار نہیں مقرر کی تھی جبیں سے ساٹھ ہزار حضور کے ذاتی مصارف کیلئے اور $\frac{1}{3}$ اور ۲۲
ہزار شہزادوں اور دیگر متوسطین کے لئے مقرر تھے۔ گورنمنٹ نے جو عہدناامہ تحریر کیا اسی مندرج
تحاکر "جناک" مغرب طرف کے مالات بادشاہ کی جائیداد مخصوص ہو گئے۔ اسکا انتظام رذیغ کے
پسروں ہے لیکن بادشاہ کے اطمینان خاطر کے لئے شاہی مصدقی کچھی نزدیکی میں حاضر کر
ان مالات کی آمدی خپ کا حساب مرتب کیا کریں گے اور بادشاہ کو مطلع کرتے رہیں گے۔
اراضی خالصہ سے اسقدر آمدی ہوئی نہو گر بادشاہ کو انگریزی خزانہ سے حسب فیل روم
ماہوار نذر کی جائیں گی۔

حضور پر فور ۴۰۰۰
دیمہدم جاگیر ۱۳۵۰۰
دیگر شہزادگان و شہزادیاں ۱۰۵۰۰
مرزا یزد بخش مع جاگیر ۳۰۰
شاہ نواز غان ۲۱۵۰۰
<hr/>	
میز اسکھ ۸۸۵۰۰

فرج اور پوس دخیرہ کے اڑا جات آزادی بلکہ بھی برداشت کریں گی اور ان مالات کی
ملک کا سی خام بادشاہ کے نذر ہو گی۔

اگر کاشت میں تو مس ہونے یا رعا یا کی حالت میں ہبھی واقع ہونے سے ان مالات کی
آمدی میں اضافہ ہو تو بادشاہ کی پیشکش میں بھی صدقی اضافہ کیا جائیگا۔
ریگوں نہ بہٹانہ کی دفعات ۲۴ و ۲۵ میں صاف طور پر درج تھا کہ "جناک"
واہنے کا سے پر جو مالات میں انکی آمدی ہر جمیٹی شاہ عالم کے لئے نامزد ہے"

گولیشن نمبر ۱۹۰۶ کی ذخات ۲۰۷۔ گولیشن نمبر ۱۹۰۷ کی ذخات ۲۰۸۔ گولیشن نمبر ۱۹۰۸ کی ذخات اور گولیشن نمبر ۱۹۰۹ کی ذخات میں بھی ایسا ہی تذکرہ تھا لیکن پچھلے عرصے کے بعد دیوبند کی نیشن میں ہزار کی کمی کرو گئی اور شاہ نواز خاں متول شاہی کاظمیہ ان کے انتقال کے بعد بند کر دیا گیا یعنی ماہواری نیشن بجائے ۵۰۰ کے صرف ۲۰۰ کی رہ گئی۔ انہیے بادشاہ کے مصارف بوجہ معاذوری کے بہت کم تھے اور سال ہزار ماہوار انکی ضروریات کے لئے کافی تھا بلکہ کچھ پس انداز بھی ہو جاتا تھا۔ اکبر شاہی تخت پر نیٹھے تو ان کی ظاہری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ بیعت میں اولو الغرمی اور تعمیرات سے ڈپسی تھی۔ اور ۱۷۷۰ء خرچ کرنیکا شوق تھا جن تخت شینی اور شہزادگان جہانگیر و دیلم کی شادیوں میں دل کھول کر صرف کیا گیا۔ جلوس سے سال ہی دو سال کے بعد قلعہ کے من برج سے ملا ہوا ایک ستفت برآمدہ نہایت خوبصورت بنوایا گیا۔ جبکہ بھروسہ کے کی حرازوں پر ایک کتبہ اسونت تک ان کی فراخ حوصلگی کی یادگار ہے۔

نیشن مصیح یا سخ این بناسید بنشیمنے عالی اساس اکبر شاہ

۱۹۰۸ء

لاہوری دروازہ کے سامنے قدیم پل کی مرمت باہتمام" والا درالدولہ رابرٹ مکفرسن صاحب بہادر دلیر حنگٹ کرائی گئی مرتباً ٹھوٹی تاخت میں طمع کے "اسد برج" کو نقصان پہنچا تھا وہ از سر نبوایا گیا۔ مسجد جامع دری کی مرمت ہوئی۔ اور سلطان نظام الدین اولیار کی درگاہ کا برج سنگ مرمر کا تمیز کرایا گیا۔

سائچہ ہزار میں ان شاہانہ حوصلہ مندوں کی کمائی کیا تھی۔ شاہ عالم کا اندر و خست سڑاہ بیدر نے خرچ کیا گیا۔ اور جب وہ ختم ہوا تو اکبر نے غل مچانا شروع کیا کہ پٹکس بہت قلیل ہے اسیہل ضا فہ کیا جائے۔ مسٹر آرچبولڈ اٹھیں جو نیشن مائیں سے ۱۸۴۸ء کے دل کے

رزیز نٹ رہے خاندان شاہی کا احترام کرتے اور بادشاہ کے مصائب سے ہمدردی رکھتے تھے۔ انہوں نے سفارش کی۔ محلات جاگیر کی آمدی بھی انگریزوں کی داشتanza انتظام سے بڑگری تھی پونہ اعیینہ بن کی تعداد ایک لاکھ ماہوا مقرر ہو گئی، یعنی ساڑھے گیارہ ہزار کا اضافہ ہوا۔

بیکری اور علیش پرستی نے متولیین قلعہ کی آبادی بہت بڑھادی تھی۔ شہزادوں اور مرشدزادوں کی تعداد کثیر تھی۔ شاہ عالم کے پیشوں پتوں کی بڑی بڑی تعداد میں تھیں شاہی دعویٰ کے وقوف پر اکبر و چنگیز کی قائم کی ہوئی، دسموں پر عمل کیا جاتا تھا۔ اس خفیہ ضاد سے بادشاہ کی احتیاج اور شہزادوں کی مفلسوں کی نیک سکرودور ہوتی؟

شہزادوں میں بُری۔ دغا بازی۔ خوزری کی خصلتیں جو بستہ اور افلاس کے لوازم ہیں پیدا ہو گئی تھیں۔ آوارگی۔ بدمعاشری اور شراب خواری کی عادتیں جو شاہی دللاکت کا پیش ہمیشہ ہیں قلعہ میں رائج تھیں۔ شہر کے ہمایوں کی ڈگریاں رزیز نٹ کی کچری سے شہزادوں پر ہوتی اور ان کی تھری فرق ہوتی تھیں۔ سلاطین زادے گرفتاری کے خوف سے قلعہ کی چار دیواری کے باہر نکلتے ڈرتے تھے۔ بوڑھا بادشاہ بے بس تھا۔ بھائی بھتیجے مطلق العنان تھے اور لڑکے آزاد۔ نزقاً بوجھا کو انکو بد افعالیوں اور اسراف سے روکے اور نہ استطاعت تھی کہ اسکے کارہ حص کو پر کر کے قلعہ کی عظمت برقرار رکھے۔

شامیت اعمال سے رزیز نٹ کے منصب پر انسان میں سر چالیس تھیں افسوس کافی۔ مقرر ہوئے جو خاندان شاہی کی عظمت قائم رکھنے کے خلاف تھے اور جس زمانہ میں کہ وہ مدرس اشیں رزیز نٹ کے مدھکار تھے ایک مراسلمہ گورنمنٹ ہند کی خدمت میں روانہ کیا تھا جس کا ضمنون حسب ذیل بتایا جاتا ہے:-

”یہ اس پالیسی سے موافق نہیں کرتا جو مدرسین نے خاندان شاہی کے ساتھ

اختیار کر کی ہے۔ شخص بُرش گورنمنٹ کی طرف سے دہلی میں حکمرانی کیلئے مقرر ہو وہ بادشاہ کی تعظیم اس طرح کرتا ہے جس سے بادشاہی قوت کے بیدار ہونے کا اندازہ ہے۔ حالانکہ تم اسکو رہیش کے لئے مدد اینا پا ہتھے ہیں۔ ہمارا مقصود نہیں ہے کہ بادشاہ کو شاہی کے اختیار و اختدار دوبارہ حاصل ہوں۔ اسلئے ہم کو ایسی حرکتیں نہیں کرنا چاہیے جن سے اسکے دل میں اپنی سلطنت حاصل کرنیکی تمنا پیدا ہو۔

یہ صاحب بر سرا اختیار مولے تو شہزادوں کی تذلیل اور بادشاہ کی توجیہ کرنے لگے بلکہ بعض ایسی حرکتیں انکی جانب فسوب کیجاتی ہیں جو بعد ازاں انسانیت ہیں۔ شاہی مقصدی جو عالات جاگیر کے حساب بادشاہ کو باخبر رکھنے کے لئے رزیڈ نٹھی میں تعینات تھے علامہ کے لئے گئے اور جاگیر کی آمدی جو بہت سے درجند ہو گئی تھی بادشاہ سے چھپائی جانے لگی۔ شہر دہلی میں تید طویل یا تصاص کے احکام پا بادشاہ کی منظوری لیجاتی تھی اور یہ ایک ہنکا شہرت بادشاہ کی ملکت شہر پر ہونے کا باتی تھا۔ یہ رسم بھی موقوف ہوئی۔ ایک موقع پر لارڈ احمد گورنمنٹ گورنر ہریزل نے صاف الفاظ میں اکبر کو خود کر دیا کہ "اپ کی بادشاہی صرف نام کی ہے اور بعض اخلاق اپا بادشاہ کے خطاب سے یاد کئے جاتے ہیں" ادستور تھا کہ بادشاہ کی سواری شہر سے گذرتی تھی تو ہر شخص شاہی آداب ملحوظ رکھنے اور آداب مجرما بجا لانا نہ پر مجبور تھا اب حکم ہو گیا کہ انگریزوں کو اشارہ رہا۔ بادشاہ سلاست کی تعظیم و تکریم کیلئے مجبور کرنا نہایت ناز ہے۔ شہر کے باشندے ہنوز خاندان ہمودیہ کی عزت کرتے اور بادشاہ سے محبت رکھتے تھے۔ لیکن کمپنی کے ملازمین کو کوئی ہمدردی نہ تھی۔ افلاس نے دیوان خاص کی یہ صورت بنادی کر دی۔ ایک بے ترتیب اور زنا کارہ سماں کا انبار خانہ بن گیا۔ ٹوپی ہوئی پاکیاں خالی صندوق بھبھے ٹپے تھے تجھت کی یہ حالت تھی کہ کبوتروں کی بیٹ سے ایسا اٹ گیا تھا کہ جواہرات بھی سکل سے خطر پڑتے تھے۔ مگر ۱۸۷۵ء میں دہلی کے رزیڈ نٹھ مطہری ط

نے مشہور سیاح بیشپ ہبیر سے کہا کہ "حالات شاہی کی وحی حالت کا سبب پختوں کی کمی نہیں ہے بلکہ ان لوگوں نے محض اپنی بے پرواںی سے ایک ایسی عمارت کی نگرانی د مرست جتنی کہ معمول صفائی تک چھٹوڑی جو خود انکی گذشتہ عظمت کی یادگار تھی" کجا داند حال ماسکساران ساطھما !!

تینمیں سے سرچارس میکاف دوبارہ دلی کے رزیڈنس مقرر ہو گئے اور شہزادے سے ۲۵ روزہ تک اس عمدہ جلیلہ پر سفر فراز رہے۔ اکبر شاہی کی رنج مصیبت کا پایا۔ ایسا بزرگی کے ایک بُونڈ کی گنجائش باقی نہ تھی۔ اپنے رُنگ کی معرفت جو لکھنؤ میں قیام پورے سکھے نواب دزیر سے سفارش اٹھوانا چاہی مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ گورنر جنرل کے پاس کیلیں بھیجے لیکن شناوری نہ ہوئی۔ آخر مجبور ہو کر بنگال کے مشورہ مصلح برہم سماج کے لیدر راجہ رام موہن رائے کو سفیر بنایا کہ لندن بھیجنے کا ارادہ کیا۔ بعد ناموں کی تعلیمیں مشکل فراہم ہوں اور قابل راجہ نے جاری چھار مبادشاہ بھگستان کے نام ایک نہایت پُر زور اور مدل عرضہ اشت بادشاہ کی طرف سے مرتب کی جسیں ان شرائط کا حوالہ تھا جو شاہ عالم شاہی کے وقت میں کہنی سے طے ہوئے تھے اور مطابق کیا گیا تھا کہ حالات جاگیر کی کل آمدی جو اسوقت قیس لکھ کے فربہ پر ٹکری تھی ادا شاہ کو ملنا چاہیے۔

اس کا آخری حصہ نہایت دردناک تھا اور نہایت عاشری سے شاہ بھگستان کی لجن اولاد تکمیریہ کی خستہ حالی اور قلعہ معلیٰ کی تباہی کی طرف منعطف کرائی گئی تھی۔

یہ عرضہ اشت اور سفارت کی سند لیکر راجہ رام موہن رائے لندن گئے وہاں خاطر مدارات کافی ہوئی لیکن مقصود حاصل نہوا۔ با اثر حلقوں میں وعدہ کیا گیا کہ اضافہ کی درخواست پر غور ہو گا مگر اکبر شاہی کا پیمانہ حیات ببریز ہو گیا اور پیمان پُر انہوا۔

ظفر کے دیوان اول میں ایک مسدس ہے جو اسی عمدہ کی آشفتہ حالی کا مرثیہ ہے۔

کیا پوچھنے ہو گردی ہر روح چبری
 ہے اس تھم شمار کا شیوه سنگری
 کرتا ہو خوار تر انھیں جنکو ہے برزی
 اسکے مزاج میں ہو کیا سفلہ پوری
 کھائے ہو گوشت زانع نقطہ تو انہما
 کی نصفی ہر زانع کماں اور کماں ہما (بُحان اللہ)
 بالکس ہیں جماں میں چھانتک میں کاروبار
 شیوه کیا ہے الٹازماں نے ختیار
 ہو موسم بھار خداں اور خداں بھار
 آئی لنظر عجب روشن لانع روزگار
 جو محل پر فریں اٹھاسکتے مردیں
 سکریں ہیں وہ دخت کہ جن میں تھریں
 با دصبا اڑاتی چین میں ہو سرپ خاک
 ملتے ہیں دبید کفت فوس گرتاک
 غنچے میں مل گرفتہ گلوبنکے گجریں چاک
 کرتی ہیں ملیں یہی فریاد دردناک
 شاداب حیف خار ہوں گل پال ہوں
 گاشن بخوار محل منیلان شان ہوں
 جائیں محل فلاکے احاطہ سے ہم کماں
 ہو ریگا سرپ چرخ بھی جائینگے ہم جماں
 کوئی بلاہے خانہ زندان یہ آسمان
 چھننا چال سے ہو جبتا کہ تن میں جاں
 جو آگیا ہے اس محل تیر و زنگ میں
 قید حیات کے ہو وہ قید فرنگ میں
 یہ گلبہ نفلکے عجب طرح کا قفس
 طاقت نہیں ہر مال کی کھی نہیں کی نفس
 جنش ہر ایک پر کی تو پرلوٹ جائیں دس
 رہ جائے دلیں مل کی نکست طرح سے ہوں
 کیا طاڑا سیر وہ پرداز کر کے
 جمیں نہ تنا درم ہو کہ پرداز کر کے (حسب حال ہر)

کیا یا جہاں میں ہو چکے شاہان فی کرم
گر کھلچ کارکھتے تھے ساتھ پنے وہ شم
آخز گئے جہاں سے تہنا سوئے عدم
دار اکماں، کماں ہو سکنڈ، کماں ہو جم
کوئی نیاں رہا ہو نکوئی یہاں بہے
پکھ لئے ظفر ہے تو نکوئی یہاں بہے

یہ منج مصیبت کی داستان کماں تک بیان کیجاۓ مختصر ہے کہ ۳۵۱۴ء میں
دلی صوبہ مغربی دشمنی میں شامل ہوئی اور اس اشتباہ کی گنجائش باقی نہ رہی کہ قیدیم دار اڑات
پر ہنوز بادشاہ معزول کی تکمیلت برقرار ہے ۳۵۱۴ء سے سکر "کمپنی بہادر" کا راجح ہو گیا۔ اور
مغل بادشاہ کا نام خارج کر دیا گیا۔ وہ اقبال متفصیر جبکا جشن شاہنشاہی ۳۰ برس کے بعد
دری مرجوم شش دھوم دھام سے منعقد ہونے والا تھا انگلستان کے تحت حکومت پر جلوہ فراز
ہوئی اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد ۳۵۱۵ء سے شام کے وقت اکبر بہانگیر کا فرزند جو
اخلاقاً بادشاہ دلی کے خطاب سے سرفراز تھا بیاسی برس کی عمر میں اس عالم کی طرف رہی جو
جہاں شاہ و گدا کا مرتبہ کیاں ہے۔

منخف گشت از نضا چوں بد
شاہ اکبر فروغ بخش جہاں
پئے سالِ دفات گفت ظفر
عشر آرام گاہ عالیٰ قدر
۳۵۱۵ء

لایفما از ڈاکٹر سر سے لید صد خاں (مرحوم)

چوں برفت از جہاں شاہ کبسر	شد سیاہ آسماں زد و دبگر
پائے شادی شکست دا ہجر گفت	سال تایخ او "غم کبسر"

بہادر شاہ ظفر کی تخت نشینی

ولیان خاص کے فروہ میں آخری بھارائی ۲۰ ستمبر ۱۸۵۷ء مطابق ۲۹ جاودی ۱۲۵۲ھ کو سینچر کے دن مزاد الظفر "بہادر شاہ ثانی" ساعت سعید میں محل سے برآمد ہوئے جامع مسجد دہلی کے امام میراحمد علی نے رسم تاجپوشی کا افتتاح کیا۔ جمنڈیاں ہیں۔ توپیں چلیں۔ نوج نے سلامی آثاری شادیا نے بچے۔ رزیڈ نٹ نے تپریش کی۔ اور سرکار پیغمبیر بھاؤ کی طرف سے تخت نشینی کی مبارکبادی۔ ولیعهد خلافت مزاد ادار اجنبت اور دیگر شہزادگان والاتبار نے یکے بعد دیگرے آواب گاہ سے مجرکریا۔ بادشاہ کے قریب جاکر نذر دی خلعت پایا۔ درسرے امر اکی ذوبت آئی۔ آواب جوڑے ہوئے۔ نزیں گذزیں۔ خطابات و مناصبیم تھے کہ

از نشہ دولت بہادر شاہی	شد پر زمے طرب ایام غدری
پشت تخت دولت نہ زاف دل	زہست بفروع از دماغ دہلی
تیز جلوس آں شہر دالادر	آمد بلب خرد پر لغ غدی

۱۲۵۳

اگلی عنظمت کا دماغ تازہ رکھنے کیلئے سکر بھی موز دل کیا گیا:-

بیسم ذر رزہ شد سکر غضیل والا	سرابج دیں ابوظفر شہ بہادر شاہ
کن کن خوش نصیبوں نے خطابات پائے شہزادوں اور زادوں کو کس کس قسم کے طبق	

لہ جامع مسجد دہلی کے پہلے امام سید عبد الغفور بخاری تھے ۱۸۵۷ء میں تقدیر ہوا۔ امام استھان خطا طلب جاگیر رحمت ہوئی۔ اور زگ زیب کی تاجپوشی انھیں کے مقدس انخیوں سے علی میں آئی۔ اُسرت میں یہیم فائدہ ہو گئی کہ تاجپوشی کا افتتاح امام مسجد ہی کیا کرتے تھے ॥

عطا ہوئے؛ بخشی گیری نظارت اور داروغگی دغیرہ معزز عمدہں پر کون کون عالی منزلت تقریب
اپنے معلوم نہیں اور یہ واقفیت اگر کسی ذریعہ سے حاصل بھی ہو سکے تو یہ صاف مفید اور صحیح نہیں،
اس قدر ثابت ہے کہ مغل بیگ نام ایک مردمون نام کے مغل ذات کے جو لا ہے اپنی خوشاب اور
اظفار کی چشم مردت کی بدلت دیوبندی کے زمانہ میں فتحار کل تھے عمدہ وزارت سے سرتبت ہے
اور زاب حید الدولہ مرا مغل بیگ خان ہبادڑ خطاب پایا۔

ہنس کے ہاتھ نے کہا اسکو کروادہ کیا، ہی انٹی میں وزارت آگئی
بادشاہ کے اُستاد شیخ ابراہیم ذوق جو پہلے صرف اللئے پر ملازم ہوئے تھے اور بعد کو
ترقی پا کر پانچ سال رپریہ مہینہ پانے لگے تھے اب متنہ کے منصب پر پوچھے۔
نہایت افسرود اور رنجیدہ رہتے اور مولانا آزاد کے قول کے طبق کہتے پھرتے تھے کہ

یوں پھر بن اہل کمال آشنا تھا حال فتوس، کو

لے کمال فتوس، کو تجھ پر کمال افسوس ہے

داروغگی نذر دینیا اور نقیب الاولیاء کے عمدے اس وقت بہت معزز تھے۔ پہلے پر
”خلیفۃ الملک نیک الدولہ حافظ محمد واد رخاں تیقہم بنگ“ کا تقرر ہوا اور دوسرے پر جسکے پہر د
تمام فقیروں اور کوششیوں کی خبرگیری تھی۔ حاجی غلام علی مامور ہوئے مولانا فخر الدین حنفی
کے پوتے غلام نصیر الدین حنفی کے صاحب کو جو اپنے والد غلام قطب الدین کی دفاتر
وقت خورد سال تھے اور حضرت مجدد سیان رنسوی سے خرقہ خلافت حاصل کر کے سجادہ آبائی پر
رونق افزور ہو کے تھے۔ زمانہ دیوبندی میں مزاں ابو ظفر کو اذکار و اشغال صوفیہ کی تعلیم دینے کا اثر

سلہ یہ بزرگ خواجہ نصیر الدین احرار کی اولاد میں تھے ”علی امام من است دین غلام علی“ صحیح تھا۔ اور

غلام علی تاریخ ولادت ۱۲

نصیب و اتما باب باادشاہ کے پیر ٹھہر شہور ہوئے۔

خانقاہ میں دولت نظاہری کا آنا انبار لکھا کرنیصری پر اسی ری۔ گدائی پر شاہی کا اطلاق ہو گیا۔ پیر ریست باادشاہ سا ہو کاروں سے قرض لیتا سو روپی دستاویز س تحریر کرتا۔ اماک شاہی کیفالت میں دیتا گزر زرگ زادہ کی خدمت بجا لانا تھا۔ پیر صاحب نے ملک بیگ نام ایک شہزادی سے مخلح بھی کر لیا تھا اور صاحب جائز ہو گئے تھے۔ باادشاہ کے خزانہ سے لاکھوں روپیہ نذر دنیاز کیلئے مختلف اوقات پر طلا، اسکا کیا حساب احسن الاحوال بیجی کے نامہ لکھا کر کی شہادت ہے کہ ۲۳ ماہ سے الکی شان میں ارشاد ہوتا ہے۔

نظم خانہ فخر جہاں تھیں تو ہو قیام سلسلہ و خاندان تھیں تو ہو نہ کیونکہ تم سے ہوں ظاہری غفار نظر الہیں خدا کے تھیں اُنکا نشان تھیں تو ہو تھا کہ در پیچھا کر سر ارادت جلت کہے ہے کہبہ من و امان تھیں تو ہو تشارقبیہ ہیں پرواز ساں ہزاروں لیل کوشیع محقق صاحب مداراللہ تھیں تو ہو تھا دی توبت الہیں سے تقویت ہے مجھے کریمی باعثت اب دواں تھیں تو ہو بنیز اپکے ہو کیوں جان دل بھین کہ راحت دل دار امام جان تھیں تو ہو

تلفر کی چاہیئے نصرت تھیں نصیر الدین،

کہ اُس کے پار دودھ کارہ اس تھیں تو ہو

۲۵ غدر سے دس پندرہ سال پہلے احسن الاحوال نام ایک فارسی انجیل بیجی سے شایع ہوتا تھا۔ اور اسیں اُن کے شعلن بہت رکپ پر خبری ہو کرتی تھیں ساگر اس خبار کا کمل فائل دستیاب ہو جاتا از باادشاہ مرحوم کی نہایت محل سو نجمی مرتب ہو سکتی۔ خواہ جس نظمائی دہوئی کو اسکی ناتمام جلدیں دو تین سال کی حمدہ آبادیں ملیں اور انہوں نے اسکے بعض مضمایں کا ترجمہ "دلی کا آخری سافس" کے نام سے شائع کی۔ راقم اکھوڑت نے اس ترجمہ سے بہت فائدہ اٹھایا ہے اور مختلف مقامات پر اسکی عبارتیں شمارت میں پیش کی ہیں جن رسموں اور روزاں کا نام اس خبار تھیں جگہ جگہ آتا ہے افسوس کر کچھ اُنکا پکھہ شان نہیں اور مشیر کی بابت یہ بھی دریافت نہیں ہو سکا کہ وہ کون تھے اور کس دیار کے ہنسنے والے تھے !!

تین صرف زیاد کے اندر اٹھا رہ ہزار روپیہ سے زاید ان کو عنایت کیا گیا۔

(۲۰ ستمبر ۱۸۷۶ء) مو ضع شمیعور باؤلی کی آمد نی میں سے ملن پانچ سو روپیہ حضرت شاہ غلام نصیر الدین عفسنگر کا لے صاحب کو محنت فرمائے اور ارشاد کیا کہ اس آمد نی میں سے ہر شیخ پانچ سو روپیہ ارشاد اللہ تعالیٰ از طلب حاضر خدمت ہو جائیا کر گئے۔

(دو ماہ بعد)

(۲۴ دسمبر ۱۸۷۶ء) حکیم حسن اللہ خان بہادر سے ارشاد ہوا کہ پیزادہ حضرت شاہ غلام نصیر الدین صاحب کو زوابِ زینت محل سیکھ صاحبہ کی معرفت چار ہزار روپیہ مسجد بنا جائے۔

(چار ماہ بعد)

(۲۱ اپریل ۱۸۷۷ء) کارپرواز ان خلافت کو حکم دیا گیا کہ حضرت میان کا لے صاحب، نسیرہ حضرت مولانا فخر الدین صاحب و حجۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی کی شادی ہے۔ وس ہزار روپیہ اُنکے خرچ کے لئے عطا کیا جائے۔

(دو ماہ بعد)

(۲۴ جون ۱۸۷۷ء) صاحب کلاں بہادر کے نام شقدہ جاری فرمایا کہ زوابِ زینت محل سیکھ مسجد نے محبوب علیخان خواجہ سرکی معرفت وس ہزار روپیہ قرض لیا ہے۔ یہ قرضہ وہ ہزار روپیہ مالاں کے حساب سے قسطوار ادا کیا جائے اسیں سے چار ہزار روپیہ میال کا لے صاحب پیزادہ کے صاحبزادے کی شادی کے خیچ کے لئے ہے۔

علاوہ پیر و مرشد کے اور بھی مغزین دربار تھے جن کی بوقت ضرورت اعتمانت ہوتی تھی اور تجوہ بھی مقرر تھی۔ شلاؤ زردا۔ اشادان۔ علماء۔ حکماء۔ شہزادگان۔ زواب ناظر۔ جنی فوج۔ مہمان کارخانے جات بعرض سیکیاں وغیرہ وغیرہ۔

دربار کی رونق کیلئے تھوڑی اسی فوج بھی رہتی تھی جنکی پچھیرا لمبیں اور اگری لمبیں نے

ندر میں شہرت پائی۔ ایک رسالہ سوار زمکھا بھی ملازم تھا۔ اور حب زل کار خانہ بات شاہی تھے
خاصہ کلاں۔ خاصہ خورد۔ آبدار خانہ۔ دوا خانہ۔ تو شہر خانہ۔ جواہر خانہ۔ سلیخ خانہ۔ فیل خانہ۔
صلیل۔ سگھی خانہ۔ توپ خانہ۔ رتھ خانہ۔ کار خانہ جلوس اہی مرتب۔ سختی خانہ نوج
اکتب خانہ۔ کبوتر خانہ۔ دارو نہ نذر دینیا۔ دارو غد فراش خانہ۔ پاکی خانہ۔ دارو غکماران۔ دارو غر
خاص برداں۔ افسر خواجہ سراں۔ وغیرہ وغیرہ۔

آخر اجات شاہی و سخاوت

صیدت کے وقت بہاولنگنیوں نے فوجی عدالت کے سامنے طاہر کیا کہ بادشاہ
لال لمح کے بندے تھے اور روپیہ کی پریش کرتے تھے کسی کے منہ سے نہ بکلا کر اُنکے شامانہ
آخر اجات اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ فرزانہ ہمیشہ خالی رہتا تھا۔ اور فیاضی سخاوت کی حد
گزرا کر اسرافت تک جا پوچھی تھی۔ وہ صرف پیرزادہ رحی کی خدمت نہیں کرتے بلکہ تمام مسلین
شاہی کی شادی و عینی کے مورثی براہ اور کرتے تھے۔ بعلو رشتے مونڈا زندردار سے چند شالیں
احسن الاخبار سے نقل کی جاتی ہیں:-

(۱) ”نواب حسام الدین حیدر خاں بہادر کے فرزند ارجمند کی تقریب شادی میں خلعت
سے پار چہ اور سرہ امتیقیشی اور تفضل حسین خاں دکیل عدالت دیوانی کے فرزند کی شادی میں
خلعت سے پار چہ بادشاہ سلامت نے مرحمت فرمایا۔“ (۱۷ جنوری ۱۸۷۴ء)

(۲) ”نواب زینت محل بیگم صاحبہ کی دادی نواب نواز شعیخان کی زوجہ محترمہ نعمت گنیں
حکم ہوا کہ ۱۵۰ اور پیسہ تھیز تکفین کے لئے اور خلعت مالمی کے طور پر تین دو شالے ائمکے دارثوں
کے پاس بھیج دے جائیں“ (۲۵ ستمبر ۱۸۷۴ء)

(۲۴) "مرزا الف بیگ خاں کو انکی والدہ مرحومہ کی تغزیت کے طور پر خدمت شش پارچہ

مرحمت ہوا" (۲۴۔ اکتوبر ۱۹۷۸ء)

(۲۵) نواب غلام نجی الدین خاں بہادر کی تقریب ماتم میں انکے صاحبزادے مفتخر الاسلام

نواب قطب الدین خاں بہادر کو خدمت شش پارچہ اور انکے چھوٹے بھائی کو خدمت سہ پارچہ بادشاہ

سلامت کی طرف سے عطا کیا گیا" (۲۵۔ نومبر ۱۹۷۸ء)

(۲۶) نواب حسام الدین جیدر خاں مرحوم کے بڑے صاحبزادہ معین الدلیل ناظرات خاں غیرہ

حاضر در بارہوں کے باشاہ سلامت نے مرحوم کی خدمات جلبلیہ کا ذکر فرمایا انکی ذات حضرت آیات پر

بہت ریخ و غم کا اتحمل کیا اور صبر کی تلقین فرمائی۔ پھر خدمت شش پارچہ اور زین آسین ترقی خلائق

منظفر الدلہ بہادر کو خدمت پریخ پارچہ آغا مرزا کو اور ایک ایک دو شالا انکی صاحبزادی اور زوج کو

رحمت فرمایا رخصت کیا مرحوم کے پسندگان نے مجھوں کی رائے کے موافق نہ رو جاہرا درود کی

چیزیں مرحوم کے نام سے نقیروں اور غریبوں کو بطور خیر خیرت تقسیم کیں" (۲۶۔ نومبر ۱۹۷۸ء)

(۲۷) "خبر آئی کہ علیم اللہ رکا بدار جو رہن شریفین کی زیارت کے لئے گیا ہوا تھا راستہ میں

نوت ہو گیا۔ مرحوم کے لڑکے کے پاس تغزیت کے طور پر خدمت سہ پارچہ روانہ کیا گیا" (۲۷۔ جنوری ۱۹۷۹ء)

(۲۸) "سید محمد امیر صاحب خوشنویں کے لڑکے کی شادی کے موقع پر باشاہ سلامت نے

ایک پورا جوڑا اور سہرہ کی تقدیشی رحمت فرمایا" (۲۸۔ فروری ۱۹۷۹ء)

(۲۹) "باشاہ سلامت نے محمد حسین بیگ کے بھائی کو انکی والدہ کی ذات کے موقع پر

خدمت سہ پارچہ اور خواجہ بارا در میری رہایت علی سرچوپکی خواصان کو خدمت دو پارچہ رحمت فرمایا"

(۳۰۔ اپریل ۱۹۷۹ء)

(۳۱) "ظفر علیخاں نے اپنے لڑکے کی شادی کی تقریب میں نذر انہیں کیا اور حضور انور

انکو خدمت فریخ سیری بالا بند۔ اور سہرہ مرواہید کے عطیہ سے سرفراز فرمایا" (۳۱۔ اپریل ۱۹۷۹ء)

(۱۰) "گور سالک رام کے لڑکے کنور گر پال سنگھ کی شادی میں بادشاہ سلامت نے خلعت فرخ سیری، جامد، کمر بند، سرہ مقشی روانہ فرمایا۔ اور کنور کا القب دیا۔ اور حکم دیا کہ شاہی خرچ سے کنور گر پال سنگھ کی شادی کا جلوس شاہانہ ترک و احتشام نے نکالا جاوے۔"

(۱۱). ارتیح ۱۸۳۴ء

(۱۱) بہاری محل (متصدی حیلی) کی دادی نے وفات پائی۔ بادشاہ سلامت نے تعزیت کے طور پر خلعت سپاہ چہ محنت فرمایا۔ کنور دیسی سنگھ کے چار اسے پرانا تھا نے وفات پائی۔ بادشاہ سلامت نے تعزیت کے طور پر انکو بھی خلعت عطا فرمایا۔ رام دیال گور کے مر نے پر اسکی زوجہ کو ماتم پریسی کے طور پر ایک دوشال عطا کیا" (۱۲) ارتیح ۱۸۳۴ء

(۱۲) "راجہ سوہن لعل نوت ہو گئے۔ بادشاہ سلامت نے انکے پڑے لڑکے کو خکشش پارچہ اور چھوٹے لڑکے کو خلعت پنج پارچہ اور چاروں لڑکیوں کو ایک جوڑا و شالہ اور انکی بیوی کو ایک شال محنت فرمائی ہے ابجون ۱۸۳۶ء

(۱۳) نواب حامد علیخاں کے بھتیجے میر فیاض علی خاں کو انکی شادی کی تقریب میں بادشاہ سلامت نے دستار بالابند سرہ مقشی خلعت فرخ سیری محنت فرمایا۔ روشن علی اور سرفراز علی کو خلعت سپاہ چہ دیک رکم جواہر محنت فرمایا۔ ۳۔ اپریل ۱۸۳۶ء

عیدِ قبر عید۔ عاشورہ کے دن الاغرمیونکی بہار دیکھئے

عیں المفطر (۱)

"بادشاہ سلامت عیدِ المفطر کی نماز کیلئے مرشدزادہ آناؤن مق مزاولی عہد بہادر کے ساتھ عیدگاہ تشریف یگئے اور نماز پڑھنے کے بعد شاہانہ جاہ و شم اور ملکانہ شان دشکوت کیسا تھا نمازین اور سرداروں کے چھرٹ میں عیدگاہ سے واپس تشریف لائے۔ جوشان دشکوت

بادشاہوں کے شایان شان ہوتی ہے اُسکا اہتمام و انتظام کیا گیا تھا۔ لوگ راستے میں ہر جگہ بادشاہ سلامت کی خدمت میں تختہ دعا اور ہدیہ مبارکباد پیش کرتے تھے۔ آمد و رفت کے وقت سلامی کی توپیں اس قدر بلند آواز کے ساتھ چھوڑی گئیں کہ انکی آواز فلک الافلاک تک پہنچی۔ ہر غریب امیر کو افادات خلقتہ کے فاخرہ اور زنقد تقدیم فرمایا گیا۔ بادشاہ کے انعام و اکرام سے ارکین سلطنت بھی بہرا اندوز ہوئے۔ اور غریب غرباً بھی شاہی داد و دش اور بذل شما سے مالا مال ہو گئے۔ (۹۔ اکتوبر ۱۸۲۴ء)

(۲)

”حضرت بادشاہ نازی ہفتہ کے دن شوال کی پہلی نیارخ کو قلعہ مبارک سے باہر تشریف لائے اور عید کی نماز پڑھنے کو عید گاہ تشریف لے گئے۔ نماز جاعت کے ساتھ ادا کی اور حسب مہول نیاز کے لئے درگاہ آثار تشریف میں حاضر ہوئے۔ درگاہ تشریف کے متولی جاذب اور شاہ کو خلشتہ ش پارچا اور امام جاعت کو خلعت شمشیر عنایت ہوئے۔ اور دا پس قلعہ محلی میں آکے۔ آتے جاتے وقت حسب مطابق بادشاہی اور انگریزی توپخانوں سے سلامی کی توپیں سر ہوئیں۔ رشام کے وقت تختہ ہو ادار پر سوار ہو کر ناظر کے باش میں رونق افروز ہوئے۔ مغلی رقص و سرد منعقد ہوئی۔ مغلی رقص کے ختم ہونے کے بعد محل خاص میں تشریف یجا کار آرام فرمایا۔ ہر طرف سے بارکباد کی آوازیں آئیں۔ اور توپخانہ سے سلامی کی توپیں چھپیں۔ (۱۰۔ اکتوبر ۱۸۲۴ء)

عییدِ اضحیٰ

(۱)

”بادشاہ سلامت بقر عید کے دن زرق برق کی پس طہنکار اور جواہرات نفیسہ زیر جسم فراز کشاہ نزک و احتشام کے ساتھ عید گاہ تشریف لیگئے۔ نماز سے فارغ ہوئیکے بعد عید گاہ کے

ام صاحب اور جامع مسجد کے امام صاحب اور کسی دوستہ امام صاحب کو ظہراۓ نافر
مرحٹ فرمائے" (۲۳ جنوری ۱۹۴۷ء)

(۲)

"بروز عیدِ الحضی بادشاہ سلامت نریق بر ق بابا زیب تن فرما کر بہت عمدہ گھوڑے پر
سوار ہو کر عید گاہ تشریف لیکے نماز سے فاغت حاصل کرنے کے بعد خلعتش پارچہ دو قم
جو اہر ایک قبضہ شمشیر سے پرلا خلیب صاحب کو اور کمر خواب کی قبا۔ سر قم جواہر ایک ستار
سرپتہ اور گوشوارہ تھیں ایک دشائی متوالی مصلی کو اور خلعتش پارچہ۔ سر قم جواہر اور
قبضہ شمشیر و قار الدین اعظم امور خانہ امی کو مرحت فرمائے۔ اسکے بعد اونٹ کی قربانی
لیکی۔ اور حاضرین مجلس نے نان و کباب کا شغل فرمایا۔ اُسوقت نہایت شارہ امی اور فرحت
کا ساز و سامان تھا۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دینے میں مصروف نظر آتا تھا۔ چاروں طرف سے
مبارکباد مبارکباد کی صدائیں آرہی تھیں جس راستے سے بادشاہ سلامت کی سواری گذری اُمرا
درؤسا اور ارکین سلطنت نے عید کی مبارکبادیں پیش کیں۔ اور نذریں بھی گزرائیں۔ آتے
جاتے وقت شاہی اور انگریزی توپخانہ سے نہایت بلند آواز کے ساتھ سلامی کی توپیں چھوڑ پری
گئیں" (۲۵ دسمبر ۱۹۴۷ء)

عاشرہ

"حضور انور عاشورہ کے دن درگاہ شریف کے آثار کی زیارت یکلئے تشریف لے گئے
مزاجہاندار شاہ متوالی کو خلعت قبا کے خاص سر قم جواہر دستار سرتہ گوشوارہ مرصع اور
حافظ قطب الدین کو خلعتش پارچہ۔ سر قم جواہر اور اُن کے رٹ کے کو خلعت سپارچہ اور دو قم
جو اہر اور سادات عالی درجات کو پہنچ کے کپڑے اور زر نقد اور فقراء مسکین کو نیاز کا کھانا

مرحبت فرمایا۔ (۲۳) جنوری ۱۸۷۶ء

خدتگزاروں ملازموں اور حاضر باشیوں پر زر پاشی اس طرح ہوتی تھی

(۱) "حضردار نور نے تھوڑا خاصہ تراش (چمام) کو خلعت سر پارچہ دیک ر قم جواہر اور ائمہ کھانا کو خلعت سر پارچہ لپنے دست مبارک سے محبت فرمایا۔"

"راجہ بھولاناتھ نے حضور پیر ان پیر کے عرس کے فرائض کو خیر و خوبی کے ساتھ انعام دیا۔ بادشاہ نے انہیں خلکشش پارچہ اور سر قم جواہر مرحمت فرمایا۔"

"مولوی شیخ علی کمیدانی کے عہدہ پر مقرر ہو گئے۔ بادشاہ سلامت نے انکواز راہ عنایت سروانہ خلعت شیخ پارچہ و سر قم جواہر سے معزز و ممتاز فرمایا۔" (۲۴) اپریل ۱۸۷۶ء

(۲) "حضرت بادشاہ سلامت حضور قطب صاحب کے مزار پر رونق افزودہ ہو گئے۔ درگاہ کے اقرب جمل بندا یا ہے اُسکے خاندان کو ملاحظہ فرمائ کر چھپہ منبدول کے انسر کو ایک جوڑا دشالہ مرمت

فرما۔" (۲۵) جون ۱۸۷۶ء

(۳) "بادشاہ سلامت نے سید ابو القاسم خاں کے ٹبرے صاحبزادے سید محمد ضا خاں کو خلکشش پارچہ اور سر قم جواہر سے سرفراز فرمایا۔ این الگمن خاں کے اڑکے کریم الرحمان کو

بادشاہ نے ایک جوڑا دشالہ درکرم الدولہ بہادر تھوڑ جنگ کے خطاب سے معزز فرمایا۔" (۲۶) اگسٹ ۱۸۷۶ء

(۴) "قلموکی کوتولی پر زواب یار خاں کا تقریب میں آیا۔ بادشاہ سلامت کی طرف سے خلعت سر پارچہ اور سر قم جواہر مرمت کے گئے۔" (۲۷) اکتوبر ۱۸۷۶ء

(۵) لاالشون خی رام کمیل کو خلکشش پارچہ۔ سر قم جواہر اور دسوار پیغمبر راہ سیکھنے عنایت کے گئے اور انکے حمر کو بھی خلعت سر پارچہ مرمت فرمی۔" (۲۸) نومبر ۱۸۷۶ء

(۶) "بادشاہ سلامت نے خلیفہ محمد ایمیل خلعت شیخ ابراہیم ذوق اک خلکشش پارچہ و سر قم جواہر

عنایت کئے۔ (دہ جوں ۱۳۷۴ء)

(۱۰) "مرزا غلام خز الدین کو عمدہ نظارت کے حصول کی تقریب میں خلکشش پارچہ در قم جواہر محنت فریما اور بیگم صاحبہ کے دادجیں مرزا کو خلست پنج پارچہ اور در قم جواہر محنت فرمایا۔" (دہ جوں ۱۳۷۴ء)

(۱۱) "بادشاہ سلامت کی طرف سے بھگوانہ اس کو خلعت پنج پارچہ دو در قم جواہر اخراجت پرستی ویک رق جواہر اس کے گماشہ کو محنت کیا گیا۔" (دہ جوں ۱۳۷۴ء)

(۱۲) "مرزا محمد تقی بہادر کو جو کھنوس سے آئے ہیں بادشاہ سلامت نے ایک کھناب کی قبا۔ دشالہ گوشوارہ دستار سر قم جواہر محنت کر کے مفرز فرمایا۔ مختار الدین و حید الدین خاں بہادر کو خلعت پنج پارچہ اور سر قم جواہر عطا فرمایا۔" (۱۹ مارچ ۱۳۷۵ء)

نفرا مشائخ اور درویشی دیگری کا تھوڑا سا کرنمہ ملاحظہ فرمائے

(۱۳) درگاہ شاہ بولی قلندر واقع پانی پت کے خدام نے تبرک پیش کیا۔ حضور والانے دینے کے انعام و کے بین فقیروں نے حضرت خواجہ میمن الدین شجاعی کے عرس شریعت کی یادگار کے طور پر دیوبھی خاص پرواب صحابہ کا جمینہ لگایا تھا۔ بادشاہ سلامت نے ان کو ایک سورہ پیغمبر نقد اور نظری چڑائی درگاہ میں نذر کے لئے محنت فرمایا اور کھانے کے خوان بھیجے اور زینقد دستور کے موافق حضرت نطب صحابہ کی چھٹویں کیلئے بھی قیسم فرمایا۔ بیزان شاہ درویش کو جو کمک منظہ کی زیارت کیلئے گئے تھے۔ بادشاہ سلامت نے پچیس روپیہ عطا فرمائے۔" (دہ جوں ۱۳۷۴ء)

(۱۴) "حضور غریب نواز" خواجہ اجمیر کی میندنی روائی کے لئے تیار تھی۔ بادشاہ سلامت نے ایک سورہ پیغمبر مرزا بہادر کجھش کو میندنی کیلئے محنت کئے اور ساتھ جانے کا حکم دیا۔ اور ایک دو چوبہ۔ دو عدو اونٹ فراشوں اور سامباڑوں کے ساتھ میندنی کے ہمراہ کر دئے۔ اور خدا ولیا مجدد

نہک بیندی کی شایعہ کیلئے تشریف لائے پھر میلک کو رخصت کر کے مراجعت فراہی۔
”چند خواجہ سراؤں نے سفر ج کارا وہ ظاہر کیا۔ باادشاہ سلامت نے ہر ایک کو سفر ج راہ کیلئے
سوسور د پیغمبر عطا فرمائے“ (۱۰۔ جولائی ۱۹۷۴ء)

(۲۳) ”زور آؤ رچند کو حکم ہوا کہ پانچ سو روپیہ حضرت عرش آرامگاہِ اکبر شاہی کے عرصہ میں خود
بخار صرف کرو۔ حکم کی تعیین میں زور آؤ رچند نے خوانہ اے مطاعم محل میں بخوار دئے جسے سرداروں اور
دوسری اشخاص قسم کر دیا گیا۔ حضور والانے فاتحہ پڑھی اور فی کس پاس پنج روپیہ اور در دیشون کو
ایک ایک فروکیبل مرخصت فرمائے۔ اور پھر انتباہی کے نظارہ اور قوالی کے منٹے میں حضرت
ہوئے“ (اگست ۱۹۷۴ء)

(۲۴) حضرت جہاں پناہ حضور قطب صاحب و حضرت مولانا فخر صاحب اور حضرت عرشِ ارمگاہ
کے مزارات پر تشریف لے گئے۔ گیارہ گیارہ روپیہ اور گلاب کا شیشه ہر ایک مزار پر نذر دیا۔ ایک
دوسرے اولیائے کرام کے مزارات پر بھی حاضری دی اور ہر مزار پر پانچ روپیہ نیاز کے لئے دے۔“
(۱۰۔ نومبر ۱۹۷۴ء)

(۲۵) ”محمد علی در دشیں حاضر ہوئے اور مکہ منظہ جانیکا ارادہ ظاہر کیا۔ باادشاہ سلامت نے
چیکس د پیغمبر عنایت کئے۔ خواجہ معین الدین پشتی کی درگاہ کی نیاز کے لئے ایک چاندی کا چراغ۔
ایک نقارہ کا بورڈ۔ ایک اشوفی اور پانچ روپیہ مینڈی لیجانے والے فقر کو دے گئے۔ نواب
تمام محل کو چڑیوں کے لئے پانچ سو روپیہ عنایت ہوئے۔ اور سو روپیہ حضرت خواجہ غریب نواز کی
درگاہ کے لئے اول خلاصت سر پارچہ دیکیل تعینہ کیلئے چڑیوں کے میلکی تقریب میں عطا کئے۔
حضرت عرش آرامگاہِ اکبر شاہی کے عرصہ کی تعریب میں ایک ہزار توڑے محلات شاہی
میں اور پانچ سو توڑے امراء میں تقسیم کئے گئے“ (۱۰۔ جولائی ۱۹۷۴ء)

(۲۶) ”فترمہ مداریہ ملگاں کے سرگردہ ایرانی شاہ کو باادشاہ سلامت نے خلاصت سر پارچہ اور

و داشر فیان عطا فرمائیں۔ اور ان کے مریدوں میں سے ہر ایک کی دعوت فراہم کر سب کو دل شاد کیا۔
اور اسکے ساتھ نقدی بھی مرمت فرمائی (۱۹۔ مارچ ۱۸۷۶ء)

(۲) حسب دستور قیام با دشاد کے جسم مبارک کے وزن سے ترازو نے بلند پہنچونے کا شرف
احصل کیا اور وزن کے موافق غرباً اور تحقیقین میں خیرات قیام کیا۔

ارشاد ہوا کہ ہماری دادی قدسیہ بیگم صاحبہ کے عرس کے مصادرت کیلئے مرا علیہ شد شاه
کو ایک سو چھاس روپیہ دی رئے جائیں تاکہ انتظام میں کسی شکم کی دشواری نہ ہو۔ (۲۰۔ اپریل ۱۸۷۶ء)
(۳) آجونکہ با دشاد سلامت کی طبیعت کی مقدار نماز تھی اسلئے مجنوں کے کتنے کے موافق
غذہ گڑھ۔ سونا۔ چاندی حضور انور کے جسم کے برار قول کر فراہم گردیاں قیام کر دیا گیا اور کالے
کبل بھی ضرورت مندوں میں بانٹے گئے (۲۱۔ اپریل ۱۸۷۶ء)

(۴) تربیت الادل کی بارہ ہوئی تاریخ کو مداری شرب فقیروں کی ایک جماعت حاضر و بار
ہوئی۔ صوفی قادر شاہ کو خلعت سے پار چہ مرمت فرمایا گیا اور حکم ہوا کہ ان سب کو انکی مرثی کے
مراثی کھانا کھلایا جائے۔ (۲۰۔ مارچ ۱۸۷۶ء)

تعزیرات

تعزیرات سے بھپی روپیہ صرف کرنے کا ایک سہل احصوال سخا اور سمجھ فرمائی کی نہایت
سایہ دار شاذ ہے۔ با دشاد کو امن غفت عامہ کی طرف کافی توجہ تھی۔ قلمہ معلیٰ میں ہر احصال کے
پاس نہ رہشت کے کناسے ایک بارہ دری اسٹگ مرکی بنوانی اور حام شاہی کے عقب میں
ایک کنوں تیار کر دایا جس پر تاریخ ذیل کندہ ہے:-

سلہ قلمیہ اسراخیں اور حام کے دریان سن ہے جیسیں چار گز کے عرض کی "نہ رہشت" جاری تھی۔ اسی
نہ رہشت کے کناسے بارہ دری تھی جواب مرزا فروکی بارہ دری شہر رہتے ۱۷

ظفر تعمیر شد ایں چاہ شیرس
کہ آبش شریعت قند زنیات است
ازیں خوشنتر نباشد سال و مایخ
ہویدا چندہ آب جات است
۱۲۵۴

تلہ کے باغات "جیات سخن" اور "متاب باغ" سدا بہار بسرو کی رعنائی اور نہر نکلی فراوانی
سے جنت کا جواب تھے۔ بہادر شاہ نے ایک بھرنا سنگ سرخ کا متاب باغ میں اضافہ کیا،
اور درگاہ قدم شریف کے حوض میں سنگ سرخ کا جبل محل دیا۔ ظفر محل (بُویا) جیات سخن کے
مغرب میں باڈی کے قرب ایک خوبصورت مسجد بنوائی۔ درگاہ آثار شریف کا مجر آمدھی سے
اگر گیا تھا بادشاہ نے ۲۲ ماہ میں از سر تو تعمیر کرایا۔

حضرت قطب الدین بختیار کا کی کے مزار پر انوار پر صندل کا کمپل ۲۳ میں نصب کرایا
تھا تین سال کے بعد درگاہ کے سامنے ایک نہایت عالیشان اور خوبصورت دروازہ تیار کرایا
میر عمارت کو خلعت دو شالہ۔ قبائے کنوب اور سر قم جواہر سے معزز و ممتاز فرمایا۔ محترم تعمیر کو خلعت
سر پار پہنچ اور در قم جواہر عطا کیا۔ اور زبان فیض تر جان سے مادہ یارخ اصطح ارشاد فرمایا۔

ایں در عالی چوں شد حکم نہ حسب المار
گفت دل سال بنا۔ بابت ظفر یا سندہ باد
۱۲۵۵

درگاہ کے متصل ایک عالیشان محل تیار کرایا جسکے کھنڈ راستہ تک نوہ خواہی کریے
ویں۔ بھاڑ محل (متصل درگاہ قطب صاحب) کی مرست خسروانی الوزیری سے کرائی اور جب قطب
صاحب حاضر ہوتے اسی میں قیام فرماتے تھے وہ حقیقت انھیں کی مرست کی بدولت بھول
سوچت تک قائم ہے۔

بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے حکیم احسن اللہ خاں نے بھی (جنکا ذکرہ آئینہ اور اراق میں
اندر ناظرین ہو گا) درگاہ کے قریب ایک مسجد اور حولی بنوائی۔ جو ملی پر قطعہ ذیل کردہ ہے۔

از سال بناء نو پدرگاه

بواشت سراز دیار دلی

تاریخ مسجد :-

مسجد ساخت پول بھوں عل

اسے ظفر بہر سال تاکشیش

عبدگاه شمس الدین انتش کی مرمت ہوئی

ظفر پول پر تسمیم آخون جی

بپرسید سال مرمت زعقل

سیلو گلہد کی عمارت دران ہر چکی تھیں صرف ایک دمنزلہ والاں اور مختصر سماں باتی

تحا۔ بادشاہ کبھی بھی ہوا خوری کو تشریف لیجاتے تھے اور بیگانات دراں نشانہ بازی کی مشق کیا

کرتی تھیں۔ قلمب کے اُس شخص پر جو دریا کی جانب ہے بادشاہ نے ایک جدید دروازہ بنوایا

چہربنڈیل کتبہ ایک موجود ہے ۔

گشت چل تیسر لفضل الہ

گفت خرد سال بنائش ظفر

ایں در خوش منظر و فرحت فرا

یہ بادشاہ اُن کھنڈروں سے مرتب کی گئی۔ جنکے شان ابھی تک باتی ہیں۔ اُن

محملوں اور حملیوں کی کام جنم سکتی ہے جو خدر کے پر آشوب فتنہ کا شکار ہوئیں۔

سب کمال پچھ لار و گل میں نمایاں ہو گئیں

خاک میں کیا صورتیں ہوں گی جو نہایاں ہو گئیں

قلم ٹکست رتم نے فیاضی کی مثالیں نقل کرنے میں کاغذ کے کئی صفحہ سیاہ کئے۔ بکھر جیں

کئے رہے کہ تفصیل س موقع پر بھل ہے۔ مگر دل نے نہ مانا۔ قابو اس نا بھمہ پر کسکا ہے۔

بیخ یہ ہے کہ ظفیر و مکاں کی سرکار سے دعویٰ تھیں ملی تھیں۔ شاعری اور نخادت لیکن بذریعی
کا پبلک ان دونوں سے گران تر تھا۔ شاعری کا سرمایہ جو دستبر زمانے سے بیخ رہا تھا۔ صاحبِ بحیات
نے اپنے اتنا دل کے نذر کر دیا۔ اسکی فضیل آئندہ اور اراق میں نذر ناظرین ہو گی۔ نخادت جس کی
شالیں تباہی کے بعد بھی دلی کے درود یا رنگ نقش تھیں جیسے یلو فری کی گردش سے ہر صلدر
طبع کا مراد قرار پائی ॥

موت مانگوں تو ہے آرزو کے خواب مجھے
ڈوبنے جاؤں تو دریا ملے پایا ب مجھے

حوال سلطنت

باز آدم پر سرداشتان۔ بہادر شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی انگریزوں کو اُن وعدوں کی طرف
تو چہد لائی جو راجہ رام موحیں رائے سے ولایت میں کئے گئے تھے اور اپنے پیشکش میں ضافہ
کا دعویٰ کیا۔ پستمی سے اسوقت سر جاپیں مکاف اُگرہ کے لفظٹ گورز تھے اور وہ خاندان
ملکیہ کی وجہ پر برقرار رکھنے کے خلاف تھے۔ انہوں نے اس طالبہ کی سفارش شکی اور
گورنر جنرل نے جواب دیا کہ ذلیفہ مقروہ میں اضافہ اسوقت کا کہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ
بادشاہ اُن تمام وعدوں سے جو وہ بُرش گورنمنٹ پر رکھتے ہوں وہ است بردار نہ ہو جائیں۔ بہادر شاہ
ان شرائط پر راضی نہ ہوئے اور قضیہ غیر مختتم رہا۔

اس عرصہ میں مراٹل گیگ ذریں جو علاوہ کم علم اور بے شور ہونے کے خاتم بھی تھے
بعض بیش قیمت جواہرات شاہی میں نظر کیا۔ راز فاش ہو گیا اور قلم سے نکالے گئے رانکی جگہ
پر لکھنؤ کے ایک شریعت زبانے سے حامی خلی نام قلمدان وزارت سے سرافراز ہوئے اعتماد الدولہ

خواں بہادر خطاب ہوا اور قلم و مقالی میں شرافتی قدرتی سے لگی۔ استادِ ذوق کی ترقی ہوئی کیونکہ مشاہرہ سے و پسیہ مقرر ہوا۔ اور اسکے طبقے خلیفہ محمد امیل کو بھی چند خدمتیں پسروں میں۔
یحیم احمد اشخان کا اختراقِ قبائل عودج پر آیا۔ انکا خاندان ہرات سے آیا تھا۔ اور اپنی
لہ مار علیخان کے محمد وزارت کی یادگار ایک مسجد دلی میں اب تک باقی ہے جسیں قلیمن کا حوض ہے اور اب
مرحوم کاظمہ نزیل کنده ہے۔

امدادِ الدولہ کے افسوس اطہور ہست دریش کفشن قلزم خدیر ساخت در دہلی ہمایوں سجدے
سماشود طاعت گہر، برنا دبیر، شذ نظیر کسبہ در عالم پیدا سال قیصرش بود "کعبہ نظیر"
ملہ احسن اشخان کے عومن نے بھائی خاندانی ٹھپور بکھا بازار سرد کر دیا۔ ان دل شکستہ حملہ میں ایک بزرگ
یحیم آغا جان عیش تھے جو بقول مولانا محمد حسین آزاد "زیور علم اور بآس کمال سے آرستہ" خوش مزاج شیر کلیم
شگفتہ صورت اور زیارت نہ دل شاعر تھے۔ انہوں نے اپنے حریث احمد اشخان کے دوست غالب کو فوجیں
ارزے کیلئے ایک چھپڑتیا کیا۔ مہرہ کا نام عبد الرحمن پر کبکے اپنے والے یحیم آغا جان کے پردوں میں اڑکے پڑھاتے تھے
باڈشاہ کی تعریف میں قصیدہ تیا کر کے دربار میں پورپنچھے اور نزلت شناس ذرہ فراز باڈشاہ نے "لار الار اکیں پر
ہمہ ہر الشعرا، مقفار جنگ ہلاد" خطاب دیا۔ انکا پرطف کلام "آب حیات" کے درخیل میں ملاحظہ کیا جائے۔ بیانِ حنبد
شاہ ایک عرضی کے نقل کئے جاتے ہیں جو انہوں نے یہاں شاہ کے حضور میں کشپیں کی تھی۔

بوزے شاہنہ شاہ کرس کے آگے روئے	کسے کئے جا کے یہ غم کو ہمارے کھوئے
تجھ کو ہر خلے کیا ماں کا شہسوار	ہیں بجا کرتے سندھ طین کو۔ یہاں پوئے
جیفا آتا ہے کرن شور میں کیوں کھوئی عمر	کا شکے ہم سکھتے اس سے بنانے جوئے
شگل لاخ لکی زمیں اکر بسیج ایوال تاکما	نکر کھجے صرف اسیں اور پھر دھوئے
یا خدا کھلتے رہیں نیا میں جبکا کوئے	رشتہ عمر شہنشاہ جہاں ہو دے دراز
دیے اسکو بھی میں تھوڑی کربن گھر گھوٹے	ارتبا پھر تراز امہر ہے ٹاکہ ٹوکے

نے حکیم صاحب کو طبیب شاہی مقرر فرمائے "عمدة الملک حاذق الزماں" خطاب دیا تھا۔ اب بہادر شاہ کے مقرب اور مشیر ہوئے "احترام الدوام عتمہ احکام عتمہ الملک حاذق الزماں شاہ بت جنگ" کے القابے یاد کئے جاتے تھے۔ اول کمال کی قدر افزاں کرتے اور تایخ و ادب خاص تجویز کرنے تھے۔ انہوں نے خاندان تیموریہ کی تایخ "صرنیروز" اسدا شد خان غالب سے لکھوائی اور اس تحفہ کے دلیل سے غالب کو دربار شاہی میں رسائی لفیضب ہوئی۔ "تحم الدوام دبیر الملک مرزا اللہ خان غالب بہادر نظام جنگ" خطاب ہوا۔ اور شہزادے سے تجویہ بھی مقرر ہو گئی۔ حکیم صاحب مطبع شاہی کے مقام و منصب تھے۔ بادشاہ کا کلام انھیں کے پاس جمع ہوتا تھا۔ اور جب کوئی دیوان مرتب ہوتا تو انھیں کی تحریکی میں بھپتا تھا۔ انکی نمک حلائی کا افسانہ تو آگے آیا گا۔ اس مقام پر صرف ایک شتر نقل کرنا کافی ہے۔ جو نظر کے دیوان چار میں دشمنوں کی نظر سے محفوظ موصوف موجود ہے۔

سرے زراج کے کیونکر نہ خلاف علاج کہ دشمنوں کے لکھے ہی مرا طبیبا خلاص
کسی سپر کہا ہے:-

جو چُپ رہیگی زبان خبجوں پکار بیگا آتیں کا)

ادھر ادب کا دستر خوان پھاتا تھا اور ظرافت ذکر نہ سمجھی کی مجلسیں گرم تھیں۔ دیوان سرکار کی پیشی بہادر کی پالیسی منضبط ہو گئی۔ کے سلطنت مغلیہ کا ڈھونگ برقرار رکھنا بیکار ہے۔ بادشاہت کا نام قائم رکھنے سے کہنی پڑا۔ اخراجات کا فضول بار پڑا ہے۔ اور لال قلعہ کا عجائب خانہ سیاہان یورپ دہلی غیر کے شرط لاخڑ سے محروم رہتا ہے۔ لہذا بادشاہ کو قطب صاحب میں عمارت بنوائیں اور دیاں زیادہ وقت صرف کرنے کی رغبت والی جانے لگی اور بجاۓ خود مٹے کریا گیا کہ بہادر شاہ کے بعد انکے جانشین سے تلمذ خالی کرالیا جائے۔ بہادر شاہ نظر شناس تھے۔ انہوں نے ایک نگزی مطریا من نام کی سفیر شاہزادگانگستان بھیجا اور اکبر شریانی کی تعلیم میں گزرنے سے ہند کے خلاف دلائے

میں اپنی داکر کرنے کی کوشش کی راس نہیں کیتی ہی سے یا اُن قدم و عدالت کے انفار کیلئے جو راجہ رام موهن رائے سے کئے گئے تھے۔ اپریل ۱۹۵۷ء میں بھی پھر اس اضانہ پیش شاہی میں منظور ہوا اگر اسکے ساتھ یہ شرط لحاظ دی گئی کہ کوٹ فاسکم کا پر گندہ اور شمع پور وغیرہ دیبات یوہ نہ تو دلیست شاہی میں تھے ریڈنٹ کے پروگرام کے جائیں۔ یعنی قلعہ کے باہر ایک گزینہ بھی شاہی انتظام میں نہ رہے۔

اضانہ کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد دلی کے بڑے صاحب نے حکم جاری کیا کہ تمام ہندوستانی امر کو اطلاق دیجائے کہ جب تھی پرسوار ہو کر بازار میں بکھیں اور سائنسے سے کسی انگریز کی سواری آتی ہے تو اپنے اتحادیوں کو باکھل کنائے کر لیا کردن تاکہ آئنے جانے میں مرتبت

اتفاق سے اسی زمانہ میں شرداری کے چند باغات کی بابت مراحل مرحوم کی بیوی نازبینی بیکم اور بہادر شاہ میں نہ اس ہوئی۔ ملازنی شاہی نے ان باغات پر قبضہ کر لیا بیگم نے عدالت دیوانی میں اتفاقاً کیا کہ یہ باغات انکے خواہنے میر کے بد لے میں دے رہے تھے۔ اور کار پرواز ان سلطنت کو اپنی قبضہ کرنے کا کوئی حق نہ تھا۔ مجھ صاحب نے حکم دیا کہ یہ مقامات قلعہ سے باہر جس اور بادشاہ سلامت کو اُن کے متعلق کسی قسم کی کارروائی کا احتفاظ نہیں ہے گریلا زمان شاہی انھیں اپنے قبضہ صرف میں لینا چاہتے ہیں تو عدالت دیوانی میں دعویٰ کرنا چاہئے۔

بادشاہ کے ذکر میں نے لفظ گورنر آگرہ کے پاس درخواست بھیجی اور اس بات پر زور دیا کہ مجھ صاحب کو شاہی معاملات میں دخل اندازی کا کوئی منصب نہیں ہے انھیں اس قسم کی کارروائی سے منع کرایا جائے مگر وہاں تو ملاحظہ کچھ اور ہی تھا۔ اگرہ کی عدالت سے بادشاہ کے خلاف فیصلہ ہوا۔ اور طے کر دیا گیا کہ قلعہ کے باہر بادشاہ کو کسی قسم کا احتفاظ نہیں ہے۔ غرض دلی کے باشندوں کو یہ امر سمجھی ذہن نہیں کر دیا گیا کہ دارالسلطنت پر بادشاہ کی ملکیت باقی نہیں ہے۔

اور سر کار پیشی بہادر نے اُنکے تمام اختیارات سلب کر لئے ہیں۔ اس زمانہ میں بادشاہ کے دل پر بوجم و اندرگی خاہجوم تھا وہ اُنکے کیا تھے جگہ جگہ ظاہر ہوتا ہے۔

ظفر شروعن سے راز دل کیوں نکرنا ظاہر ہو

کر پیغمون سارے دل کے اندر سے نکلتے ہیں،

اس عدہ کے کلام میں دو ترنگی بوفائی اور بد عمدی کا خست شکوہ اور گلہ ہے۔ چند اشعار بطریق نوش درج کئے جاتے ہیں۔

ملتے ہیں ہے پہنی دل سے عدالت لکھتے ۱) جانتے ہم تو نہ ایسوں سے مجتہ نکھتے
ارواہ اور ہی کچھ دلیں لانا بر زبان کچھ ہے ۲) کریں کیا اعتبار اسکا عیاں کچھ ہوناں کچھ اور
نہ تنگ کیوں ہیں صیادیوں نفس ہیں کرے ۳) خدا کیکم کسی کے یہاں نہ بیس ہیں کرے
کیا جو تنہ نیرے ساتھ پانے دلے وہ پوچھو ۴) سمجھوں جپ ہمیں نہنے دھکلوانے زبان کیں گما
ہیں خوب جانتا ہوں نامتر ہیں با محل ۵) تم لا کھ عدناۓ قول و قسم سے لکھو
جیتک ک صاف تھوڑم تھیں صاف صاف باقیں ۶) اب دل ہو پر کہ درت سب ہیں خلاف باقیں
اب جو لکھتا ہے وہ یہ کا ہیکل کھتا تھا کبھی ۷) دیکھو اوس بیت بے پیر کا پہلا کا نہذ
جنخوں نے زگ مری عز و شان کا بدلا ۸) ہے ایک ایک سے لینا جہاں کا بدلا
پا سکے دز و کنایہ کوئی کیا اسکے ظہر ۹) جسکی اک بات میں سو طرح کا پہلو نکھ
نہ ہم راہ دفا بھولے نہ تم طرز تم چوکے ۱۰) جو اپنی بات تھی اس کے نہم چوکے نہم چوکے
وہ کھا گئے سوار مرے آگے قسم جھوٹھ ۱۱) اور پھر ہے یہ عوی کہنیں لجتے ہم جھوٹھ
نکرید عمدیاں یاں شکن الصاف کر دل ہیں ۱۲) کئے تھے تو نے میرے ساتھ کیا قول و حکم پہلے
تمہاری بات کا کیا کوئی اعتبار کرے ۱۳) ک قول و سے کے کئی بار تم ظفرے پھر سے
عہد پیاں تھے مرے ساتھ تھا سے کیا کیا ۱۴) ہو گیا کیا کہ جو سب تم کو فراموش ہوئے

اس پر لگنہ دلی کے وقت دو خواہ ہستیاں بادشاہ کی بے طرف زندگی کا سماں اختیس۔

اول تو نواب زینت محل پر بادشاہ شہزاد جان سے عاشق تھے تمام سمجھیات سے زیادہ ان کی عزت و منزلت تھی۔ بادشاہ کی سواری گاڑی میں سولہ گھوڑے لگائے جاتے تھے اور انکی سمجھی میں آٹھویں حلال نکر کی دوسرے ریس کو جو کڑا ہی سنیا تو کی اجازت نہ تھی۔

حامد علیخاں وزیر سلطنت رخت یا کلکھنڈو گئے تو بیگم نے قلعہ کا سارا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ خواہ ہر محبوب علیخاں کی صرفت محترمی کے فرائض انجام دیں۔ سخنی گردی کی تحریک ایسیں اپنے رہبر دل قیسم کر دیں۔ رزیڈنٹ سے پس پر وہ بیٹھ کر کلمہ دل کلام کرتی تھیں۔ کار پر دا ان سلطنت کے نام احکام جاری ہو گئے تھے کہ جس دستاویز پر نواب زینت محل سکیم صاحبہ کی ہمراہ نہ ہو وہ غیر معابر ہے۔ ایک مرتبہ بیمار ہوئیں تو نواب فرنج آباد کے طبیب خاص حکیم امام الدین خاں گورنر جنرل کی وساطت سے اُنکے علاج کیا۔ طلب کئے گئے اور جب تک میکم صاحبہ کا فراج اُدیں روصحت نہوا شاہی مہمان رکھے گئے۔ انہوں نے ایک مکان شہر میں خرید کر ناجاہماً تو بانشمار شوہر نے ارشاد فرمایا۔

کہتا ہے کون مول مکاں جیئن لے پر جب تک نئے مرے گھر کے قریں نہ
اور لال کنوریں پر جو لیں بواں تو بادشاہ نے دست خاص سے حسب ذیل تائیخ رسم کی جو اسوقت تک محل کے دروازہ پر موجود ہے۔

کردا ہے تلفز زینت محل تعمیر تصریح بدل شد برکل سال بننا "ایں خانہ زینت محل"

۱۲۶۲ھ

کاظم نے نہادت خندہ پیشی کے ہی تاریخ ایک دچھپ بخاتمت کے ضمن میں تدار
ذوق کے ذکر کر دی ہے۔ تیخ بالا کن کہ ارزانی ہنسو (۱۱)

نواب حامد علیخاں دلن سے والپس آئے تو منصب محترمی دوبارہ حاصل کرنے کے لئے

ملکہ دو ران کی خوشامدگی۔ اُنکے فرزند شہزادہ جو وال بخت کو ایک سوتا بنسے کے کھلوٹے اور پیر پڑے نذر کئے۔ پسند رہ ہزار روپیہ بطور نذر ران اور پانچ اشرفی شکرانہ بادشاہ سلامت کی خدمت بابرکت میں پیش کر کے اپنے عمدے پر بحال ہوئے لیکن انتظامات بدستور ملکہ عالم کے قبضہ تقدیرت میں ہے۔ اور وزیر اسلطنت بادشاہ کے خوار نہیں بلکہ نواب زینت محل کے کارپور راذ تھے

هززادا راجحت اور هزار اشاہ رخ

ولیعید بادشاہ کے خلف اکبر مزادا راجحت تھے۔ ذکریۃ النساء بیگم بنت مزا سیمان شکرہ (درود اکبر شان) کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ اُنکی باہت زمانہ حوال میں تذکرہ ختمانہ جاوید نے شہرت دی کہ وہ مولانا فخر الدین حبیقی کے خلیفہ تھے اور اپنے باپ کے صرف باراہ برس چھوٹے تھے لیکن یہ انسانہ بے نیا وہ بھی حضرت فخر دکوی کی وفات کے وقت بہادر شاہ وس برس کے تھے۔ اور وہاں کو تو انکے صاحبزادہ حضرت قطب الدین کی بھی زیارت نہیں ہوئی۔

احسن الاخبار بیگی مورخہ ۲۷ فروری ۱۸۷۳ء کا نامہ مختار قطراز ہے کہ "مرشدزادہ افغان مزا ولیعید بادشاہ کی پیغمبری سالگرد کی تقریب کے موقع پر بادشاہ سلامت نے انہیں دو اشرفیں حضرت فرمائیں۔ بہادر شاہ اسوق قمری حسابے ۲، ۲۱، برس کے تھے۔ لہذا باپ بیٹی کے دریں صرف باراہ برس کا نہیں بلکہ اٹھاڑہ برس کا فرق سمجھنا چاہئے۔ اور اس لحاظ سے داراجحت کا سنہ ولادت غالباً ۱۸۷۴ء یا ۱۸۷۵ء میں تھا۔"

بھر جال ولیعید نواب زینت محل کے "نوجہان" بننے سے خوش نہ تھے اور ان کی چاپ بوئی یہ کرتے تھے بہادر شاہ بیگم کے بیویں تھے اس لئے ہر بیٹے سے ناراض رہتے اور اپنے درس سے لخت گجر مزا شاہ رخ کو چاہتے تھے، جو ولیعید سے چھوٹے اور دوسرا مرشد زادوں سے ٹوٹے تھے۔ وہ سب شہزادوں سے زیادہ قابل۔ داشمند جنگاکش اور ہونہمار تھے

نشانہ باز ایسے بردست تھے کہ استاد ذوق نے انکی قفریت میں کہا تھا:-

ہاتھ میں بندوق لے جو فت توہر شکار شیرگر دوں کو ہوشکل ہاتھ سے تیری نجات

ٹافر طاری ایک پرندہ نرپنگ سکے منظور چبک کو جبکہ شکار پرندہ ہو

ساد تندی سے والد اجدکی اطاعت فرض سمجھتے اور کسی طرح اُنکے خاطر مبارک پر اپنی طرف سے غبارہ آنے دیتے تھے۔ نواب زینت محل کی عزت و ترقیت کوئی تدقیق فرولدا نہ کرتے اور موقع موقع سے اُنکے فرزند جو ان بخت کی بھی خاطر کرتے تھے۔ ملکہ دوران کی خشنودی مزاج کا ثمرہ تھا کہ بعض خدمات سلطانی اُنکے پر دھیں اور تمام ارکین دربار انکی عزت ولیحدہ سے ہست زیادہ کرتے تھے۔ دولت مندی میں اپنے سب بھائیوں سے فائق تھے اور اسکا ایک ادنیٰ نمونہ یہ ہے کہ ایک بڑا اُنکے مکان کی دیوار گر پڑی۔ باہر سے اندر کا سارا حلقہ شر

آنے لگا تو دیکھا گیا کہ کلاہیوں سے بھکر مر کے دو صندوق، اشوفیوں کا ایک دیگر اور پیونکا ایک دیگر باہر بھل کر گڑ پڑے ہیں۔ اُن کو شکار کا بہت شوق تھا۔ اور جنیب آباد سہارن پورہ کاشی پورا ک صید افغانی کے لئے جایا کرتے تھے۔ ایک بار شکار سے واپس آئے تو حکم سلطانی کے بھوجب مراجوں بخت اُنکے استقبال کیلئے غازی آباد تک بنجیجے گئے۔ اوشا شاہ شاہزاد نے چھوٹے بھائی کو خلوت سے پارچہ دسر قم جواہر اور سپر و توار سے شاد کام کیا۔ شریہ ملا کہ قلعہ سعلی میں پہنچنے تو بادشاہی توپخانہ سے تروپیلوں کی سلامی سر ہوئی۔ نواب ہاملیخان بادشاہ نے ایک اشوفنی نذر کی اور بادشاہ سلاسلتھے ایک دستار سرستہ طرہ مقیش کے گوشوار کے ساتھ۔ ایک دوشالہ۔ ایک کنواہ کی قباس دسر قم جواہر۔ ایک پر۔ ایک شمشیر شہزادے کو اور مخلعت اُنکے ہمراہیوں کو مرحمت فرمائے۔ اس اعام کا اُن دواشوفیوں سے مقابلہ یکجگہ جو مژرا ولیحدہ کو ساگرہ کے موقع پر عنایت ہوئی تھیں۔ بیس تفاوت رہ اُز کیا است تاہ بکا۔

استاد ذوق ایسے مبارک موقع پر کیونکر خاموش رہتے۔ شہزادہ کو "شانی رسم" قرار دیا

اوڑلھہ ذیل نذر گز رانا۔

قصد صید افگنی کیا جدم
دامن و شست لالہ زار ارم
صید کرنی سوا مے صید حرم
ہوئے مسکن پذیر دشت عدم
ہو، بہادر نہ کیوں وہ نیک شیم
ہمسراڑہ اے آتشم
اس غضنفر شکار نے پیم
کھائیں اسکی دلاوری کی تسم
چاہا اس طرح دل نے بکھے رقم
وصفت عالی صاحب عالم
مع تاریخ "شانی رستم"
سال ۱۴۶۲ھ

میرزا شاہ رُخ بہادر نے
خون چیسر سے ہوا سارا
بچا اُس شکار افگن سے
مرغ و سیرغ اور غزال و لپنگ
ہے جگ گو شاہ، بہادر شاہ
اچھیں جب تفنگ لی اُشنے
کئے شیرڑ پاں شکار کئی
ہے بجاگر دلا دران جمال
جبکہ اس جرات و شجاعت کو
تاریخے یادگار عالم میں
کھی اے ذوق میں نے یقین

اگرچہ بہادر شاہ نے مزاوار اجنبت کو منصب ولیمودی سے مغزول کرنے کی کوئی
کوشش نہیں کی لیکن ملا زمان کمپنی کو شاہ رُخ کی غیر معمولی عزت و ذکریم ناگوار تھی۔ ایک روز
صاحب عالم نے "ایک قلعہ ماہی شکار صاحب کلاں بہادر کی خدمت میں بھیجا۔ صاحب نے
اسے واپس کر دیا اور کہلا بھیجا کہ حضور انور یا حضرت مزا ولیمود بہادر کے عطیہ کے سوا اور قبول
نہیں کیا جا ریگنا" ॥

ولیمود خود تو بڑھے باپ کی اطاعت گزاری نہ کرتے تھے اور شاہ رُخ سے نیز ازہتی
تھے جنہوں نے اپنا نسب العین بادشاہ کی خوشی کو فرار نے رکھا تھا جب قدر فناہ رُخ کا عزیج

بڑھتا جاتا تھا اتنا ہی دلیل کی کشیدگی پسند والد سے زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ میرزا شاہ رخ
فتنہ و فساد سے بچنے کیلئے زیادہ وقت سیر و شکار میں صرف کرتے اور قلمہ سے دوڑ دوڑ
رہتے تھے ۱۸۴۷ء کے آغاز میں ایک سوپاہی باؤں تھی۔ وس سوارا درود تو پس سانحہ لیکر
راپور برلنی کی طرف شکار کھیلنے کی غرض سے تشریف لیکر اور جس ہفتہ میں کروی عینہ کو تبریز
سالگرہ دواشرنیاں بارشاہ نے محنت کیں انکے خرچ شکار کیلئے چھ ہزار روپیہ روائے فرمایا۔
والد ماجد سے رخصت ہونے کے وہی ہفتہ بعد انہا ایک عریضہ ہاپڑ سے آیا کہ مجھے مرض
بوایسرا لاق ہو گیا ہے اور اسکی وجہ سے طرح طرح کی تخلیع محسوس ہوتی ہے۔ بارشاہ سلات
نے اسکے جواب میں شقر روانہ کیا کہ "میں دست بدعا ہوں کہ ایز و کریم تھیں شفائے کامل عالم
عطاف فرمائے" اور چند روز کے بعد تین ہزار روپیہ خرچ کیلئے چھر روانہ فرمایا۔ اور لکھا کہ بت
جلد شرف حضوری حصل کرو۔ مگر باپ کی نصیبی سے پہاڑ کی زہریلی ہوا اپنا کام کر کی تھی۔
شکار کی دوڑ دھوپ نے کسلمندی اور بڑھائی۔ دلی پھوپختے پھوپختے اپریل ۱۸۴۸ء میں اس
ہونہا شہزادہ کا خاتمہ ہو گیا۔

"حضرت ولیمہد بہادر تمام اولاد امجاد اور سلاطین قلمہ شہزادہ کی فاتحہ خوانی کیلئے
مسجد جامع میں جمع ہوئے۔ فاتحہ خوانی اور حکم کلام اللہ کی محفل ہوئی۔ حضور والانے اپنی
زبان مبارک سے مرشدزادہ خدا کشیاں کے تعلقیں سے غاظب ہو کر کلمات صبر و تکیں اشارہ
فرمائے اور کہا کہ "ر حکم الکمی میں کسکا چاہو ہے۔ ہم کرہی کیا سکتے ہیں۔ مرضی مولی از ہمہ اشے
کل من علیہا فان ویقی و جدر بک ذوالحلال والا کرام"۔ اسکے بعد حضور والانے
قفریت کے طور پر خلعتہا کے فائزہ کھواب کی تبا۔ دستار کا نوں کے رسم بندے۔ دشائی
صاہزادیوں اور صاحبزادوں کو محنت فرمائے۔ اور ارشاد کیا کہ تدبیت کے گزر نے کے بعد جو
کی بیگم صاحبہ کو بھی معمول کے موافق خلعت دیا جائیگا۔"

دوشنبی روز کے بعد مزارِ حرموم کے بڑے صاحبزادہ کو طلب فرما کر باشاہ نے سواروں کی بخشی گیری کا منصب اور علاقہ جات پری اور کنواپ کی قبا۔ سر قم جواہر۔ دشادست پسر شیرشیر۔ گھوڑا۔ ما تھی مرحمت فرمایا۔ اور قرہ باصرہ خلافت بغرا ناصیہ دولت شیرشیر شہزادہ شہسوار میدان شجاعت خصوصی الد ولہ شمس المالک مینیٹ الزماں مزرا محمد عبداللہ شاہ کے خطاب سے سفرزاد فرمایا۔

بنچھلے صاحبزادہ کو بھی تمام کارخانوں کا دیوان تقرر فرما کر "ثور حلقیہ شهر یاری فی روزہ کام گاری" میسر رفت۔ ما نیسرو دولت۔ رفیع الدولہ قطب المالک۔ فخرِ زماں مزرا محمد مظفر بخت بہادر کے خطاب سے معزز فرمایا۔ اور ایک کنواپ کی قبا۔ دشادست سر قم جواہر۔ دشادست گھوڑا۔ ما تھی۔ پالکی و سامان مرحمت ہوا۔

اور بیک چھوٹے صاحبزادہ کو سپاہیوں کی بیان کی بخشی گیری کے عمدہ پر مقرر کیا ایک کنواپ کی قبا۔ دشادست سر قم جواہر۔ دشادست۔ پسر۔ تکار۔ ما تھی۔ گھوڑا۔ پالکی مرحمت فرمائی۔ اور گوہر درج خلافت۔ اختر برج سلطنت۔ کیہ تاز میدان شجاعت۔ ننگ دریائے شہزاد۔ مینیٹ الد ولہ۔ فخرِ المالک۔ محی الزماں مزرا محمد خرم بخت بہادر کے خطاب سے سر لند فرمایا۔ شہزاد کے تسلیمین میں سے کنوں سالک را کم کو ایں بخشی گیری کا عمدہ اور خلاشتیں پارچہ و سر قم جواہر۔ فخرِ المالک بہادر کے پیشکار راجحی داس کو خلعت چار پارچہ و سر قم جواہر قطب المالک کی غماری کا عمدہ مرحمت ہوا۔ گوبند پرشاد کو مزاشمس المالک کی پیشکاری کے عمدے کی تقریب میں خلعت سر پارچہ۔ اور دو قم جواہر سے مقرر فرمایا۔

صاحب کالاں بہادر کے نام ترقہ جاری فرمایا کرو ضمیمانہ جو شاہزادہ شاہ قدرخ مر حرم کی تیکت میں تھا شہزادے کی وفات کے بعد ہئے اُنکی اولاد کو مرحمت فرمایا۔ اسکا باقاعدہ اور مبلغ بوناچاہر ہے۔ تاکہ کسی قسم کی غلطی واقع نہ ہو۔ لہ احسن الاعمار مکمل

بادشاہ کو اس لائق اور قابل بیٹے کی وفات کا خت قلق ہوا۔ اولاد کا داعن پہلے بھی بردًا
کر کچے تھے اور ایک کمن شہزادے مزابلاقی نام کی موت پر جو صرف گیارہ بارہ برس کے سن
میں دنیا سے سدھارے ہڑے درد سے کھاتھا۔

گل کچھ تو اس چین کی ہوا کھا کے جھڑپ سے
وہ کیا کریں کہ غنچہ ہی کھلاکے جھڑپ سے
(اور اسی مضمون کو اتنا ذوق نے ترقی دیکراپنا کمال دکھا را تھا۔

گل بھلا کچھ توہ باریں اے صبادھلگاڑ حضرت ان غنچہ ہی جو بن کھلے مرجاگئے)
لیکن رضا شاہ رُخ کی جوانا مرگی نے صنیف العرب اب کی کمر توڑ دی اور حضرت نصیب بادشاہ
غم والم کی تصویر بنادیا۔

لیقشہ ہو گیا ہے یہ اسود لے مجست میں	مری صورت میں یار لکھانی نہیں جاتی
چھوڑ کر یار ہیں سب ہوئے چلتے پھرتے	اپنی تھانی پر ہم اتھے ہیں ملتے پھرتے
صحیح رو رو کے شام ہوتی ہے	شب تڑپ کر تمام ہوتی ہے
طاہت دہوش ہی ہے جدا اچھے وقت	وی ٹڑھاپے میں ہیں سبے دغا اچھے وقت

قطعہ

غافل ہو کر نہ تو تم کو سفر میں پکھو سود	ساعت نیک نہیں سے گروچھے ہو
یک جب جاتے ہو دنیا سے سے مکعوم	ذکری دن ذکری وقت سفر رچھنے ہو

ولیعہدی کا قضیہ نام ضمیمہ

رضا شاہ رُخ مر جوم سے دلکی مفارقات کے بعد بادشاہ کی تسلی تشفی کا دیبلہ صرف نہ اب
زینت محل تھیں بالنکے لاڈے فرزند مرا جواں بخت پیغم کو ارز و پیدا ہوئی کہ انکا نظر

ویں عہد سلطنت قرار دیا جائے۔ بادشاہ بھی ہم خیال ہو گئے۔ قریب تھا کہ خلف اکبر کو اس منصبے معزول کرانے کی علی الاعلان روشنی کیا جائے کہا۔ جنوری وسٹ میڈی کو مرزا اکبر بت دنیا سے رخصت ہو گئے اور خانہ جنگلی کے لئے میدان صاف ہو گیا۔ بادشاہ نے مرا جوان کو ولیمہد بنانا چاہا اور کمپنی بہادر کے ملازمین کو اپنی طے شدہ بالیسی ظاہر کرنے اور لال قلعہ کو خاندان تیموری سے خالی کرانے کا وعدہ حاصل کرنے کا موقع ملا۔ غلام فخر الدین عرب مرا خواز بادشاہ کی زندہ اولاد میں سب سے بڑے تھے اور انگلستان کے قانون و راست کے مطابق خصب ولیمہدی انجیس کا حق تھا مرا جوان بخت کئی مرشدزادوں سے چھوٹے تھے اور بادشاہان کی نادرگی پر صرتھے۔ انجام یہ ہوا کہ مرا خواز نے ولیمہدی کی طبع میں کمپنی کے پیش کردہ شرطیات پر اتفاقی کر لئے۔ انگریزوں نے انکو ولیمہد مقرر کر دیا۔ اور زینت محل میڈیتی رہ گیا۔

اس وقت لارڈ لوہری گورنر جنرل تھے جن کا عہد حکومت ہندوستان کی تیاری میں بھی ریاستوں کے احراق کی وجہ سے یادگار رہے۔ بادشاہ کی نذر جو گورنر جنرل اور کمانڈر اچھیت کی طرف سے سالگرہ مبارک اور نور و ذر غیرہ جشنوں کے موقع پر مجس کی جاتی تھی یونیورسٹی سے لارڈ اپنیر اسے بند کر دی تھی۔ جو انگریز اخراجی مرتبہ یہ نذرداش پیش کرنے لگا تھا اسکا بیان ہے کہ ”میں نے جس قوت و رباریں قدم رکھا تو مجھ پر عجیب قسم کی ہیئت طاری ہو گئی تھی“ نے گورنر جنرل کو اس رسم کی اطلاع نہ تھی جب تھری تر وہ نہایت مستحب ہو گئے اور ہمیشہ کیلئے اس دستور کو موقوف کر دیا۔ فرم اسے دہلی کا نام سکھ رہنچش ہوتا تھا وہ ۱۸۲۵ء سے بند ہوا۔ گورنر جنرل کی مرے ”قدوی خاص بادشاہ“ کے الفاظ خارج کئے گئے اور ہندوستانی رہیموں کو ہمیست ایکسی کر دہ بھی اپنی صوروں سے بادشاہ کی نسبت اس قسم کے بھی الفاظ خارج کر دیں قلم کے آئینہ آنظام کیلئے ایک کمیٹی نامزد ہوئی جس میں ولیمہد جدید بھی شامل تھے۔ اور یہ تجویز پاس ہوئی کہ بہادر شاہ کی وفات کے بعد مرا خواز برائے نام بادشاہ ہوں لیکن طور خالی کر دیں اور

اقطب صاحب میں چاکر رہیں۔

زینت محل کوڑک دیسے کیلئے دیوبند نے یہ شرطیں مطلوب کر لیں اور فتح عاصمہ میں ایک
معاہدہ و تخطیط دھر سے کمل ہو گیا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی نے مرزا فخر و کو با ضابطہ دیوبند بنادیا۔ لیکن زینت محل انہی تکمیلیں
انماں نہ تھیں۔ چاکر دنا جائز۔ ظاہر و پوشیدہ۔ ہر قسم کی کوششیں اپنے فرزند کو تاجدار بے ملک
بنانے کی کرتی رہتی تھیں۔ کبھی روزیہ نصف کی خوشامد کریں۔ کبھی انگریزوں کو ہمکیاں دیں،
علوی۔ سفلی ہر قسم کے اعمال۔ ٹونے ٹوٹکے برابر ہوتے رہتے تھے (حتیٰ کہ ہر زبردست ماعنی کو
طریقہ ممکافہ روزیہ نصف و فتح امر گئے اور علامات مگ بنا آتی زہر سے مسموم ہونے
کی وجہ گئیں تو عوام نے شبہ کیا کہ یہ بھی زینت محل کی کار سازی تھی (ا) پارٹی بازی کا بازار
گرم تھا۔ مرزا فخر و اور مرزا جو آن بحث کی جگہ جگہ لوگوں میں۔ شہزادوں کے حرکات بذاته
کیلئے سوچان روح تھے۔ اور ایک معتبر راوی کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں وہ اکثر فرمایا
گرتے تھے ”میری اولادنا تھی آزاد سلطنت کی رکھتی ہے۔ یہ کارخانہ آگ کے کو چلنے والا نہیں“
مجھے ہی پر خاتمه ہے۔ ”انستمپور تاظفرو۔“ راؤی کا بیان ہے کہ یہ قول حضرت کا کیہ کلام ہو گیا تھا
اس عرصت میں ایک نیا گل کھلا لینی دیوبوری شہزادے مرزا حیدر شکرہ اور مرزا انور الدین
درعوف مرزا مراد اپسان مرزا کام بخش ابن شہزادہ سیمان شکرہ جو داد اسکے درستے لکھنؤیں باد
تھے سرکار اودھ سے ایک ہزار روپیہ ماہوار وظیفہ پاتے تھے اور نہ ہب سلطنت کے ٹھنڈیوں
تھے دلن آبائی کی زیارت کیلئے امامہ میں دہلی تشریف لائے۔ ان شہزادوں کی کارگزاری
بیان کرنے سے پہلے بتا رہے کہ انکے جدا ہجہ کا تعارف کرایا جائے۔

مرزا سیلہمان شکوہ

مرزا سیلہمان شکوہ خلف شاہ عالم کا اسم گرامی اس بد اقبالی کی شب تاریں جگنو گیلچ
بیکتا ہے جب تک آشام صحفی سوتا و حراثت کا نام زندہ ہے اس علم دوست شہزادے
کی ہنر پوری بھی یاد رکی۔

یہ عالی ہمت شہزادہ ۱۸۰۵ء میں وطن مالزنسے ہجرت کر کے لکھنؤ پہنچا۔ وہاں نواب فرم
اور مرزا جواں سخت ولیعہد شاہ عالم سے بجے طفی ہو چکی تھی جبکا قصہ پہلے نذر ناظرین ہو چکا ہے
اس سے حفظ مانقدم کے طور پر من میدنہ تک نواب اودھا پسے ولی نعمت کے استقبال کو نہ کئے
مرزا بھی خود دارتھے۔ پانچھزار سوار و پیدل دشائگرد پیشہ کی جمیت سے لکھنؤستے تین کوس
پرڈیرے ڈاپے ٹرے رہے۔ مگر شہر کے اندر قدم نہ رکھا۔ آخر کار گورنر جنرل کی تحریک سے
نواب وزیر استقبال کو نکلے اور شہراۓ شے کو اتحمی پر سوار کر کے خود خواصی میں چنپ ریکر نیچے
اور نہایت تجلی کے ساتھ شہر میں لائے۔ پچھڑا رپریہ ماہاجنیت پیچ کیلے بھلوہ مشیش کے
مقبرہ ہوا اور نواب وزیر فرم دیا نہ سلوک کرتے رہے۔ مشہور ہے کہ نواب آصف الدین ایک
ایک الائچی اور گلوری کی بخشش پر آداب گاہ جا کر بار بار مجرما بجا لاتے تھے۔ نواب غازی ایڈن
نے لارڈ مارٹس کے زمانہ میں گورنمنٹ انگریزی کے اشارہ سے خطاب بادشاہی قبول کیا تو انکی
خواہش ہوئی کہ مرزا سیلہمان شکوہ صادیاں جیشیت سے ملاقات کر دیں۔ روز بیٹھ لکھنؤ نے شاہزادہ
سے کھلا بھیجا کہ اب تک نواب دزیر تھے وہ بآداب و ذراست حاضر ہو کر نذر دیا کرتے تھے۔ اور
حققت پہنچتے تھے۔ اب بھکم انگریزی گورنمنٹ وہ بادشاہ ہو سکے ہیں۔ لہذا نہیں خضور صادیاں
جیشیت سے میں۔ شاہزادہ نے کھلا بھیجا کہ بہتر ہے میں ملاقات کر دیجاؤ اسی علیحدہ کر دیجاؤ پھر دیہ
نے کھلا بھیجا کہ کمل بادشاہ اور فردوسی ملنے کا آئینگے۔ ملاقات کے وقت اسکا لاماظر رکھا جائے۔

دو سکر روز صحیح کو با شاه اور رزیڈنٹ مع امراء ارکان دولت شہزادہ کے جلوخان نہیں لفڑی
لاگئے۔ نواب ناظر نے پلن اٹھائی اور حسب و تصور کاواز دی۔ "اہل دربار خبردار ہو جاؤ حضور
برآمد ہوتے ہیں" شاه اور ہوئے موانع اپنے عادات قدیم کے ذرا ختم ہو کر سلام کیا۔ آدم خوبی پر
نے آواز دی "صاحب عالم و عالم پناہ سلامت" شاہزادہ نے سلام کا جواب بطریقہ اسلام دیا۔
وہ بنے ہاتھ میں شاه اودعہ کا احتہ۔ ابھیں میں رزیڈنٹ کا اتحد لیکر دیوان خاص میں یک دکھل
پر اپنے پاس شاه اودعہ کو بھایا۔ ایک لمحہ کے بعد فرمایا کہ سر کارکینی کی خشی ہو گئی بسی بھی بھی
متاز محل "تربیت مرگ" ہے۔ میں اُسکے سکرات میں بھجوڑا کیا ہوں اس وقت فرست نہیں ہے پھر
ملاقات، ہو گی۔ یہ کمک اٹھ کھڑے ہوئے۔

کشیان آئیں۔ شاه اودعہ نے ایک شالی رومال اٹھا کر اپنے کانہ ہے پر والیاں گردیں
بہت کبیدہ ہوئے۔ اُسدن سے چونصیر الدین حیدر کی شادی تک ملاقات نہیں۔ با شاه کو
یہ ہون تھی کہیں با شاه ہوا ہوں تویرے بیٹے کی شادی تیموریہ خاندان میں ہونا چاہیے جو توڑ
لکھا کر شاہزادے کے صاحبوں کو ہو اکر کے نصیر الدین حیدر کی شادی مزاںیمان شکوہ کی بھی
اکری۔ بچہ ہزار پچھلے سے تھے ایکنماز روپیہ باہوا شادی کیوقت در پانچھزار مساویانہ ملاقات کی وقت جملہ بارہ ہزار میٹھے
پیشکش مقرر ہو گیا۔ جب نصیر الدین حیدر با شاه ہوئے اور انہوں نے ہاتھ پاؤں نکالے
تھے ایک لڑکی پر دورے ڈالے جسکو شہزادی بیگم نے پرورش کیا تھا اور اسکا نام "قرچہ" تھا۔
پہلے تو گفت دشمنی دہی اسکے بعد کٹھنی کو مجھ محل سے اٹڑا دیا۔ شاہزادہ کو سخت ناگوار ہوا۔
رزیڈنٹ تک بات پہنچی اُس نے با شاه کو سمجھا بھاکر "قرچہ" کو واپس کروایا۔ گر شاہزادے
ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ کرنفل کاران ریس کا سکنج کو بلو بھجا۔ اُسکی پوتی شاہزادہ کے بیٹے
سے نسب تھی۔ اُسی کے ساتھ کا سکنج پہنچے گئے۔ پانچھزار روپیہ جو غازی الدین حیدر نے بفت
ملاقات مساویانہ مقرر کئے تھے وہ بندر ہو کر سات ہزار میں سے ایک ہزار خزانہ شاہی سے اور

پھر شہزادہ تو سلط زریں نہ شاہزادہ کو ملتے رہے۔ دہاں یہ گل کھلا کر کن صاحب کے بیٹے فرج پور کو لے اڑے اور آڑ جا کر عیش کرنے لگے اس سے شاہزادہ دہاں سے بھی دل برداشت ہو گئے اور اکبر آباد جا کر بودباش اختیار کی۔ آخر کار ماہ ذیقینہ ۱۲۵۳ھ میں اس عالم کے کشاکش سے نجات پاک سکندرہ مقبرہ اکبر میں مدفن ہو گئے۔

مرزا سیمان شکوہ کے کئی بیٹے تھے۔ ان ہیں سے ٹرے بیٹے منظہرخوت ایک مرتبہ الاغزی تے شیخ مالک یہ کلے راجپوتانہ کی طرف گئے تھا۔ محدث صادق خاں آخر اور ہبستے شرفاں کھنڈوں کا تھے۔ ہبست کچھ باتھ پاؤں مارے گئے کوئی صورت کامیابی کی نظر نہ آئی۔ کمی بر س کی سرگردانی کے بعد والپس آئے اور خاذ دشیں ہو گئے۔ مرزا سیمان شکوہ نے سور پیرہ ماہوار آن سکھیب خیج کیا ج مقرر کر دی۔ دوسرا بیٹے شہزادہ کے مرزا کام بخش تھے۔ مت المراپنے والدماجد کے کاروبار کے متمم رہے۔ سیاہ وسفید کے مالک تھے۔ خاک پاک کھنڈوں کے اڑ سے فرہب اغا عشرہ اختیار کر لیا تھا۔ مرنے کے بعد آغا باقر کے مشهور امام باڑے میں دفن ہوئے۔ بخوبی بڑی نسبت پر حاصل ہوئی کہ اُنکے دو بیٹے مشرف بزمایرت کر جائے معتلے ہوئے۔ اور طہران پوچھ کر شاہ کھلڑا کے عرصہ تک میہان رہے۔ اُنکے ٹرے بیٹے مرزا حیدر شکوہ مع دیگر اعززہ کے اپنے والدکی دفاتر کے بعد اکبر آباد سے کھنڈوں کے سر زریں نہ کی سفارش سے ہزار روپیہ ماہوار سر کارا و دھر سے مقرر ہوئے۔ اسیں سے چھ سو مرزا حیدر شکوہ یعنی تھے اور چار سو دو سو ستر مسلمانین کو تقیم کر دیتے تھے۔ غزت و حرست خوب تھی۔ لیکن ہاتھ کھلڑا ہوا تھا۔ آدمی کم خرچ زیادہ۔ عورت سے بیرونی تھی اپنے آبائی دھن کی زیارت کا شوق ہوا۔ اور دہلی کا سفر کیا دہاں جو کچھ گذر آگے بیان ہو گا۔ فی الحال تسلیم داشستان کیلئے یہ مون یہیجے کہ ہنگامہ نذر میں مرزا حیدر شکوہ نے نہایت ثابت اوریشی سے کام لیا۔ اور یہ میں گار و میں جمال نگر زیری فوج مخصوص تھی داخل ہو کر سر کار کپنی بہاؤ کی حفاظت میں آگئے۔ قیام امن کے بعد اُنکے مشاہروں میں پانچوں کا اضافہ ہوا۔ اور اس طرح دیر کار

ماہوار اس خاندان کی تختہ خزاں اُنگریزی سے مقرر ہوئی۔ مرا جید رشکوہ دل نکستہ ہو کر خازم عتنا
حالیات ہوئے اور ماہ صفر ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں مقام مشہد قدمی جو ارجمند ہے پہنچنے
اُنکے بڑے صاحبزادے جو مزادیہ مشہور تھے بزرگوں کی پونجی نیچے کے بعد لکھنؤ
میں عرست اور تسلیتی سے زندگی کے دن گذارتے ہے۔ ہمیشہ ہے نام اللہ کا !!
مزاں میلان شکوہ کے چھوٹے بھائی مزاں کنڈ رشکوہ اور انکے بیٹے عاصی شکوہ بھی لکھنؤ
تشریف لائے۔ اور یہیں کی خاک بپاک کا پیوند ہوئے۔ لیکن اُنکے درذاک احوال کی قصیلے
پکھ علاوہ نہیں۔

شہزادوں کا دل آنا اور بادشاہ کے تبدیل ملنے ہب کا افسانہ

باہزادم بر سر دارستان۔ شہزادہ میلان شکوہ کے پوتے مزا جید رشکوہ اور مزا انور الدین
اسٹھان میں ولی پہنچے۔ بر طح صاحب یادا ت تھے شعر دخن سے ذوق آتش سے تکذ
تحا۔ بادشاہ نے اپنا غزیر بھکر خلوت و جلوت کا رنی بنا کیا۔ دل کے راز ظاہر کئے اور کمپنی کی
طریق سے چوہنکا تینیں پیدا ہو گئی تھیں انہا تذکرہ کیا۔ باہم مشورہ سے یہ رائے فرار پائی کہ
مقدمہ دلیمہ دلیمہ کی پیری دلیلے مزا جید رشکوہ بادشاہ کی طرف سے وکیل مقرر کئے جائیں وہ
اُگرہ۔ کلکتہ وغیرہ صدر مقامات پر حاضر ہو کر حقوق شاہی کے برقرار رکھے جانیکا مطالبہ کریں
اور مزا جوال سخت کی دلیمہ دلیلے کر دیں۔ لیکن یہ صلاح باراً درخواہی۔ صحر کار انگریز کے
ایجنب متعینہ ولی نبی صفات الفاظ میں کہہ یا کہ دکالت کے عمدہ پر شہزادوں کے مقرر کرنیکی
کوئی نظر نہیں ہے۔ اور جدید قاعدہ جاری نہیں کیا جا سکتا!

مگر شاہزادے بڑے ہم مند تھے یعنی مفید نہوا تو و دسری دو اتجوز کی۔ بادشاہ کو
مشورہ دیا کہ وہ نہ بہل شنا عشر پر قبول کریں تاکہ فرمازدہ اے او وھ سے رابطہ یک جتنی قائم ہو،

اور دو نو متحد ہو کر مرزا جوان سخت کی دیوبندی سربراہ کر دیں۔ بلکہ ایک سنیور شاہ ایران کے پائیچی جاے اور نادور کے تخت گاہ سے اجادار والی کی خاطلت کیلئے امداد طلب کیجاۓ اس تجویز پر عمل کی ذوبت نہ آئی تھی کہ بادشاہ بیمار ہو گئے۔ مرض کو اشتدا د ہوا۔ ایک دن جانشینی کی حالت طاری ہو گئی۔ برطانیہ کی حکام نے یہ سمجھ کر کہیں بادشاہ کے انتقال پر تخت حامل کرنے کی غرض سے شہزادوں میں باہمی جنگ نہ چھڑ جائے فلمہ کے باہر ایک ملپٹ متعین کر دی۔ حاضرین دربار نے اس واقعہ کا ذکر بادشاہ سے کیا۔ انہوں نے ملکاشرہ عالیٰ کو پہنچا م بھیجا۔

"جناب عالیٰ! کیا آپ کا خیال ہے کہ میری لاش انگریزوں سے جنگ جدال کر گئی؟" کیا آپ مجھے اطیبان کے ساتھ مرنے بھی نہ یہ گئے؟ کشنز نے خاپڑتے ہی ملپٹ کو داپٹ لیا۔ اور بڑھا بادشاہ تنہنا چھوڑ دیا۔ ابھی زندگی باقی تھی۔ مصائب کا پیالہ بہر زینیں ہوا تھا۔ فرد قرار داد جرم میں کئی دخوات کا اضافہ ہونے کو تھا۔

مرزا حیدر شکوہ نے منت اپنی کہ بادشاہ کو صحت ہو جائے تو لفڑوں میں حضرت عباس[ؑ] کی درگاہ پر علم چڑھا دیا۔ اور تیارواروں کو مشورہ دیا کہ آخری وقت ہے۔ بادشاہ کو خاک شفا دیجائے۔ اشدر کی شان۔ خاک کی چیلکی اکسیر نگئی۔ مرض کا زور گھٹا اور حیندر وزیر صحت کلی حاصل ہو گئی۔ شبن صحت دھوم دھام سے منایا گیا۔ استاد ذوق نے بڑے زور شوکا تصدید کیا۔ اور خلعت کے علاوہ خطاب "خان بہادر" اور ایک ہاتھی مسدود ضلعہ لقرہ القام پایا۔ اس تصدید کا تفعیلہ ذیل بہت مشہور ہے۔

کشمکش بازغ کی جاپڑتے ہیں بد رنیسر
ہوا ہے مدرس بھی درگاہ عیش و شاط
کشمکش بازغ کی جاپڑتے ہیں بد رنیسر
اگر پایا ہے صفری تو ہے سبوکبرے
ظفر کے دیوان چمار میں ایک قطعہ بندغزل ہے جو اسی شبن صحت کی بادگا رہے۔

لہ سو نجمی میسل لعلیا ذکار اشہر نو شستہ پارمی۔ سی۔ ایف۔ اینڈ روڈ صاحب ۱۷

مغل شادی نظر کچ بھی ہو کل بھی ہو
گھر زرا شادی کا گھر آج بھی ہو کل بھی ہو
رات کو ہو رنج گا دن کو صحنک بھی شہما
دھوم یہ شام و سحر آج بھی ہو کل بھی ہو
باعث صحت تری روز سے دن عید کا
کونکہ نہ خوش ہر شبر آج بھی ہو کل بھی ہو
آج شب قدر ہو کل کا ہو دن روز عیسید
میں شفا کا اثر آج بھی ہو کل بھی ہو
جن صحت سے فرا غت کے بعد نہ راد گان و مان لکھنؤ والپس گئے اور اپنے ساتھ چند
کاغذات لیکے جپڑا بادشاہ کی مرثیت تھی۔

اس سوت لکھنؤ آج کھسا اُجڑا او یار نہ تھا۔ رنگیلے پیا جان عالم کی راجدھانی تھی۔ گلیوں
میں ہن بستا تھا۔ ہر ایک محلہ شہر عشق اور ہر ایک کوچ حسن آباد تھا۔ مزاحید رشکوہ نے نہ زدا
کرنے کے لئے حضرت عباس کی درگاہ پر علم پڑھا نیکا ارادہ کیا۔ بادشاہ دہلی سے ادا دیکر
ہمان جلوس و احتشام فراہم کیا۔ سارا شہر اُمنڈ آیا۔ شاہی خاندان کے نام ارکان شہر کے
رہسا اور اسری کیتھے۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان عالم نے علم مبارک کی مشایعت کی اور حضرت
محمد العصر نے اپنے مقدس ہاتھوں سے علم خڑھایا۔

اس رسم کو خاص اہمیت حاصل ہوئی کہ وجہ ہوئی کہ مزاحید رشکوہ نے حضرت قبلہ
و کتبہ کے حضور میں ایک علیحدہ میش کیا جو بیل لٹے کے لکھا ہوا تھا اور جپڑا بادشاہ دہلی کی فرم
ثیت تھی۔ علیحدہ کا مضمون یہ تھا کہ بادشاہ دہلی نے نہ بہ اتنا عشرہ یہ اختیار کر لیا ہے۔

لہ لکھنؤ کے آخری تاجدار راجدھانی شاہ کی طرف اشارہ ہے۔ سلطان عالم شاعر بھی تھے۔ آخر تخلص تھا۔ غدر
کے زمانہ میں انکو کچھ دنوں کیلئے قید فنگ کا تجربہ ہوا تھا اس توں ایک غصہ رسانہ مصالحہ پریت
روخان اشہ علیہم اجمعین کے بیان میں لکھا تھا۔ ویا پھیں زمانے ہیں سے

ہوں شاہ او دہنام راجدھانی مگر ملک تغیر ہے خواب کی ۱۲

۱۲ دستور تھا کہ شاہی فرائیں پرستی سے کے قلمبینی بیل سے بنایا جاتا تھا۔

یہ خبر لکھنؤ کے کوچہ و بازار میں بھیل گئی اور دارالسلطنت کے باشندوں کو نہایت سرست ہوئی۔ دہلی میں بھی خبر پہنچی۔ لکھنؤ والوں کو جو قدر خوشی ہوئی تھی اُس سے زیادہ دلی والوں کو رنج ہوا۔ تمام شہر میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ بادشاہوں کا نزہب شاہ عالم اول کے وقت سے مشتبہ ہوا تھا۔ لیکن علی الاعلان انمار شیعیت کا یہ پلا موقع تھا۔ بہادر شاہ نہض شناس تھے۔ سارا الزم مرزا حیدر شکوہ کے سرخوبیا اور تبدیل نہربیج اٹکار کیا۔ حکیم احسان اللہ خاں مقرب خاص تھے انہوں نے اس خبر کی تردید کیے رساۓ شائیک رائے شہر کے گلی کوچوں میں اشتہارات پڑپاں کئے گئے کہ یہ افواہ بے بنیاد ہے۔ مرزا غالب تھے ایک شوریٰ حیکم صاحب کی فرمائش سے فارسی زبان میں لکھی جیسیں مرزا حیدر شکوہ مجتہد العصر بلکہ نہرب شیعیت پر بھی اعتراض تھے ع (جنوں کو مرد اکھتی ہے بیلی مرے آگے !)

بادشاہ نے ایک کتاب "حقیقت نہرب اہل سنت و جماعت" پر صنیف کی۔ مرزا غالب تھے اپر زور شود سے تقریباً لکھی اور "خاص و عام" کو اعلیٰ حضرت کا ثبات قدم ملک سنن پر باور کرایا۔ بہادر شاہ نے حاشیہ نشیون سے بیان کیا کہ مرزا حیدر شکوہ نے متعدد کاغذات اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھر شاہی خود ثابت کر لی ہے۔ البتہ ایک فرمان حضرت مجتہد کے نام بادشاہ نے لکھا یا ہے مگر اسیں تبدیل نہرب کا تذکرہ نہیں ہے۔ صرف یہ بیان ہے کہ حضرات الہبیت سے محبت کئے وہ مسلمان نہیں ہے۔ دو توں نے باشندگان ولی کے اطمینان قلوب کیے لکھنؤ بہادر کے احیثیت کی صرفت اُس فرمان کی نقل لکھنؤ منگوائی مگر اتفاق ہے (!!) اُس میں وہی عنصروں پیاگیا جسکی شہرت تھی۔ یعنی بادشاہ نے نہرب اشنا عشرہ قبول کر لیا ہے۔

مرزا ابوظفیر راقمی نہرب تبدیل کیا تھا یا اٹھا ارشیع سلاطین ایران و او وھ کی ہرگز شامل کرنے کے لئے ایک بدلیکیل چال تھی! آج جبکہ نہ بہادر شاہ اس عالم میں ہیں اور نہ مرزا حیدر شکوہ۔ اس میں کا نیکین غرض حل بہت وثوار ہے۔ دل کا راز سو اسے علام الغوث کے

کون جان سکتا ہے لیکن اسیں شک نہیں کہ بادشاہ کو محنت اہل بہت میں غلو اُس سے زیاد تھا جتنا کہ اُنکے ہم صرہ مولن ظاہر کرتے تھے۔ فرماتے ہیں۔

پیر احمدی ہے پیشو اے علی میسکر ہر درد کی دوا ہے علی

جو اصل ہام کا ہو دوست ہے اُس کی علی الدوام نماز	قبل ہوتی ہے خدا کا دوست
جو ہو جیں گا دن بن اے کہاں ایمان	اگرچہ پڑھنا بھی ہو وہ برا کے نام نماز
نماز پڑھ کے سدا بحمد و تعالیٰ مکے ذکر غم امام کے ساتھ	ذلیفہ چاہیے ذکر غم امام کے ساتھ

بیس در دوست سے ہوتے ہو رہے در شاہ ولگا	پھر بھلا اس در کے ہٹنے کے سے کئے التجا
آپ سمجھیں یا نہ سمجھیں ظرفت ہو آپ کا	آئے اب تو مرد کے واسطے بہر خدا
یا حسین ابن علی بن مددہ بہت ناچار ہے	

مشغی کو شین ہوئی رکھ لپٹنے ظفر کو	محاج نہ کر جید بر کر اکسی کا
محرم میں بادشاہ فقیر بنتے۔ بنگر طے پہنچتے اور گلے میں بزر جھولی ڈالتے تھے چھپی تاریخ کو	
تمودی در کیلئے سڈے ہاتھوں میں لیکر اور پاندی کی زنجیر کر میں ڈال کر گشت کرتے تھے۔	
سازیں کو مدی ٹبری دھوم دھام سے اٹھتی تھی اور بادشاہ نبیں نفس اُسکی شایستہ کرتے تھے	
آٹھویں کو حضرت مقاومہ حرم کی یادگار میں لال کھارے کی لگنگی باندھ کر بہشتی بنتے اور شربت	
کی بھری ہوئی مشک کا نہ ہے پر رکھ کر عصموں کو شربت پلاتے تھے۔ دسویں تاریخ کو موئی میک	
عاشروہ کی نماز پڑھ کر نظر کے وقت حاضری کے دستروں پر نیاز نہیں تھے۔ دستروں پر	
شیر مالیں جبی ہوتی تھیں اور شیر مالیں کر کیا۔ پیسیر۔ پو دینہ۔ اور ک۔ مولیاں۔ کتر کے	
سلہ پر ایک چیند گواہ کا بیان ہے۔ ملاحظہ ہو نرم آخر۔ ربہ مسی نیاض الدین مرموم۔	

رکھی جاتی تھیں۔

یہ رسم امانت میں نہ اُسوقت رائج تھے، نہاب میں خصوصاً نماز عاشورہ اور حاضری کا سینوں کے نزد میں ظلم وجود نہ تھا۔

واضح رہے کہ یہ قواعد ادب قلمعلی میں اُسوقت بخوبی کے جاتے تھے جبکہ حضرت پیدا برلوی اور مولانا اسماعیل شہید دہلی کے امانت سے تمام رسم و قبیح اور بدعتات چوڑا چکے تھے۔ سو اسے بطقہ جبلا اور گروہ متصوفہ کے کوئی سنبھال ان افعال کو نظر احسان سے نہیں دیکھتا تھا۔ بلکہ بادشاہ پر بھی وہی علماء کا کافی اثر تھا۔

غیظم آباد کے مشہور "تعجب سنت" واعظ مولوی ولایت علی جو حضرت سید اور مولانا شید کے اصحاب و زقاییں سے تھے لیکن نعمت شہادت سے محروم و گئے تھے اسی زمانہ کے قریب دہلی اتشریف لائے۔ نواب زینت محل کے اسٹاد مولوی امام علی اسکے مرید ہوئے۔

بادشاہ نے مولوی صاحب کو قلمدیں طلب فرمایا۔ دیوان خاص میں جلاس ہو اجنب شاہی کے پیچے فرش کھلفت پہچھا گیا۔ بادشاہ نے لب فرش تک استقبال کیا مصافی اور معانقہ کے بعد مندر پر ایک طرف حضرت کو بُجھا یا اور دسری جانب خود میٹھے عطر دیاں کی تو اضطری امر اور بار اپنے اپنے مقامات پر اتنا وہ تھے۔ فرگنی قائد وار بھی شرکیں مجلسیں تھے اور اس ساتھ زاید عجیب ہمروف برسوانی آحمدی کی رایت کے مطابق بادشاہ کے سر پر موڑ جیل ہلاتے تھے مولوی صاحبستے دنیا کی بے شباتی پر عظاشر درج کیا۔ وزیر عظم نے جھک کر عرض کی کہ دوزخ اور غذاب کا بیان بادشاہ کے سامنے نہ بھجئے۔ لیکن مولانا نے زمانا اور ایسی پر اتر تقریب کی کہ بادشاہ بیگنیات اور رشناستے زار زار در نے لگے بعد ختم مجلس مولانا کو محلات شاہی کی سیکرائی کی۔ اور کچھ اس خواں الائ نعمت کے بھرے ہوئے نذر کئے گئے۔ یہ بھی گذاشگی کی کہ مولانا نامہ رمضان قلعہ میں بس کریں تاکہ بادشاہ اور رشنازادوں کو مواعظ میں شرکت کا موقع ملتے

لیکن بولوی صاحب نے دہاں قیام خلاف مصلحت سے بھاگ کیونکہ حکام انگریز مختلف اشخاص سے دریافت
اکرتے تھے کہ یہ بولوی کون ہے اور ہیاں کیوں آیا ہے؟

بادشاہ کا ذریب واقعی گوکار ممہر تھا۔ ایک دن مراسم عزاداری میں غلوتھا۔ دوسرے
روز سرگردہ "تبیین سنت" کی خاطرواری میں انہاں تیسرے روز عرس اور مجلس حال فیض
پس شرکت چوتھے دن را کھلی سلوٹ کے میلہ کی تیاری !!

کلکی لست میں گنوں آپ کو بتلا لے شیخ
تو کے گبر نجھے۔ گبر سلامان مجھ کو

حضرت شاہ میلان زندگی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت حسن عسکری اسی عرصہ میں
ردیق فزانیہ فرانی روئے۔ اور دربار شاہی میں وہ رُسخ و اقتدار حصل کیا جو بعد کو ان فرشتہ میتوڑ
بزرگ کی شہادت کا سبب بنا۔ ظفر کے دیوان چہار میں مندرجہ ذیل اشارہ کی خاطلب غالب
آپ ہی کی ذات والا صفات ہے۔

ہو گیا آپ کا سطح سے آنا جو اور	کشش شون طفرہ تھیں حضرت لائی
ہے یقین آپ کے آئیے وہ بُلما گیکی	گردش چیخ شمگرہ جو آفت لائی
خازن مخزن اسرار تھیں ہو کر اضا	آپکے پاس کلید در دلت لائی
اس خزان سے مجھے بھی تو غایت کچھ	میری ثمت تھیں وہ گنج سعادت لائی
بکلہ تجذیبہ عفاف، ہر تھار اسنسنہ	نہ تہید ست گیا یاں جسے سنت لائی

۱۴۷۹ھ میں انتقال کیا۔ انکی بابت ایک ملیٹیڈ مشہور ہے کہ جس زمانے میں
وہ دلی تشریف لائے ہیں۔ دارالسلطنت میں اُڑ کے حلہ درست کی محبت چھڑی ہوئی تھی۔ ایک فریض
اللہ کو حال کتنا تھا اور دوسرے رام یعنی حضرات نے آپ سے استفتہ کیا تو بولے کہ "بھائیوں میں اُن لوگوں کے

بھکرے میں نہیں پڑتا" ॥

یہی تصریح اشنازہ انداز میں ۱۔

درستک بعد آج اوہر کیونکر آئے ہو
اکھیں ملا کے ہم سے کرو دیات صاف
آنا تھاری ذات کے تو یاں بید تھا
کنے لگے کہ تم بھی عجب شخص ہو کوئی
لائی ہے کچھ خلکشش ول ہی آپکی
اسچ چھٹے پر ہم تو نہ پھر آئیں گے کبھی
قدرت نے اسر غیب پر پردہ ڈال رکھا ہے ورنہ اس سوال کا جواب نہایت آسان
تھا کہ "خاک گو" کھینک لالی ہے۔

استاذی نہ سوت دشاویخت
خوب نہ مائے خوش اخامت ثابت
اے شدہ اندر سفر با صدرضا
خود بپائے خوش تاسور القضا
اس درذائک کمانی کو تھوڑی ویر کیلئے بند کر کے خاندان مغلیہ کی آخری بازیب بجل
شادی کا تماشہ دیکھئے۔

مرزا جوآل بخت کی شادی

علوم ہے کہ مرزا جوآل بخت نواب زینت محل کے لاٹے فرزند اور مرزا شاہ رخ
کی وفات کے بعد بادشاہ کے ربے زیادہ عزیز نور ابر تھے۔ ابکی شادی تھذا میں وہ سامان
یکیا گیا کہ مرزا جوآل نیر اور یہاں شہزادوں کی شادیوں کی داشستان تقویم پاریسہ ہو گئی تکلفات کرم
ساقچی و منہدی دیرات دار لشش شہر و روشنی بیان کرنا ہی کام ہے۔ البتہ ایک حشمتیہ یہ گواہ کا

بیان زہر نشا طا اور تقسیم طعام کے اہتمام کی بابت اسی کی زبان سے نقل کیا جاتا ہے۔

"قریبہِ مغل سبے جدا گاہ تھا۔ دیوان کی بارہ دری میں جدا جدا مغلیں ترتیب گئی تھیں،

ہر دو میں ایک طائفہ جدا فص کرتا تھا۔ شاہزادگان کی مغل جدا جدا۔ ملازمین معمزین کی گنج

جدرا فرق پاہ کی زرم جدا۔ شاگرد پیشہ کیلئے جدا۔ سیطرح ہر فرق کی مغل جد احتی لبرل شر کیلئے

حکم عام تھا کہ آئیں اور تھاشا کے قص و سرود سے محظوظ ہوں۔ رقصان پری پیکر ہر طرف

سرگرم ناز و انداز تھے اور مجبیان ناہید نواز فرم سپر داڑ۔ دس بارہ روز تک یہ مغلیں

اگر مرحوم -

کل ملازمین شاہی اور رو سائے شہر کے واسطے توڑہ جات کا حکم تھا جسکا بھی چاہئے

ز زقد پچاپس روپیہ توڑہ کی میت لے خواہ توڑہ لے۔ جتنے قلم کے ذکر تھے نام نہام سب کو

توڑے تقسیم کئے جاتے تھے مثلاً میرے والد کا توڑہ جدا۔ میرے نام جدا۔ میرے چھوٹے بھائی

کے نام جدا۔ وہ بھی نوکر تھا۔ میری والد مکے نام جدا۔ کیونکہ ایک تنخواہ انسکے نام بھی تھی۔

یہ نے مہمان توڑہ بندی سے کھلا بھیجا کہ آٹھ روڑ کے بعد ایک توڑہ بھجوادیکرو۔

اس دریا دلی سے تقسیم توڑہ جات کی ہوئی تھی کہ جس روز توڑہ آتا تھا۔ تمام عزیز د

اقارب دوست اجائب کے گھر کھانا تقسیم ہوا کرتا تھا۔ ایک توڑہ میں طعام استقدر ہوتا تھا کہ ایک

مغل شکم سیر نہ کر کے اسے مکان کا تمام دلان بھر جاتا تھا۔ ایک ایک طلاق میں پانچ

پانچ سیر کھانا ہوتا تھا۔ چار چار پانچ پانچ طرح کے بلا دار نگ بزرگ کے میٹھے چاول،

سرخ۔ بصر۔ زرد۔ اوفے پانچ سیر کی باق رخانی۔ ایک شیر۔ ایک لکین اور کوئی قسم کے

فان غرض کر اقسام خود دنی سے کوئی شے باقی نہ رکھی کئی تھی۔ اسکے علاوہ جن شعرانے

قصائد تہذیت اور سکے غیرہ تھے باوجود کہ ملازم تھے مگر سب کو صلے خلعت و نعائم عطا

ہوئے۔ شاگرد پیشہ کو جوڑے تقسیم کئے گئے۔

غالب مر جم کی رسانی در بار شاہی میں روکھی تھی۔ زاب زینت محل کے ایاد سے
الخود نے پہرا کیا کہ زنگوار کا فند پر کھد کر ایک سونے کی کشندی میں اکھڑتے بھلٹ کے ساتھ
خنور دشمن نذر گز رانا۔

با خدا شہزاد جوں بختک سر پر سہرا
خوش بہلے بخت کر، ہو آج تے سر سہرا
کیا اس عاپد سے کھڑے پہ بھلا لگتا کہ
ہے تے حسن مل ال فرد کا زید سہرا
ناو بھر کر ہی پر دے گئے ورنگنے ورنی
ورنے کیوں لائے ہیں کشندی میں بھاگ کر سہرا
سات دریا کے فراہم کے ہونے گئے ورنی
تب بنا ہو گا اس ل نداز کا گز بھر سہرا
رخچہ دھاکے جو گرمی سے پسینہ پکا
ہم خن فتم میں غالب کے طرف اڑیں
دکھیں اس سہریے کے کمدے کوئی تہہ سہرا
جب سہرے کو بلا خاطہ فرمایا تو مقطع کو دیکھ کر خنور کو بھی خیال بلکہ ملال، ہوا۔ استاذ دن تے
فرمایش کر کے ایک سہرا لکھا یا:-

آج ہو میں دعاوت کاتے سر سہرا
لے جوں بخت مبارک تجھے سر پر سہرا
سر پر طڑہ ہو مرتین تو گلے میں بڑی
کشندی زریں مہر نو کی بھاگ کر سہرا
آج وہ دن ہو کہ لاۓ دراجم سے فلک
تابش حسن سے اند شعاع خوش شید
گنگنا باتھی میں زیبائے تو سر پر سہرا
تامنے اور زندی میں رہے اخلاص نہ
در خوش آب مضا میں سے بناؤ لایا
گنڈھی میں رونخن کا یہ سنا دو ان کو
دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں خنور سہرا
ارباب نشاط خنور دشمن ملازم تھیں۔ اُنسی وقت اُنھیں ملا اور شہر کی گلی گلی کوچ کوچ
میں پھیل گیا۔

تصوف

بہادر شاہ پر فقر در دوستی کا رنگ ایام دیوبندی سے پڑھا ہوا تھا لیکن اب حادث گوناگون نے یہ شہر بہت تیز کر دیا۔ تخت سلطنت پر مجھ کا سارا ذمکات تصرف بیان فرماتے اور طالبین کو ہدایت و تلقین کرتے تھے۔ سلسلہ پیری د مریدی فروع پر تھا۔ جو خوش نصیب شرف بیست سے فیضیاب ہوتے ان کو فخر و عنایت فرماتے۔ مسئلہ دحدت الوجود کی تعلیم دیتے۔ اور ایک سرخ زنگ کار وال بطور تبرک عطا فرماتے تھے۔ بیشتر مریدین کو پانچھوپ پسہ ماہوار بطور مدد معاش کے خزانہ عامرہ سے ملتا تھا۔ اور اس طبع سے مریدین کی تعداد میں روزافزوں ترقی تھی۔ رفتہ رفتہ یہ نورت پھوپھی کر سر کا کمپنی بہادر کے دیسی سپاہی بادشاہ کے مرید ہونے لگے۔ ایک جمداد احمدیہ خال نام بھی اس نعمت کے مشرف ہوا تھا۔ رذیلانٹ کو اندیشہ ہوا کہ فوج کے سپاہی اگر بادشاہ کے حلقة گوش ہوئے تو وقت ضرورت حق نمک فراموش کریں گے۔ لہذا الکاران فوج کو بہادر شاہ سے بھیت کرنے کی حکماً مانعت کی گئی۔ لیکن ہمیں کے دوسرے باشندے اس خوان کرم سے بتنے تکلف بہرہ اندوز ہوتے تھے۔ اگرچہ بادشاہ سلامت کو تصرف میں مقدار خلو تھا کہ گلستان کی شرح ایک صوفی کے نقطہ نظر گاہ سے خود لکھی اور اشغال واڑ کا رہیں کیک۔ کتاب "سراج المعرفت" نام مفتی میرالل سے لکھوائی لیکن یہ شہر نہ کیا جائے کہ ہجوم مصائب یا کثرت ریاضت نے حضور اوز کا دل سرد کر دیا تھا۔ اور آتش شوق بالکل جگہ تھی، نہیں اگر زنہ ملہ مرا غائب مرحوم نے "ہمیری دز" کے دیباچہ میں اسی پر چوتھی کی ہے۔

شبی از منیر دہ آ داز عشق شاہ امیر تخت گور راز عشق

شاہ ما دار د بسم در رہو دی	خرقا پسیری د تاج خردی
شاہی دور دوستی ایں چاہم است	باشد عمد قطب عالم است ۷

نہیں۔ عمر شریف ستر سو سے مجاذ تھی اس وقت کا واقعہ ہے کہ حضور انور نے اکھی سلوٹ کے پیلے کی تقریب میں راہ پر بھولانا تھا کہ بچاں روپیہ اور جنت خاص کے کھاروں کو ایک اشرفت فرمائی۔ اس علیش دعشت کے وقت میں حضور انور نے ایک مطلبہ ذہرہ پیکریا اور طلاقت کو شرف مناجحت سے اعتبار دا تیاز کا رتبہ محنت فرمایا اور ختم حمل خطاپ دیا۔ دوسرو روپیہ ماہوا مقرر فرمایا۔ ایک خواجه سر اور خدمت گوارڈ ڈڑھی پر تقدیر کئے۔ اور اعلیٰ اعلیٰ قسم کے بہت سے زیاد اعطاف رکے۔ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

لبس دہی خورد دخواجے کے دن تھے
لے آنحضرت تھا اور عصر نشاط
جام صہبائے نامبکے دن تھے
دور عشرت تھا اور عصر نشاط
مندی مل کر نہاتے تھے ہر روز
مشترک رخصنا بکے دن تھے
کرتے آرام سر دخانہ میں
تابش آفتابکے دن تھے
باتتے رات کو بھی جاڑے کی
بھنسی پیتے تھے روزے۔ اس سے
تھا "کلوادا شرلو" پرانا عمل
کوشش لوب کباکے دن تھے
تحانہ کچھ دلیں خوب روز حساب
گمن بے حسابکے دن تھے
پیتے دو فی سما بکے دن تھے
دی رات میں آہ دزاری کی
اور نہ یہ لنج ذاتکے دن تھے
دیکھنے کچھ عذا بکے دن تھے
رہے پیری میں اس لئے جیتے
یہ تاشہ بھی قابل دیدہ ہے۔

چون میں ابروں میں ہو پھر تو چھلیں ہوں تاشہ ہو
نشے میں رشک بگل ہو پھر تو چھلیں ہوں تاشہ ہو

کسنا پر آب ہو متابب ہو سا غریب ہے مینا ہو
 جو یہ سامان کل ہو پھر تو چیلیں ہوں تماشہ ہو
 رباب دنگ ہو زخم طبسر، مواد طبسر، مو
 دت دنے ہو دل ہو پھر تو چیلیں ہوں تماشہ ہو
 پڑا دریا میں ہو سس چڑا غاص ادر وہ ہوش،
 کھڑا بالا کے پل ہو پھر تو چیلیں ہوں تماشہ ہو
 پیس نے اس قدر بایہم شہر کا، ہو دے یہ حالم
 جیا کا اپنے قل ہو پھر تو چیلیں، ہوں تماشہ ہو
 ہو اٹھنڈی ہو آدمی راست ہو یاد ہو یاد ہو
 چراخ اُسوقت گل ہو پھر تو چیلیں ہوں تماشہ ہو
 (لذت گناہ ہنوز دل میں باقی ہے!)

ناکرده گناہوں کی بھی حرمت کی ملے داد
 یارب اگر ان کرده گناہوں کی سزا ہے

محاسن اخلاق،

بادشاہ سلامت با وجود ناکھودی کے ہاتھوں ناچار ہوئے کارام اخلاق تھے
 تھے۔ انکے حاشیہ نشین بیان کرتے ہیں کہ عجز و انکسار کی نفس۔ عفو و حلم۔ ترجم اور حسن خلق
 کے نزیروں سے آرہتے پیر استہ تھے۔ کوئی کھلکھلت و سلطوت کا زبان پر نہ لاتے اور خود
 کو ادنیٰ بندگان بارگاہ کے برابر قصور کرتے تھے۔ بُوئے نجوت و رعنوت پاس ہو کر نکالی تھی،
 ہر سنبھلہ خدا سے اخلاق و تواضع کا شرف یافتہ بر تاد کرتے تھے۔ زهد و صلاح۔ طهارت و نعمتی

کی جانب مائل تھے بینیات و منہجات شرعیہ سے اصرار کی روشنی کرتے تھے۔ وہ یام عبیدی کی
کے بوجا پنی دینداری پر پسندگاری رحمتی اور فیاضی کے ہر دل غرز تھے۔ انکو غریب سے
بہت انس تھا اور مشورہ ہے کہ انکی مسادات پسندی استدر تھی کہ وہ اپنے خادموں کو کھلا
بنیز خود کھانا ساول فیض فرماتے تھے۔

علم و فضل کی محبت سے ان کو لچکی تھی اور اصحاب کمال کی خدمت اپنی حیثیت سے پڑھ کر
کرتے تھے شاعری اور شعر کی تقدیر دانی کی باہت آئندہ اور اونتھیں فلم فرمائی کیجا گی۔

شیخ ابراہیم ذوق کا انتقال و زغالب کی شاگردی،

یامن کا سلسلہ درست رکھنے کیلئے اس مقام پر نیز راجح ضروری ہو کر
صفر ۱۲۸۷ء میں بادشاہ کے اتنا حضرت شیخ ابراہیم ذوق نے بلاغ جہاں کی راہی۔
بادشاہ کو بہت افسوس ہوا اور بار بار مر جوم کے حقوق یاد کر کے انہاں ملن فرماتے رہے جس
متوی فرمایا۔ اور اُنکے صاحبزادہ شیخ محمد نعیل کو خلعت تغیرت سے سرفرازی بخشی۔ نواب مزا خاں
وارث (شاگرد ذوق) کی مرزا خنزیر ولیمد کے دیلہ سے قلعہ میں آمد رفت تھی لیکن ولیمد معمور بھے
اور اُنکے قویں کا چراغ نواب زینت محل کے سامنے جلانا مکمن نہ تھا۔ بادشاہ واسع کی بھائی
اور شستہ بیانی کے مفترض تھے مشورہ ہے کہ تلمذ کے ایک شاعر و میں وارث نے بے صلاحی
خیل پڑھی جس کا شعر تھا۔

ہو کے مخدود وہ جب آہیری بلائز کی گئی کسی کا اطلاع یا رب نہ دنیا میں بھرم نکلے
بادشاہ کے حسب حال تھی۔ ولپر و پٹ گئی۔ ذعیر شاعر کراپنے پاس بلا یا اور پیشافی پر
برسر دیا۔ گر منصب اتنا دی خالی ہوا تو ولیمد کے آور وہ کاظم رحمان تھا۔ حافظ غلام رہ رسول ویران
لے ششماہی میں انتقال ہوا۔ مزا اپر پر شرکنہ ہے۔
ما تحریر قدور آں پہ بھی پڑھتے جانا، اُن سے کہد جو ہیں اس رو سے گزرنے والے

شاگرد نوق کو منصب عنایت کیا گیا اور خدمت اصلاح مرزا اسد الشخان غالب شعلہ گئی
خواجہ حالی فرماتے ہیں کہ "مرزا غالبت اس کام کو بادل ناخواستہ سر انجام کرتے تھے۔ اور ایک نائل
سے روایت کرتے ہیں کہ مرزا کو بادشاہ کی آنحضرت غزلیں بنانے میں اُس سے زادہ دیر نہیں لگتی تھی
جتنی کہ "ایک مشاق اس تو کو چند غزلیں صرف کہیں کہیں اصلاح دیکر درست کرنے میں لگتی ہے"
ظفر کا وہ کلام جو غالب کی "بادل انواستہ" اصلاح سے فرین ہو اتحا خد میں تافت ہو گیا یا یکم
احسان الشخان مرحوم نے جنکے پاس تسبیب یوان کیلئے جس ہوتا تھا غالب کر دیا۔ اسلئے نہیں
کہا جاسکتا کہ بادشاہ کو غالب کی اصلاح سے فائدہ پہنچایا نہیں اور درحقیقت بادشاہ صرف "ایک
ایک دو دو صدر کرتے تھے" اور غالب ان مصروعوں پر غزلیں لکھ دیتے تھے یا یہ روایت بھی "شجراء"
پرستی کا ثمرہ ہے بادشاہ کہنے میں خاعترف تھے مکن ہے کہ آخری رانہ کا کلام استقام سے باطل خالی
ہو۔ اور اسوجہ سے مرزا غالب کو کاوش اور جامحہ کی کی ضرورت پڑتی ہو۔ اور ناظرین مراک
روایت کا آخری حصہ بالکل صحیح ہو یعنی صرف کہیں کہیں اصلاح دیکر درست کر دیتے ہوں۔

غرض نوق کے بعد مرزا غالب کی قلمہ میں خوب قدر افزائی ہوئی۔ لیکن مرزا اپنی فطرتی
شوخی سے بازہ آتے تھے۔ ایک روز سلطان نظام الدین قدس سرہ اور حضرت امیر خسروؒ کی
خصوصیت کا ذکر دربار میں ہو رہا تھا۔ مرا نے ایسو قوت پیر ان شاکر کے پڑھا۔

سلی د مرشد د کو قدرت حق سے ہیں ۰ طالب

نظام الدین اخسرد۔ سراج الدین کو غالبت

بادشاہ کے چھوٹے صاحبزادہ، مرزا خشن سلطان غالب کے شاگرد ہوئے اور انہیں کی طرف "الہائی"

شاعر نے اپنی مشہور غزل کے ایک شعر میں اشارہ کیا ہے۔

خشن سلطان کو کھلے خالق اکبر سر برز شاہ کے باغیں یہ تازہ نہال چھاہے

چند سال کے بعد ۲۶ برس کی عمر میں درگاہ نظام الدین اور شریعتی کے دریان "نہماں" خون سے پینا گیا۔ ابو کے والوں سے جمیل لال بہرا اور شریعتی کے خونی دروازہ پر کمزور ہوا کیا گیا !!
ہر گھنٹے مغلب زمانہ ہے یہی دنیا کا کارخانہ ہے

کمپنی بہادر سے تعلقات اور ولیعہدی کا قضیہ

ایسٹ انڈیا کمپنی کی نظر میں بہادر شاہ کی یہ قوت رہ گئی تھی کہ ۱۸۵۷ء میں دارالسلطنت جنود اور اہل سلام کے دریان گاہ کا کشی کے قدمیں اپنے لفڑی سوال پر کچھ بھگڑا ہوا، باوشاہی کے معاملہ کو سلیمانی کے لئے مشورہ نیک دینا چاہا۔ اور اپنی رائے لفڑت گورنر صوبہ پنجابی و شماں کے جو وہی کا اصلی حاکم تھا لکھ کر بھی تو صاحب بہادر نے جواب دیا کہ "مقامی عہد" والوں سے جو قیام امن کے ذرداریں رجوع کرنا چاہئیں" ۔

القاب داؤ اب میں بھی فرق آگیا۔ پہلے جن طوطا لفڑت صاحب کی طرف سے باوشاہ کو جانتے تھے "میٹ پلینر ویجٹی" سے شروع ہوتے اور "لوگوں پر فتحی میفل سر و فٹ" پر تعمیر تھے۔ مگر ۲۲ اگست ۱۸۵۷ء کو مٹکا لون لفڑت گورنر اگر و نے مسئلہ گاہ کا کشی کے متعلق باوشاہ کے خط کا جواب دیا تو وہ القاب تحریر کیا جو ایک دوست دو سے دوست کو لکھتا ہے یعنی شہنشاہ و ملک کا مرتب لفڑت گورنر کے برادر رہ گیا۔ مگر حقیقت میں اتنی عزت بھی نہ تھی کیونکہ کسی فتح کی طاقت باقی نہ رہی تھی۔

اب جو لکھتا ہے وہ یہ کا ہے کو لکھتا تھا کبھی ظفر دیکھ لاؤں سُبْت بے پیر کا پیدا کا عنہ
اجلاں ای ۱۸۵۷ء کو مژا خزوں لیے بغار فسحہ پر خداوندی سے رخصت ہوئے اور شہر کیا گیا
کہ آنکو زبردی گیا ہے ولیعہدی کا قصہ پھر ابھر۔ زاب زینت محل نے بجان ترکو شمش کی، باوشاہ
نے جواب خفت کی ولیعہدی کا باضابطہ مطالبہ کیا اور ایک حضر پیش کیا جس پر انکے آٹھ بیٹوں کے

و تخطا تھے۔ اور کھاتا تھا کہ ہم سب خوش ہیں کہ ریزت محل کا بیٹا ولی عہد مقرر ہو۔ لیکن دوسرا ہی دن بادشاہ کے سب سے بڑے بیٹے میرزا قویش نے ریزت کو اطلاع دی کہ حضر پر تخطا فتنہ تجوہ کا لائق دیکھ حاصل کئے گئے ہیں۔ اور اس نصب کا سخت سوائے میرزا قویش کے کوئی نہیں ہے۔ کمپنی کو مزید کامیابی حاصل کرنے کا موقع ملا۔ میرزا قویش سے پیش رو انظور کرالی کہ بادشاہ کے بعد لقب شاہی موقوف کیا جائے صرف خطاب ”شہزادہ“ باقی ہے۔ اور زیر پیش، جو اسوقت تک سوالا کہ کے قریب تھا صرف پندرہ ہزار ماہوارہ جائے۔ آنکھوں پر پردے پرے پھٹے تھے شہزادہ نے پیش رو نیکی کی۔ دوسرا کارکمپنی بہادر نے میرزا قویش کی ولیعہدی کا علان کر دیا۔

جب یافشوں کے خبر ضیافت العرب اپ کے کان تک پہنچی تو اسکے رنج و غم کی کوئی حد تھی ایک نہایت دردناک نظم اس ساخمنے جاگذار سے متاثر ہو کر لکھی جو چند گھنٹوں کے اندر شہر کے کوچہ و بازاریں پھیل گئی۔ اُنکے آن اشعار کو مرثیہ کی طرح گاتے پھرتے تھے۔ اور یوڑھے اُسے سجن منکر دتے تھے۔ مکمل نظم و ستیاب نہیں لیکن اس کا ایک شعر دلی اداں کی زبان پر ہے۔

لے ظفر اب ہر بھی تک انتقام ملہنت
بعد یہ کرنے ولیعہدی نہ ملہنت

۱۸۵ءے غدر

غدر کی عبرت ناک و اسنان کو چہ دین میں مشہور ہے اور اسکے باب دلائل و افادات و نتائج پر متمدد کتا ہیں اور دیگر میں تصنیفت و تالیف ہو چکی ہیں۔ لیکن ظفر کے سوانح بھگار کو اس

دیگر اش مضمون پر قلم فرسانی سے چارہ نہیں بصدیق والی اس افسادِ غم کے وہ حسرت ناکہ تظل
مخصر الفاظ میں ہیں کئے جاتے ہیں جنکو ہمارے مدوح سے براہ راست تعلق ہے۔
مخوس ۷۰۸ کے آغازِ دو ستم بہار سے ولی میں یحیت انگلی خبریں مشہور ہو رہی تھیں کوئی
اکتا جھاکا لیران کا جھکلاہ ہندوستان پر چل آؤ در ہو گا کسی کا خیال تھا کہ زارِ روس ہند کی طرف
پیش قدمی کر لے گا۔ کبھی خبرِ اڑتی تھی کہ امیرِ کابل بادشاہ ولی کو اغیار کی حوصلت سے آزاد کرائے
آ رہا ہے۔ کسی دشمن پر ہوتی تھی کہ ترکی اور فرانش نے باہم معاہدہ کیا ہے اور وہ شاہِ ایران
کو ساتھ لے کر ہندوستان کا ختنہ لٹلنے کی فکریں ہیں۔ بد بال مخل جاتے تھے کہ لال قلعہ میں راہل فارس
کی آمد کا روز ادا انتظار ہے۔ اور حضرت شاہ حسن عسکری ایرانیوں کی نجع و نصرت کیلئے اعمالِ بریت
کی چلکشی میں مصروف ہیں۔ ایک دن جامِ مسجد کے دروازہ پر کسی شریر نے اشتہار چپاں کر دیا کہ شاہ
فارس فوج لئے آ رہا ہے اور ہندوستان کے سملماذ نکو اس شکر کی آمد اور کرنا چاہیے۔ عالمِ افغان
اداروں مایسچ۔ سیاسیات سے پچھی رکھنے والے بھی فیضی خبریں سننے کے مشتاق تھے اور سامان
تفصیل کے فرائم کرنو یا تازہ تازہ بشارتیں تصنیف کرتے اور انکی تشهیر کرتے تھے البتہ اینہیں گوئی
پرست تفقی تھے کہ عنقریب ایک زبردست افلاط بہ نیوالا ہے جس سے سلطنت برطانیہ کی طلاق
ہندوستان میں ختم ہو جا دیگی۔

نامِ ہمک میں افواہ بھیل گئی تھی کہ انگریز علیا کو جبرا عیانی بنانا چاہتے ہیں۔ یہاں کے مرکم
اور مذاہب مثاکر اور تمدن و معاشرت فنا کر کے فرنگی تہذیب رائج کیجا گیل۔ دیسی ریاستیں سب
ضبط کری جائیں گی اور انگلستان کا قانون ہمالیہ سے راس کمادی تک نافذ ہو گا۔

غرض رہایا دل تنگ تھی اور فوج پر دل کہ اتفاقاتِ تضاد و تدریس سے اُسی زمانہ میں کب
حد تقدم کے کارروں اُسی کے جنکو استعمال کرنیکے لئے دانتوں سے کاشنے کی ضرورت تھی۔ بدمعاشروں نے
شہرت دی کر ان کا راؤں میں گائے اور سُور کی چربی ملی ہوئی ہے۔ اور اُنکے رائج کرنے سے

مقصود ہے کہ ہندو اور مسلمان روؤں بیویین ہو جائیں اور پا دریوں کو تسلیخ صیست میں سافی ہوئی
بے بیا دخیر سے ملک میں بھل کی طرح پھیلی۔ ہندوستانی فوج اپنے افسروں سے ناراض اور
بغاوت پر تیار تھی۔ اس افواہ نے بارہ دنیں آگ لکھا دی۔ کار تو سوں کے استعمال سے انکار
کر دیا۔ انگریزوں کے کاراباب حل و عقد نے تدبیر اور داشمندی سے کام نہ لیا۔ اپنے سطوت و بدیہ کے
املاک کے لئے زراعی کارتوسون کے استعمال پر اصرار کیا اور ایرانی حکوم کا وہ زریں مقولہ بھول گئے
”زہر جا کے مرکب تو ان تاختن + کہ جاما سپر بایڈ انڈ اختن۔ سیرٹھ کی بڑی چھاؤنی رعوب و دا بکے
منظہر کے لئے انتخاب کی گئی۔ میں ۱۵۰۰ کو دیسی سپاہی کارتوس قبول کرنے پر مجبور کئے گئے۔
انھوں نے انکار کیا تو انکاروں کے سرکردہ حوالات میں بند کر دئے گئے۔ اوسکے دن پر ٹیڈ پر بن غزنی کو
وس دس برس قید کا حکم منایا گیا۔ انکی دردیاں تمام فوج کے سامنے سرمیدان آتار گئیں۔ اور
ٹیڈ پہنادی گئیں سپاہی غم و غصہ سے بتایا ہے لیکن اس وقت کسی نے دم نہ مارا شام کو بازار
یہی خبر مشہور ہوئی کہ دہنڑا ٹیڈ پہنادی گئی ہیں اور کل دوسرے انکار کرنیا لے گزدار کے جادیں گے۔
صحیح ہوئی تو اڑاکا دن تھا اور کی کی دسویں تاریخ انگریز افسر عبارت کے لئے گرا جا گئے۔
اویسی فوج بارکوں نے بھل کر جیلیاں پہنچی۔ تغلیق توڑے اور قید یونکو چھڑا لائی۔ تھوڑی دیر کے بعد
بارکوں کے چھپر جلا ٹھے اور افسروں کو قتل کرنا شروع کیا۔ انگریز مرد بچپن۔ عورت۔ نوجی اور غیر فوجی
جسپر انکھ پڑی ہوت کا شکار ہوا۔ دن بھر سیرٹھ میں قتل و غارت کا بازار گرہ رہا۔ شام کو بااغی ذوق دہلی
کی طرف روانہ ہوئی بعض انگریز افسروں نے موقع پاکر دن ہی میں ایک خط اکمشڑ دہلی کے نامہ روانہ
کر دیا جس میں بغاوت کا حال لکھ کر انہیں خدا ہر کیا تھا کہ بااغی دہلی کا رُخ کر دیں گے اور دہلی بند و بست
ہونا چاہیے گم بختی سے یہ خط آدمی رات کو کمشنر کی کھلی پر ہو چا۔ صاحب ہبا و خواب ستراحت
میں تھے انکو بیدار کر کے خدا دیا گیا مگر نہ کئے فشر میں خطاکوں پر تھا۔ ایس دفتر بے معنی غرق میں ناچیے
خط جیب میں ڈالکر چھو رہے۔ صحیح ہوئی تو بااغی دہلی میں داخل ہو چکے تھے۔

دو شنبہ کے دن (الی ۱۵ شعبہ را در مصانع ۱۲ ص) کو باادشاہ سلامت فریضہ بھی سے
فائز ہو کر جہڑکے میں بٹھے وظیفہ پڑھ رہے تھے کہ دریا کے پل کی طرف آگ کے شعلے نظر آئے سے دریا
حال کے لئے سواز بیٹھے معلوم ہوا کہ میر شاہ کی فوج باغی ہو گئی۔ انگریزوں کو قتل کر دالا۔ اُرملی اور اسی ہے
لہاث کے انگریز حاکم کو بارڈالا ہے۔ اور اسکے بھگڑاگ لکھاڑی ہے۔ باادشاہ متوجه اور پرشان ہو
حاکم دیا کہ پل توڑ دیا جائے اور شہر بنیا کے دروازے بند کر دیے جائیں تاکہ یہ فتنہ عظیم شہر میں داخل
نہ ہو سکے۔ اتنے میں سوانان باغی کشیوں کے پل سے اُزگر پلک کڈھ کے تھے ہوتے ہوئے تھریا
کے پاس آپ ہوئے۔ نیر جہود کے پرا جا کر اس تادہ ہوئے اور حسب قاعدہ مسلمی دی۔ اتحاد جو کو عرض
کرنے لگے: ”ہم لوگ آپکے پاس فریادی آئے ہیں۔ امیدوار انصاف ہیں، ہم نے اپنی جانیں تکبیر
اور سر کٹوا کر گلستے کابل کے ڈیرے تک پڑو دیکھوں ہیں عدلداری انگریزی قائم کر دی اور ہماری
استحفانت سے تمام ہندوستان پر سلطنت ہو گیا اب کوئی سرکش باقی نہ رہا تو سرکار کی نیت ہیں فتوح کرایا ہے اور
وین وغیرہ بک در پی تحریب ہوئی ایک قسم کی بندوق ایسی ایجاد کی جیسی کارتوں دانتوں سے
کاٹ کر لگانا پڑتے۔ کارتوں معلوم نہیں کہ کس جاؤر کی جھلی سے منڈھے ہیں۔ ہم لوگوں نے تعیین حکم
سے انکار کر دیا۔ زراعت ہرگئی۔ چارہ بیمنہ سے یہ تنازعہ درپیش ہے۔ حکام میں کیٹیاں ہوئیں اور
ہم لوگوں میں بھی چپیاں دو گیس کرزیا وہ تشدید ہو تو ایک دن ایک تیارخ بالاتفاق تمام ہندو
میں خدر مچا دو چنانچہ میر شاہ سے خدا کا آنکھا ہوا۔ اور تمام فوج جاؤہ اطاعت کے منحصہ ہو گئی۔
ہم شباہ روزہ میں کوس کی مسافت طے کر کے یہاں آئے ہیں تاکہ باادشاہ سلامت ہمارے
سر پر اعتماد کیجیں اور ہمارا انصاف فرمائیں۔ ہم دین پر بگڑھکر آئے ہیں: ”اس فریاد کا باادشاہ نے
جو جواب دیا وہ تابیر کی نقطعہ نظر سے نہایت اہم ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مظلوم طفیر
کو پاہیونکی نافرمانی سے کچھ قتلعہ نہ تھا۔

باادشاہ کے اتاوزا میں راقم الدوام سید ناصر الدین جیسی نظریہ دہوئی امور سفت سید اقدس

میں حاضر تھے اور اس گفتگو کے شاہ علیٰ ہیں۔ انہوں نے ادا شاہ کا جواب "داستان خدا" میں بیان کیا ہے جسکے مبنیٰ الفاظ خود حضرت طفیلی زبان مبارکے نگلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

جواب سُنُو بھائی مجھے بادشاہ کون کہتا ہے۔ میں تو نقیر ہوں۔ ایک ہمیہ بناء کے ہو اپنے اولاد کے لئے بھیجا ہوں۔ بادشاہ تھت تو بادشاہ ہونکے ہمارا گئی میسکریاپ دادا بادشاہ تھے جنکے قبضہ میں ہندوستان تھا سلطنت تو سورپس پہلے یہی کہر سے جا چکی تھی، میرے چدوار بابا کے ذکر چاکرا پنے خاندان نعمت کی احاعت سے جدا گاہ دریں بن بیٹھے۔ میرے باپ دادا نے سے ملک نکل گیا۔ تو ت لا یوت کو محتاج ہو گئے۔ خصوصاً میرے جد بزرگوار حضرت شاہ عالم بادشاہ غازی کو حب غلام قادر نک حرام نے قید کر کے نابینا کیا ہے تو پہلے مر ہوں کو طلب کیا گیا تھا۔ اور انہوں نے اس نمک حرام کو بیٹھ کر دار کو پوچھا یا حضرت بادشاہ کو قید سے چھڑایا چند سال مر ہئے بادشاہ کی جانب سے فتحار ہے۔ مگر بادشاہ کے صرف مطیع کا بندوبست نہ کر سکے۔ لاچار ہر کو میسکر دادا نے جانب سلطنت بر طائفہ بوجوع کی اور انگریزوں کو بولا کر اپنے گھر کا فتحار فرمایا۔ ملک ہندوستان اُنکے توفیض کیا۔ ان لوگوں نے حسب ذخواہ اخراجات شاہی کا بندوٹ کر دیا۔ ملک میں امن و امان کا ڈنکھا بجا دیا۔ اس روز سے ہم لوگ با عیشی عشرت نام ببر کرتے چلے آتے ہیں۔ سڑائی جھگڑے سے پکھ کام نہیں میں تو ایک گوشہ نشین آدمی ہوں مجھے تانے کیوں آئے۔ میرے پاس خزانہ نہیں کہ میں تم کو تخواہ دوں گا۔ میسکریاپس فوج نہیں کہیں تھا جو ایس امداد کرد ہنگامہ میسکریاپس ملک نہیں کو تھیں کہ کوئی کھونگھا میں پکھ نہیں کر سکتا ہوں۔ کسی طرح کی قرع استھانت کی نہ کھو۔ تم جاؤ یہ لوگ جانیں۔ ہاں ایک امر بسے اختیار میں ہے۔ البتہ وہ ممکن ہے کہ میں تھمارے درمیان میں ہو کر انگریزوں سے تھماری صفائی کر لاسکتا ہوں۔ تم ابھی ہیں ہمہ رہو میں نے صاحب ریز ڈینٹ کو بلوایا ہے۔ وہ میسکریاپس آئیوں لے ہیں میں پہلے اُنے درایت کر لوں۔ اُنے مجھے حال فتنہ دناد معلوم ہو جا ویگا اور خدا چا

اس فنادو میں رفع دفع کراؤں گے۔

گفت گلہنوز ناتام تھی کہ فرمز صاحب ریز ٹینٹ میر قلعہ دار صاحب کے داخل اور ان خاص ہوئے بادشاہ اُنسے مخاطب ہو کر فرمائے گئے "کیوں بھائی یہ کیا فتنہ فناد بر برا ہو گیا۔ یہ مذہب کا جھکڑا کیسا اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ مقدمہ دین آئیں کاہے۔ تعصیت مذہبی بُری شے ہے۔ اس فتنہ کا جلد اسداد ہونا چاہیے۔ مبادا ہندوستان میں عالمگیر ہو جائے اور لاکھوں آدمیوں کا کشت و خون خلدو میں آکے۔ یہ لوگ جاہل ہیں۔ فرقہ پاہ جاہل ہوتا ہے۔ ان سے تھپک کے کام بخالا چاہیے۔ انکو ہدایت کرو کر یہ لوگ اس فناد سے بازا جائیں۔ جائے تو ہبھی کہ تم کو اس معاملہ کی ابتک خبر نہیں۔" ریز ٹینٹ نے بذات خاص باغیوں کو فہماں کی گلہنوز نہیں ایک پاہی نے ایموقوت صاحب بہادر پر بندوق کافیر کیا مگر فضنا نہ تھی پنگے۔ بادشاہ سے عرض معرض کر کے شہر کے بندوں سے کے لئے باہر نکلے۔ باغیوں نے تھاق کیا اور بھٹوی ہی ویر کے بعد شہر پر قشیل دغارت کی اگ مشتعل ہو گئی۔ ریز ٹینٹ بہادر قلعہ دار۔ فیصلی مانے گئے۔ دو کالیں لئیں۔ اور سارے شہریں شیطان کا راج ہو گیا۔ باغیوں کو رسکی ضرورت ہوئی اور بلازہن شاہی سے مدد مانگی۔ امداد کا اقرار اس شرط سے کیا گیا کہ غارت گری و داشتی کا بازار بند کیا جائے۔ بھوکوں نے منظر کیا۔ تو شہر میں منادی کی گئی۔ خلق خدا کی۔ ملک بادشاہ کا حکم جاہ پشاہ کا کسی پر کوئی ظلم نہ کرے درست ملزم شاہی فرار دیا جاوے گیا۔ ووکانوں پر پہنچ جایا گیا اور شہر میں امن تمام ہوا۔ باغی اپنے حركات سے کب باز آتے تھے۔ بنیک گھروٹ لیا اور فرنگی عورتوں اور بچوں کو رفتار کر کے اُنکے خون پر لامادہ ہوئے۔ شاہی ملازموں نے اتحم ن ماہن سے منع کیا۔

بصد کوشش ان بے گناہونکو شاہی خانلٹ میں لیکر قلعہ میں رکھا۔ لال قلعہ میں بھی غیونکی عذر رائی تھی۔ بادشاہ بالکل بے بس تھے اُنکے صریح حکم کے خلاف ہے سب محبوس بلکہ قشیل

کرڑا لے گئے۔ مرزا مغل۔ مرزا خضر سلطان دغیرو شہزادے باغی فوج کے افسر بنائے گئے۔ اور مظلوم بادشاہ کو بچیرا اکراہ ان افعال کی رضا مندی دینا پڑی۔ بادشاہ سلامت کے نام سے حکم احکام بجاتی ہونے لگے لیکن انکے ملاز مونکی تحقیقت تھی کہ ہر وقت فرشتہ اجل سامنے تھا۔ ظہیر الدہلوی لکھتے ہیں کہ ”ایک دن ہم لوگیں حکیم احسن اللش خاں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ پورے یوں نے آکر ہمکو چھیر لیا اور بندوقیں پایوں پر چھینچ کر گھر سے ہو گئے۔ اور کہا کہ تم سب بیدین ہو۔ تم کریمان ہو۔ اگر یوں کو چھپیاں لکھتے ہو۔ ہم لوگوں نے جہان ہو کر ان سے کہا کہ ایک نہ سب کو اڑا دو روز کے چھپکڑے سے توفیصلہ ہو جائے اُنہیں سے ایک دو افسوس بچو دار تھے و ساتھیوں کو سمجھا کر لے گئے۔“

بادشاہ کی یعنی تحریکی کہ ممتاز باغ میں اُن بندیزوں نے اپنے گھوڑے بازدھتے تھے۔ ایک پوری بیان فرہاد امام پستہ قد ادھیر چاپن پھین بر س کی عمر کا منحدر پڑا صی گاڑتھے کا کرتہ دھونی بندھی ہوئی۔ سر پر ایک انگوچہ جال کر ترج افسر دوں کی اُسکے گلے میں پڑی ہوئی عقب جام کے چبوترہ سے دربار میں آیا اور بادشاہ کو سلام کر کے پاس چلا کیا۔ بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر کرنے لگا سنوڑ ہمکو۔ ”تحییں ہئنے بادشاہ کیا۔“ ظہیر الدہلوی نے اُسکے سینہ پر ہاتھ رکھ کر دھکا دیا اور کہا کہ ادب، بادشاہوں کے دربار میں اپنے گستاخی کرتے ہیں وہ دو تین قدم تیچھے ہٹ گیا اور گرتے گرتے بھلا۔ اور اُس نے توار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا۔ ظہیر نے بھی توار کھینچ لی۔ ایک سیدزادہ نے سپاہی کا گلاہ دبوجا دسر دوں نے ظہیر کو روک لیا۔ لوگوں نے دھکے دیکر دیوان خاں کے باہر کر دیا۔ بادشاہ نے خاہ ہر کو مغلظات گالیاں دینا شروع کیں۔ اور حکم دیا کہ محل کی سویں کروڑ اور زخاہ صاحب کو چلو۔ تلمذ چھوڑ دو۔ خود سوار ہو کر جالی کے دروازہ تک پوچھنے کے لئے میں سب افسر جمع ہو کر دوڑا کئے اور بادشاہ کی سواری روک لی۔ ہر چند بادشاہ نے چالا کر تلمذ سے چلے جائیں مگر وہ کب جانے پڑتے تھے۔ ہوا دار لٹا کر تسبیح خانز کر لے گئے۔ غرض

فلدھیں حکومت درہل باغیوں کی تھی۔ بادشاہ مفت بنام تھے۔ ایک صادق البيان چشمید گواہ کا بیان ہے کہ بادشاہ غریب کا یہ حال تھا کہ جیران پر شیان محل میں رہتے تھے۔ باہم رو آمد تو پھر طلاق تھا۔ بروقت مفہوم تالم آبید ہے تھے تھے۔ گاہ بگاہ بوقت شب تخلیہ میں تسبیح خاتمین گھڑی دو گھڑی آبیٹھا کرتے تھے۔ اور انہیں کو برا بھلا کتے تھے۔ ایک دن حضور نے ان سے حجاطب ہو کر فرمایا کہ تم جانتے ہو آج محل جو سامان ہو رہا ہے اسکا انجام کیا ہونا ہے۔ حمید خاں مجددار نے با تھا باندھ کر عرض کی مخصوصیت پر مسوب رس کے بعد اقبال یاد ہوا ہے۔ اگری ہری سلطنت پھر واپس آئی ہے۔ بادشاہ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ نہیں جانتے ہو جو کہ بیس جانشناہوں۔ جو ہے مُنْ لَوْ میرے بگڑنے کا کوئی سامان نہ تھا۔ یعنی بنائے فساد بالدوں تھراں املاک سلطنت غیرہ بولا کر تھیں۔ میسکرہ اپس ان میں سے ایک بھی موجود نہ تھی۔ میں تو پہلے ہی قصیر ہوا بیٹھا تھا۔ اسکی نیا یہ بجا ہے۔ درویش کے خراج زمین و بانش ہے۔

اُب جو منجائب اشد عزیبے میرٹھ میں آگ لگی اور دلی میں آگ رجھڑ کی۔ فتنہ برپا ہوا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ فلک غدار کویسے گھر کی تباہی منتظر ہے آج تک سلاطین چلتا ہی کہا ہے۔ پلا آتا تھا اور اب آئندہ کو نام و نشان کی قلم مدد و ناپور ہو جاویگا۔ یہ نہ کہ حرام جواہ پہنچاڑ پہلے۔ انسکے جانے کے بعد انگریز لوگ میرا اور میری اولاد کا سرکات کر قلعہ کے گنگے پر پڑھا دیں گے اور تم لوگوں میں سے کسی کو باتی نہ پھوڑ ریں گے۔ اور اگر کوئی بانی رہ جادیگا تو آج کا میرا قول یاد رکھو کہ تم روٹی کا ٹکر لائستہ میں لوگے اور وہ منہ میں سے اُنکر در جا پر بھاگا۔ یہ نشان دروائیں گیز فرمائے گھر میں داخل ہو گئے۔

ان راشمندانہ اتوال کا اس فوجم سے مقابلہ کیا جائے جو فوجی عدالت کے سامنے

منظوم بادشاہ پر لگائی گئی تھی تو اہل دنیا کی بے اختباری اور نیزگز زمانہ کا یہ رت انگریز طرز کی نکاح
کے سامنے آتا ہے۔ فلاغت برداشت اول لا بصلہ

جب توی شہادتوں سے ثابت ہو گیا کہ خدر کی لڑائیوں سے ہمارے مدد و حمایت پر ڈپی
ن تھی تو ان لڑائیوں کی تفصیل ہماری کتاب کے موضوع سے خارج ہے البتہ اس دورانِ انقلاب
کی تین چار مقدمہ رہتی ہیں کا نکرہ ضروری ہے۔ اول تو یکم صن الشد خاں۔ دوسرے مزراں المخیث
یعنی سخت خاں۔ اور تیسرا مزراں مغل۔ اول بادشاہی طبیب تھے اور دوسرے بادشاہ کے
سمدھی اور رشته دار۔ ان دونوں نے دورانِ دشی اور حاکمیت یعنی سے انگریزوں سے سازی کیا اُنکے
غیرہ نامہ دیا ہے دیا ہے اور جو اسی طبقہ کی ہر ایک خبر انگریزوں
پر ہو چکے۔ باعث ہو کئی مرتبہ اُنکے ہو کات پر شک ہوا لیکن بادشاہ نے انکی اعتماد کی ایک بار
جو شفیعی مکیم صاحب کا مکان باعیوں نے لوٹ لیا لیکن ظلم ہایوں کے طفیل میں جانِ سلامت ہی
سخت خاں ایک انگریزی رسالہ کا صوبہ راجھا وہی تھیں باعیوں کا سفر نہیں "لارڈ
گورز" کا خود ساختہ خطاب لیکر تمام بیاہ غیرہ کا فتحا ہو گیا۔ مزراں مغل بادشاہ کے بیٹے اور فوج کے
امانڈر ایجھیت تھے لیکن اس قدر ریاقت نہ رکھتے تھے کہ انقلابی فوج کی رہنمائی کر کیں سخت خاں
باجھت ہو لیکن جنگ کی قابلیت رکھتا تھا۔ ان دونوں اعلیٰ افسروں میں باہم اتفاق نہ تھا۔
مزراں مغل نہ ادنی سے لارڈ گورز کی کارروائیوں میں خلل اندازی کرتا تھا۔ باہمی کش نے آنظام بے
بدتر کر دیا۔ حملہ آوری درکور۔ مدافعت کی بھی قوت نہ رہی۔ پنجاب کو براہ راست حکومت برطانیہ کے
انگریزوں پر کے خود ٹراہی عرصہ ہوا تھا۔ دہلی کی فوج بناوت کے ذہر سے محفوظ تھی۔ انگریزوں نے
اسی شکر سے کام لیا نہیں سے گور کھے مدد کو بلاۓ۔ باعیوں کو شکست دیکر دہلی کے سامنے ایک
پہاڑ پر اپنا مورچہ قائم کیا۔ کہتے ہیں کہ جس دن پہاڑی پر انگریزوں کی تو پس چڑھیں مظلوم بادشاہ
نے اپنی عبادت گاہ میں عابری اور نیاز سے ہے دعا مانگی۔

"مجھے ضیافت اور ناقوان کے آقان کا وقت آپہ بچا۔ خداوند انھے صبر اور استقلال دے، میں اس ابتلاء سے عمدہ برآ رہوںے کا اہل نہیں۔ بیری شرم تیسے کسی بھی بات تھے۔ ان عنکدوں کو بذبب پا ہیوں کو عقل دے کر وہ مخصوص بکوپ اور بگناہ عورتوں پر ظلم نہ کروں۔ لیکن تیسے سو کس سے کہوں، تو ہمیں سب کا حاکم اور ہر شے پر قادر ہے"

یوں کئے کہ ۷۶ شرچو عجز آں طبیباں را بدید + پا برہمنہ جا شب سجدہ دوید۔

لیکن دعا و نکاح وقت گزر بچتا تھا۔ دہلی کا محاصرا ہو گیا۔ باغیوں نے قلعہ پر توپیں نصب کیں اور دو نوں طرف سے گولہ باری ہونے لگی۔ شہر والے صحکوں اگر زیستی فوج کے مقابلہ کے لئے نکلتے تھے اور شام کو اپنی تعداد میں کمی کر کے واپس آ جاتے تھے۔ محاصرین کو بھی پہنچی تک محسوس ہونے لگی تھی کہ انکے پاس کئی ہزار سوار اور سپاہیے کی لگک پہنچائی اور ۱۰ ستمبر کی خوفزدگی کے بعد جیسیں اگر زیروں کے ۲۶ افسروں اور ۲۰ سپاہی بھروسہ و مقتول ہو کے لئے انہوں نے شہر کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ ۱۵ ستمبر سے ۱۶ ستمبر تک شہر کے اندر رہائی ہوتی رہی مگر ہر قدم پر باغیوں کو شکست ہوتی تھی ہیاں تک کہ ۱۹ ستمبر کو باغیوں کے پاس کوئی مودع چاہتی نہ رہا اور نام شہر پر دوبارہ اگر زدہ کا قبضہ ہو گیا۔

لال قلعہ کے لئے وہ بڑی مصیبت کی رات تھی۔ بادشاہ نے ارادہ کیا کہ حوالی سے بھل جائیں اس وقت لا رو گورنر نجیت خاں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ "اگرچہ دشمنوں نے شہر لے لیا ہے لیکن اس سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہوا ہے۔ تماں ہندستان ہمارے ساتھ ہے اور ہر شخص کی نظر کی ذات گرامی پر ہے۔ آپ کچھ تردد نہ کروں۔ میں کسی ساتھ تشریف سے طلبی میں پہنچوں ہیں جیچپ کر ایسی سورج بندی کر دیگا کہ اگر زدہ کاں کا میاب ہو سکیں گے۔ دہلی پا پر نجیت کوئی فوجی تکمیل نہیں ہے اور جنگ کے لئے نہادت نامناسب ہے۔ ہم نے چند مہینہ تک شہر کو بچائے رکھا۔ یہی بڑی بات ہوئی۔ ہم شہب میں تھے اور اگر زدہ پہاڑی پر کوئی ناجائز کارروائی فوج بھی پہاڑی پر

ہوتی تو اسکو دلی کا نفع کر لینا کوئی دشوار نہ تھا۔ بے سبک بڑی خزانی یہ ہوئی کہ حضور کے صاحبوں اے
حضر مغل نوج کے کمانڈر اچیت بنائے گئے۔ وہ نون حرب سے ناداقف تھے اور ان کو معلوم نہ
تھا کہ خود سراور سکش پاہیں کو کس طرح قایوں رکھا جاتا ہے اور ان سے اطاعت اور فرمانبرداری
کیونکر قبول کرائی جاتی ہے۔ میری اندرنگی کا بڑا حصہ ذمی خدمات میں صرف ہوا ہے۔ اگر صاحبزادے
صاحب سے انتظامات میں زندہ نہ ڈالتے تو یقیناً انھیں پاہیوں سے انگرزوں کے لشیر القعدہ
لشکر کر شکست دیتا۔ مگر اب بھی کچھ نہیں گیا ہے۔ تمام ہندوستانی ریاستیں ہائے ساتھ ہیں یہ
زبان سے خاموش ہوں لیکن اُنکے طلب حضور کی ملجمی میں ہیں۔ اگر حضور نے کسی محفوظ مقام پر اپنے
وہ کو انگرزوں کا مقابلہ کیا اور لڑائی کا پانسہ پٹا تو تمام ملک حضور کا ساتھ دیگا۔ بادشاہ اس تقریر
سے متاثر ہوئے اور فرمایا کہ ”ہم مقبرہ ہمایوں“ جاتے ہیں اور تمکل صبح دہان اگر ہے ملو سوت
مناسب جواب دیا جائیگا۔ بجھت خال رخصت یعنی کے تمرزاں آئی سخیش، جو انگرزوں کی ملادی
اس خدمت پر مأمور ہوئے تھے کہ بادشاہ کو باغیوں کے ساتھ ہرگز نہ جانے دیں خدمت عالی میں
حاضر ہوئے۔ چنانچہ کے بعد حروف مطلب زبان پر لارے نشیب و فراز بھاکر دعوہ کیا کیا میں انگرزوں
کے لکر تمام معاملات کی صفائی کراؤں گا۔ آپ پرایا آپکی اولاد پر کوئی حرف نہ آئے و دنگا۔ لشیر لیکے
آپ باغیوں کے ساتھ نہ جائیں۔ بادشاہ نے ان کو بھی کچھ جواب نہ دیا۔ صبح سورہ سے بیگانات
اویذ بھوک کے باپ داد کی حیلی سے باہر نکلے۔ ہمراہ ہمیں کو قبرہ ہمایوں کی طرف روانہ کیا۔ اور خود گدھ
حضرت محبوب اللہ عطاں نظام الدین اولیا میں حاضر ہوئے۔ حضرت دایس خودت ہمایوں کا عالم تھا
پسند خواجہ سراویں اور ہوادار کے کہاروں کے سوا کوئی ساتھ نہ تھا۔ چہرہ زرد تھا۔ اور گرد و غبارے
لیش آکر دی پر گندہ تھی۔ خواجہ سلطانی دہلوی رایت کرتے ہیں کہ اُنکے ناما حضرت شاہ
غلام حسن جو آستانہ درگاہ کے خادم تھے بادشاہ کی آہمنگانہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے دیکھا
کہ حضور عالی مبارک کے سرہانے بیٹھے ہیں۔ شاہ صاحب نے خیرست دایت کی ارشاد ہوا کہ

میں نے تم سے پہلے اسی کہدا یا تھا کہ یہ سمجھت پا ہی خود سڑیں اور انہر اعتماد کرنا غلطی ہے۔ خود بھی
دو میںگے اور مجھ کو بھی دلو ہے۔ آخ رہی ہو تو کہاں نہ لے۔ جہاں اگرچہ میں ایک گوش فرشین فقیر ہوں
لیکن ہوں اس خون کی یاد کا کام جیسیں آخ رہم کا مقابلہ کرنے کی حرارت تھی ہے۔ بے بزرگوں بدر
اس سے زیادہ آڑ سے وقت پڑے ہیں اور انہوں نے بہت نہیں ہماری۔ مگر مجھے زندگی سے انجام کیا
گیا ہے۔ اب اسیں شک کی گنجائش نہیں کہ میں سخت ہند پر تجویز کی آخری نشانی ہوں مغلیٰ حکومت
اکا چڑاغ نہ سارا ہے اور کوئی گھر می کا یہاں ہے۔ پھر جان بوجھ کر کیوں فرید خوزی کراں اس سطح
قلعہ چھوڑ کر چلا آیا۔ ملاں خدا کا ہے جسکو چاہے ہے۔ سینکڑوں برس ہماری شل نے سزیں ہند
پر بادشاہی کی۔ اب وہ سوں کا وقت ہے۔ یہ کوئی رنج و انسوس کی بات نہیں۔ آخر ہنگی تو
دوسروں کو ٹھاکر اپنا گھر بسا یا تھا۔ اسی طرز کی حضرت ناک باول کے بعد بادشاہ نے ایک صندوق پر
دیا اور کہا "یہ تھا سے سپر دے ہے۔ اسی تجویز نے جب ترکوں کو شکست دی تھی تو سلطان بلیز یہ
کے نزد سے یقینت ماتھ لگی تھی اس میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بیش بابک
کے پارس بال میں جو آج تک ہما کے خاندان میں تبرک کی طرح چلے آتے ہیں۔ اب یہرے سے لئے
زمین و آسمان میں کہیں ٹھکانا نہیں۔ ان کو لیکر کہاں جاؤں۔ تم سے بڑھ کر اس امانت کا کوئی الی
نہیں۔ انکو خاطلت سے رکھنا۔ یہرے دل دیدہ کی تھیں۔ جنکو آج کے دن کی ہوں لانک
میں میں اپنے سے جدکرتا ہوں۔"

شاہ صاحبؑ نے وہ صندوق پر لیکر درگاہ کے تو شرخانہ میں داخل کر دیا جہاں وہ اب بھی محفوظ
ہے اور ہر سال بیج الاول کے میں تبرکات کی زیارت ہوتی ہے۔

اسکے بعد بادشاہ نے فرمایا "آج تین وقتے کھانے تک ملت نہیں ہی۔ اگر گھر میں کچھ تیار ہو
تو لاؤ" شاہ صاحبؑ کا "ہم لوگ بھی موت کے سامنے کھٹکتے ہیں۔ کھانے پکانے کا ہوش نہیں
جاتا ہوں جو کچھ موجود ہے۔ حاضر کر دیگا۔ بترہے کہ حضور خود غریب خانہ پر تشریف لے چلیں۔ جب تک

ازندہ ہوں اور یہ سب کے سلامت ہیں اپنکو کوئی شخص ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

باو شاہ نے فرمایا "آپ کا احسان جو ایسا کہتے ہو گر اس بودھے جسم کی خانہت کے لئے اپنے پیر و زکری اولاد کو قتل ہجھ کاہ میں بھیجننا مجھے کبھی گوارا نہ ہو گا۔ زیارت کر چکا۔ اماں سونپ دی۔ آپ دو لقے سلطان جی کے لنگر سے کھالوں تو مقبرے چلا جاؤ گھٹا۔ دہاں جو تھت میں لکھا ہو لپڑا ہو گا۔" شاہ صاحب گر گئے اور دہاں سے نیپی روٹی اور سرکر کی ٹھینی لائے۔ باو شاہ نے تین دن کے بعد وہ نہست کھا کر پانی پیا اور خدا کا شکر ادا کر کے مقبرہ ہمایوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور مرزا الہی بنیش انگریزوں سے نامہ پیام کر رہے تھے۔ دفتر خبر رسانی کے حاکم اعلیٰ میجر ٹرسن کو لکھ دیا کریں نے باو شاہ کو بخت خاں کے ساتھ جانے سے روک لیا ہے۔ کل مقبرہ ہمایوں میں دو بار ملاقات کا درخواست ہوا ہے۔ جبوت دو نہست ہو آپ تمہوری فوج یک رات بیل رہ باو شاہ کو گرفتار کر لیں۔ غرض باو شاہ نے مقبرے میں بخت خاں سے آخری ملاقات کی الہی بنیش بھی موجود تھے۔ بخت خاں نے باو شاہ کے لیجا نے پا اصرار کیا۔ مرزا نے مخالفت کی باو شاہ نے بخت خاں سے فحاظت ہو کر فرمایا "بہادر مجھے تیری بات کا بیفين ہے۔ گر جسم کی قوت نے جواب دیدیا ہے اسلئے میں اپنا معاملہ تقدیر کے حوالے کرنا ہوں۔ مجھ کو سیرے حال پر چھوڑ دو۔ اور اسم اشناز کر کے یہاں سے جاؤ پچھل کام کر کے دکھاؤ۔ بخاری فکر نہ کرو۔ اپنا کام انجام دو۔" بخت خاں یوں ہر کو مقبرے کے شرطی دروازہ سے دریا کی طرف چلا گیا۔ اور اپنی باتی ماندہ فوج یک رات اسی غائب ہو کر آجٹک کسی جاسوس کو اسکا سر ارغ نہ لگا بعلوم نہیں کہ رہیں ہیں مensus گیا آسان پڑھا۔ مددوں اسکی تلاش جاری رہی گر کہیں پہنچ چلا۔

جب میجر ٹرسن کو معلوم ہوا کہ باغی سردار نہست ہو گیا اور باو شاہ کے پاس کوئی جائیتی باتی نہیں ہے تو انہوں نے جزبل سے باو شاہ کے گرفتار کرنے کی اجازت طلب کی ایسوں بحث پیش ہوئی گہرہ باو شاہ کو زندہ گرفتار کیا جائے یا اتنی کردیا جائے جزبل صاحب کی رائے تھی کہ

ہلاک کر دیا جائے۔ گرد و سکے افسوس نے اختلاف کیا۔ کیونکہ اس وقت تک صرف دہلی پر قبضہ ہوا تھا، اور تمام ہندوستان میں فساد کے قلعے مشتعل تھے ایسی حالت میں بادشاہ کا زندہ رکھنا اسی مصلحت تھا۔ اس صلاح و مشورہ کے بعد میر جنگ بیگ کے دروازہ پر آیا اور بادشاہ کو باہر بیلایا۔ نیت محل ہمراہ تھیں انہوں نے عرض کی کہ پہلے آپ میر جنگ میں سے اپنی میری اور جوان بنت کی جان کیان طلب کیجئے تب باہر جائے۔ بادشاہ نے مجھ کے پاس لی کی پیام بھجا۔ اُنے قبول کر لیا اس قول اتفاق کے بعد بادشاہ پر آمد ہوئے۔ پالکی لکھائی گئی۔ اکبر و جوان بیگ کا وارث سرکاری ملزم کی شیفت سے اُس پالکی پر سوار کیا گیا اور گروں کے پرستے میں دہلی بھیجا گیا۔ انا لله وانا الیه راجعون۔

غدر کا انجام

صفر ۱۷۲۴ء کی پہلی یادوسری تاریخ کو بادشاہ نیت محل کے مکان میں جو لال کنور کے قریب تھا قید کئے گئے۔ دس دن مرازا المیخش نے نہبی کی کمز آمغل، مرا خضر سلطان اور مرا آبا بکر و غیرہم مقبرہ ہمالی میں پرشیدہ ہیں۔ میر جنگ میں اپنے سپر سالار سے اجازت لیکر دہلی ہمبوں کے ساتھ انکو گرفقا کرنے والوں ہوا۔ یعنی شہزادہ نبیر کے اندر تھے اور اُنکے ہمراہ لفڑی میلکہ ہمبوں کے قول کے طبق یعنی ہزار مسلمان تھے اور انکے علاوہ میں ہزار مسلمان سپاہی قریب ہی چھاڑیوں میں موجود تھے۔ مہسن اور میلکہ ہمبوں کے ناصله پر بٹھئے۔ کیونکہ اپنی قیلی جمیعت لیکر مقبرہ پر دھاڑ کرنے کی تیت نہ تھی، شہزادوں کے پاس پیام بھیجا کر وہ گز ناری مظہر کروں یا انجام مراجمت کے لئے تیار ہوں۔ اور مگذہ کے بعد شہزادوں کی طرف سے جواب آیا کہ ہماری جانزوں کی زقداری کیجائے تو ہم اپنے تین حوالہ کر سکتے ہیں۔ میر جنگ نے کماکر میں وصہ نہیں کر سکتا۔ شہزادوں کو فیضی شرط کے ہمارے پاس حاضر ہونا چاہیے۔ اب مقبرہ میں باہم گفتگو

شروع ہوئی شہزادوں نے کہا کہ تیموری خاندان کے لوگ اس طرح مجبور ہو کر قید نہیں ہو سکتے۔
تلوار اٹھاتے ہیں اور لٹھتے ہیں۔ مارتے ہیں یا مر جاتے ہیں۔ دارالشکر کو جب اورنگزیب
نے قتل کرنے اچاہا اور قاتل قید خانہ میں آکے تو دارالشکر کی چھپری لیکر کھڑا ہو گیا اور کچھ دیر
چلا دوں سے مقابلہ کرتا رہا۔ ہر کو بھی دلسرہ کام کرنے اچاہتے۔ مرا تو ہر حال ہیں ہے پھر ہیا درسی کی
موت کیوں نہ مرسی۔

مزاںی بخش نے صیحت کا دفتر کھولا۔ اور وہ آثارِ طہارہ کو دکھائے کہ اجل صیحت شہزادوں
مقابلہ اور مجاہدہ سے دست بردار ہو گئے۔ اور مزاںی کے مشورہ کے موافق تن بہ تقدیر بلاکسی شرط کے
رخبوں پر سوار ہو کر ٹھسن کے پاس چلے آئے۔ انگریزوں نے اُن صیحت زدوں کو خونخوار نظروں سے
دیکھا اور دہلی کی طرف کوئی حکم دیا جب، دہلی ایک میل بڑی گئی تو رخبوں کو ٹھہرا یا اور شہزادوں کو
حکم دیا کہ اپنے کپڑے آثارِ طہارہ ایں۔ بنصیب بے بن تھے فرمان کی تعیین کی۔ بلایاں شہزاد کی جسم
سے جدا کیا۔ اور حسرت کے ٹھسن کی طرف دیکھنے لگے کہاب کیا کہتا ہے۔ انکو خیال تھا کہ شاید اس
بلگے سے مقید کر کے پایا وہ یوجانے کا ارادہ ہے۔ گزنو ششم تقدیر پچھے اور تھا میجر غصہ سے دیوانہ ہو گئی
اور اپنے ہاتھ سے شہزادوں کے مقام قلب پر تین ہین گولیاں ماریں۔ مظلوم "ہائے دھوکا" کہا
گئے اور رخبوں کی دیرخاک دخون میں غلطان رہ کر راہی عدم ہوئے۔ جب لاشیں ٹھنڈی ہی گئیں
 تو انکو شہر میں لایا اور کوتولی کے دروازہ پر ایک رات دن سربراہ آوریز اس رکھا مشورہ سے کہ
ان مظلوموں کے سرکاث کر بادشاہ کی خدمت میں بطور تحفے کے ارسال کئے گئے۔ لیکن یہ اسات
سو زخمیاں جرکت کی منتبر تیار نہیں ہے اور غالباً غلط ہے۔

ٹھسن کے اس ظلم پر شریعت انگریزوں نے اعتراض کیا۔ لارڈ رابرٹس نے اسکو خطافہ ادا کیا
جس سکھار تھی نے قتل عمد کے رابری سمجھا۔ مسٹر ڈسٹریٹی نے کہا کہ انگریز افسر نے کاپور کے ناماختا

کی وحشیانہ کارروائی کی بگاٹنگ کاری کے تھوڑے سہی دن بعد وہ کلھوئیں جام باغ کے قریب
بانیوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ امداد اسکے خلاف زیادہ لکھنا مناسب نہیں ہے۔

اس خونزیری کے بعد، میں قیصل عام شروع ہوا جبکی بابت انگلستان کا ایک مورخ
اپنے سراپا پول لکھتا ہے کہ وحشی نادر شاہ نے بھی وہ لوٹ نہیں پایا تھی جو قلعہ ولی کے بعد نگریزی
وجہ نے دہاں جائز رکھی۔ شارع عام پوچھا انسی گھر بنائے گئے تھے اور پانچ پانچ چھوٹے اور یونہوں کو
روزانہ نہ رکھے مرت وی جاتی تھی وہ پول کا بیان ہے کہ تین ہزار آدمیوں کو پوچھا انسی دیکھیں ہیں
۲۹ شاہی خاندان سے تعقیل رکھتے تھے۔

مولف قیصر التواریخ لکھتا ہے کہ، ۱۷ ہزار مسلمان قتل کئے گئے اور سات دن تک بار
قتل عام جاری رہا۔ بغیر بدباد شاہ زینت محل کی حوصلی میں قید تھا۔ خود کیلئے پاپنور پر
یوریہ ملتے تھے اور اس ظلم و تکمیل کی خبریں روز ناکرتا تھا۔
مشتاق تھے جسکے خبر کی کہ مُوا وہ

جس دست کو پوچھایا ہے سُنا قتل ہوا وہ

اس دور صیدت کی یاد کا ایک نظم ہے جسکا داشت اس لغفرنگ کی تصنیف بتاتے ہیں۔ مگر
اس قام کلام پر نظر کر کے بعض بحتر رس اسکے حامی شخص ایک غیر معروف شاعر کی طرف فسوب کرنے
وں، اس دار و گیر کی گرم بازاری میں لفاظ کی شست پر غور کرنے کا کسکو موت تھا۔ دل کے
جنذبات تھے جو زبان پر بیاختہ آئے اور اب تک در دندو نکی زبان پر زندہ ہیں دھوہڑا۔

کسی کیک جو ہوا پٹ نہیں دل کو میرے قرار ہے

کر دل اس تم کا ہیں کیا بیال مر انہم سے یہند فگا رہے

یہ رخایا ہند تبہہ ہوئی کہو کیا کیا آپ سچبنا ہوئی

بے دیکھا حاکم وقت نے کہا یہ بھی قابل دار ہے

کسی نے ظلم بھی ہے سن کر دی پھانسی لاکھوں کو بگینے
وڑ کلگریوں کے سمجھے ابھی دل میں اُنکے غما ہے

ن تھا شرداری ی تھا چمن کو کس طرح کا تھا ایں ان

جو خلاط تھا وہ مٹا دیا نقطہ اب تو اُجڑا دیا رہے

یعنی نگاہ حال جو سب کا اکیر کر شمہ قدرت رب کا ہو

جو بہادر تھی سوزال ہوئی جو خزاں تھی اب وہ بھا رہے

شب درد پھولوں میں جو تکے کو خارغم کو وہ کیا سے

ملے ملق قیدیں جبیں خیں کہاں کے ملے یہا رہے

بہادری جادہ اُتم خستے کو کیسی گردش بختے ہے

نرہ تاج ہے نرہ تخت ہر نرہ شاہ ہر نرہ دیا رہے

جو سلوک کرتے تھے اور سے اب ہیں کیمود کس طورے

وہ ہیں تگب پنج سکے جو دے رہاں پہا نکے نزارے

ای دیال تن پہ ہے صمرا نیں جان جانے کا ڈردا

کے غم ای نکلے جو دم مر نجھے اپنی زندگی بار ہے

کیا ہے غم ظفر تکھے خسر کا جو خدا نے جاہا تو بر ملا

ہیں ہے دسیلہ رسول کا وہ بہار احتمی کا رہے

تفہ مختصر، ۷ پچھوئی ۵۰۰۰ ماعنی کو الٰ تھے میں فوجی عالمت کے سامنے خلقوں با شاہ کا مقدمہ

پیش ہوا، شاہ جہاں کے ایوان خاص میں اُنکا فریضہ ملزم کی حیثیت سے ماضر کیا گیا اور کیں سکا

نے حسب ذیل جو اکم کی فرمائیں کی۔

(۱) سراج الدین محمد شاہ اگر زیکرینی کے پیش خوار تکھے مگر انہوں نے اُسی

سے کیم اکتوبر ۱۸۵۷ء کے درمیان تجذب خاتم صوبہ وار جنگ توبخانہ اور دوسرے افران افراج انگریزی کو خدا اور بغاوت کرنے کی ترغیب دی اور اس کا مہم امداد کی۔

(۲) بہادر شاہ نے اپنے بیٹے مرا مغل کو جو انگریز کی پیشی کی جیت تھے اور دوسرے باشندگان کو جو انگریزی رجایا تھے انگریزی گورنمنٹ کے خلاف تھیاراً مُحَمَّانے میں مدد کی اور سازش میں شرکیک ہوئے۔

(۳) بہادر شاہ نے اپنی سے کیم اکتوبر تک باہود انگریزی رعایا ہونے کے اپنے آپ کو بادشاہ ہند شہر کیا اور شہر و طلب پر نامائر قبضہ کر لیا۔ اور مرا مغل اور محمد جنگ خان سے ساندش کی اور علم بغاوت بلند کیا اور گورنمنٹ سے جنگ کے لئے آمادہ ہوئے۔ اور گورنمنٹ برطانیہ کا تھوڑا لٹ دینے کی غرض سے تھیار بند فوجوں کو دہلی میں جمع کیا۔ اور انکو لڑنے پر آمادہ کیا۔

(۴) نفر انگریزوں کو جن میں عورتوں اور بچوں کو قتل کرانے میں مدد دی۔ اور دلیانیا تباہی میں حصہ لیا۔ اور ویگر انگریزوں اور عورتوں اور بچوں کو قتل کرائی۔ باقی کرنے کے نام احکام جاری کئے کہ وہ یسا یوں اور انگریزوں کو اپنے سعد و بھیں جاں پائیں قتل کریں۔ اور یہ بوجب قانون، اسکے علاوہ سنگین جرم ہیں۔

بادشاہ نے ان جرم کے انکار کیا۔ بہت سے کاغذات ثبوت جرم میں پیش ہوئے جن پر بادشاہ کی طرف سے احکام کئے ہوئے تھے اور بعض پر مبنی سے تھوڑتھے تعدد ہیں اور بعض - حکم احسن اللہ خاں، انگریز افسران فوج، بعض ہندوؤں اور مسلمانوں کی شہادت میں ہوئے۔ انگریز غرض و غصب میں تھے لیکن عدالت کے ساتھ اُنہوں نے اپنے اپنے علم کے طبقی تبعی و نسبت کی کوشش کی۔ حکم احسن اللہ خاں وغیرہ نے بادشاہ کے حق میں کافی بضر کھنکتے کی۔ بہت سے ضروری واقعات جنکے وہ شپدید گواہ تھے اور جن سے بادشاہ کی بگینا ہی ظاہر ہوتی تھی عدالت کے سامنے بیان نہیں کئے۔ لیکن حتیٰ الامکان مکمل نہ تھا۔

اور اتمامات بے بنیاد سے بھی اصرار کیا۔ شاہ حسن عسکری بنکا ذرخیر صفات مابقی میں کئی
مرتبہ آپکا ہے۔ دورانِ قصہ میں گرفتار ہو کر آئے۔ انہوں نے بچی شہادت دی اور
بادشاہ کے خلاف کوئی کلمہ نہیں کہا۔ ان سے سوال کیا گیا کہ وہ دلی سے کیوں فرار ہو کر روپوش
ہو گئے تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب ہر طرف مشہور ہو گیا کہ شہر میں قبلِ عام ہو گا۔ اور
میں نے لوگوں کے غول کے غول فرار ہوتے اور شہر سے باہر نکلتے دیکھتے تو میں بھی چلا گیا۔
پہلے میں درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیارہ میں مقبرہ رہا پھر درگاہ حضرت
قطب صاحب دیکھا گیا۔ دہاں سے گڑھی ہر سرد پوچھا جہاں میں بیمار ہو گیا۔ پھر اور
آخر کارکھنوتی آئی۔ جہاں معلوم ہوا کہ لگنگوہ میں ہیری جتو ہو رہی ہے میں نے
ایسی مرضی سے دہاں جانے کی ٹھانی اور چلا گیا میرے زھائیوں کو میرے کی خبر ہو چی
جو گمنگوہ میں تھے اور انہوں نے مجھے غمی کرنے کی کوشش کی۔ مگر میں نے کہدیا کہ
پو شیدہ رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے۔ اور جب میں درگاہ امام
صاحب میں بیٹھا ہوا اور پڑھ رہا تھا پہاڑیوں نے تھنا پاگر گرفتار کر لیا اور دہلی لے آئے
بادشاہ نے جرح سے انکار کیا شاہ صاحب براست میں واپس چلنے لگے۔ اور بادشاہ کا مقدمہ
ختم ہونے کے بعد یا اُسی کے درمیان ان کو پھانسی دی دی گئی۔ شہادت ثبوت ختم ہو یہیکے
بعد بادشاہ نے بیانِ تحریکِ داخل کیا جو ایک اہم تاریخی روایتی ہے اور جس سے تحریکِ بلوی
کی بیان کردہ و داد خدر کی تائید ہوتی ہے۔ بیان کے خاتمہ پر بادشاہ کی حلقوی تصدیق ہے
اور ہم اسکے لفظ بالفاظ تقلیل کرتے ہیں۔

بادشاہ کا تحریری بیان

اصل حقیقت یہ ہے خدا کے روز کی نگھے پہلے سے خبر نہیں تھی۔ آٹھ بجے کے قریب باغی سوار دفتار آگئے اور محل کی ٹکڑیوں کے تپے شور و غل مچانے لگے۔ انہوں نے کہا کہ وہ انگریزوں کو قتل کر کے میرٹھے سے آئے ہیں اور اپنے ایسا کرنے کا یہ عذر پیش کیا کہ ان سے ٹکڑے کے اور سور کی چربی سے بننے والے کے کارتوں سول کوئی نہیں میں رکھ کر کاٹے گا مگر اس کے جو ملزموں کے دھرم کو سیاسی انتظام کرتا تھا۔ میں نے یعنکار قلم کے دروازہ بند کرائے اور فی الفور قلمہ دار کو اس امر کی اطلاع پہنچا دی۔ وہ خبر سنتے ہی خود میسے کہ پاس آئے اور جہاں بااغی جمع تھے جانا چاہا اور دروازہ کھول دینے کی درخواست کی۔ میں نے انھیں اس ارادہ سے باز کھا۔ بہر کریں جب دروازہ کھولنے والا تو وہ اور پر آگئے اور برآمدہ میں ٹکڑے ہو کر پاکیوں سے پکڑ کر جسے سنتے ہی وہ لوگ چل گئے۔ اسکے بعد قلمہ دار یہ کہ کہ کہ وہ ہنگامہ کو روکنے کا بندوبست کر یونگ میسے کہ پاس سے چل گئے۔ پکھ دی بعد صدر فرزین نے دو تپوں اور قلمہ دار نے دو پاکیوں کے لئے بخوبی۔ اور کہا کہ اُنکے پاس دو لیڈیاں تھیں ہوئی ہیں، اور وہ چاہتے ہیں کہ انھیں معاشریں پہنچا دیا جائے۔ میں نے دو پاکیاں روائی کیں اور حکم دیدیا کہ تو پہیں بھی بھجدی جائیں۔ اسکے بعد میں نے شاکر پاکیاں پہنچنے بھی تھا پانی تھیں کہ صدر فرزیر قلعہ دار اور دو لیڈیاں سب کے سب قتل کر دئے گئے۔ اسے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ بااغی پاہ دیوان خاص میں گھس آئی اور میسے عبادت خانہ میں بھی ہر طرف پھیل گیا اور مجھے چاروں طرف سے ٹکڑے پھرا لکھا دیا۔ میں نے اسکا مطلب درایت کیا اور پھر جانے کیلئے کہا جسکے جواب میں انہوں نے خاموش کھڑے رہنے کو کہا اور کہا کہ جب انہوں نے اپنی زندگیوں کو خطرہ میں ڈالا ہے تو اب اپنی طاقت کے موافق سب پکھ کر کے چھوڑنے کے

خون کھا کر کہیں تین سو نکر دیا جاؤ۔ میں نے مخ سے اُفت کش کی۔ اور چپ چاپ لپٹنے کے میں چلا گیا۔ شام کے وقت یہ لوگ کئی انگریزوں دو عورت کو گرفتار کر کے لائے۔ جنہیں انہوں نے میکر زین میں پکڑا تھا اور اُنکے قتل کا قصد کرنے لگے۔ میں نے باز رہنے کی ذرخواہ کی راستہ تو پس انگریزوں کی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر باعثی سپاہیوں نے انہیں پنی اسی ازیر حلاست رکھا۔ متواتر دو موتوں پر انہوں نے انگریزوں کے قتل کا قصد کیا اور میں نے منت و سماجت کر کے باز رکھا۔ اور قیدیوں کی جانب بجا لیں۔ آخری وقت انگریزوں میں مقدس بلوایوں کو حتی المقدور باز رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر انہوں نے سری طرف مطلقاً تقاضات نہ کیا۔ اور ان بیچاروں کو قتل کرنے باہر لے گئے۔ میں نے انہیں قتل کیلئے پکھ بھی حکم نہیں دیا۔ مرزا مغل۔ مرزا خضر سلطان۔ مرزا ابو بکر اور میرا ایک خاص صاحب بست پاہ سے مل گئے تھے۔ انہوں نے میرا نام شاید لیا ہو۔ لیکن مجھے علم نہیں کہ انہوں نے کیا کہا۔ نہیں یہ جانتا ہوں کہ میرے خاص صاحبین یہی حکم سے تراوی بکر کے قتل میں شرکیں ہوئے ہوں۔ مگر انہوں نے ایسا کیا تو وہ مرزا مغل سے مروعہ پوکر گزدزے ہونگے۔ نیز قتل کے بعد مجھے اسکے متعلق کسی نے خبر نہیں دی۔ بعض گواہان نے شہادت میں یہی ملازمین کا مطفرزیر اور قلعہ دار کے قتل میں شرکیں رہنا بیان کیا ہے۔ میں اسکا بھی وہی جواب دیتا ہوں۔ یعنی میں نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ مگر انہوں نے ایسا کیا۔ تو اپنی آزادی اور مرضی سے کیا۔ مجھے اسکا بھی علم نہیں اور اب اس بھی مجھے نہیں بتائی گئی۔ میں خدا کی فرم کھا کر کتا ہوں کہ جو میرا گواہ ہے کہ میں نے مطفرزیر پا اور کسی انگریز کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ مگر لال دیگر ہندو گواہ نے کہا ہے کہ میں نے حکم دیا تھا۔ بالکل غلط ہے۔ مرزا مغل و مرزا خضر سلطان نے احکام دئے ہوں تو تم جب نہیں کیونکہ وہ سپاہ سے ملکیہ تھے۔ بعد ازاں فوجیں مرزا مغل۔ مرزا خضر سلطان۔ مرزا ابو بکر کو میرے سامنے لا میں اور کہا کہ "ہم

انہیں اپنا افسر بنا پا جاہستے ہیں۔ میں نے اُنکی درخواست رد کر دی لیکن جب پاہ ضد کرنے لگی اور مرا امثل غصہ ہو کر راہنی والدہ کے مکان میں چلا گیا تو میں پاہ ہیوں کے خوف سے ساکت رہ گیا۔ اور پھر طرفین کی رضامندی سے مرا امثل کا اٹھارا پنجت اواج مقرر ہوا میسٹر مر کے ثبت شد اور و تنظیم کئے ہوئے احکام کی نسبت حالہ کی اہل حالت یہ ہے کہ جس روز سے پاہ آئی انگریزی افسر دل کو قتل کیا۔ اور مجھے مقید کر لیا۔ میں اُنکے اختیار میں رہا جیسا کہ اب انگریزوں کے اختیار میں ہوں۔ تمام کاغذات جو مناسب تجھے میرے پاس لاتے۔ اور مجھے دربڑت کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ بسا اوقات احکام کے مسودے لاتے۔ اور میسٹر مکر شیری سے انہیں صاف کر داتے۔

ابھی اصلی کاغذات لاتے اور اُنکی نقلیں و فتریں رکھ دیتے۔ اس لئے کئی خلوط اور خلف تحریریں روپرداہ کی فائل بن گئی ہیں۔ بارہ انہوں نے خالی لفاؤں پر فربت کر لی ہے۔ نہیں بلکہ انہیں انہوں نے کون سے کاغذات تجھے اور کہاں تجھے۔ عالمت میں ایک درخواست پیش ہوئی ہے۔ جو کہ لال کی طرف سے کسی مکان شخص کے نام ہے۔ جس میں ایک روز کے جاری شدہ احکام کی تفصیل دی ہوئی ہے اُس فہرست میں صاف مرقوم ہے کہ اتنے احکام اُسکی برائیت سے کئے گئے ہیں۔ اور اتنے احکام اُسکی برائیت سے لیکن کیسی میری برائیت سے کھے ہوئے ایک چکما ہوئی حوالہ نہیں ہے۔ پس اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بدوں میسٹر مکم کے جس نے جتنے احکام چاہے کھددیے اور مجھے اُنکے خلاصت کے سے اطلاع نہیں کی جاتی تھی۔ میں اور میر اسکر شیری جان کے خوف سے کسی مالملہ میں کچھ نہیں کہتے تھے۔ تھیک ہیں حالت ان درخواستوں کی بھی ہے۔ جن پر میری دستی تحریر ہے۔ جب پاہی یا مرا امثل یا مرا احضر سلطان یا مرا الوبکر کو کچھ کھوانا ہوتا تو وہ درخواستیں لے آتے۔ اور افران فوج کو بھی رعراہ لاتے اور احکام لکھنے کے لئے مجبور کرتے۔ وہی سکرنا نے کے لئے اکثر کاکتے تھے تاکہ میں اُن نے مروعہ ہو کر اُنکی خواہشات کی تعمیل کر دیا کروں۔ کہ ”جو انکی خواہشات کی تعمیل نہ کر گیا اپنی حالت کے موافق مرا پاپا گا۔“

علاوہ ازیں سے ملازموں پر انگریزوں کے پاس خطا بھینے اور سازش کرنے کی تھت لکھا یا کرتے تھے۔ علی اختوص حکیم (حسن اللہ خاں)۔ مجبوب علی خاں اور بلکہ زینت محل پر سازش کا الزام لکھایا جاتا تھا۔ اور کہا جاتا تھا کہ اب اگر ایسا معلوم ہو تو ہم انکو مار دیں گے۔ اسی طرح ایک روز حکیم صاحب کا مکان رشت لیا اور بار بار وہ قابل اُنھیں قید کر لیا تھا۔ بہزار دشواری اور سیری منتسب کرنے پر اپنے ارادہ سے باز رہے لیکن پھر بھی حکیم صاحب کو قید رکھا۔ اسکے بعد یہ سے دیگر ملازموں کو اگر فرار کر لیا۔ مثلاً شمشیر الدولہ والد بلکہ زینت محل وغیرہ کو نیز اُنھوں نے کہا کہ وہ مجھے معز دل کے نیزی جگہ مزراں مغل کو باشاہ بنائیں گے۔ پھر یہ معاملہ سنجیدگی والصادفات سے قابل غدر ہے کہ میر پاں کسی قسم کی کوئی طاقت نہیں یا ان کو خوش رکھنے کا کوئی سبب نہیں کہ رہا پاں تھا۔ اسراف فوج یہاں تک سفر چڑھ گئے تھے کہ بلکہ زینت محل کا طالبہ کرتے تھے کہ میں ان کو اُنکے حوالہ کر دوں اک دوہ اُنھیں قید میں بکھر دے کر تھے کہ بلکہ نے انگریزوں سے دوستانہ تعلقات قائم کئے ہیں پس اگر مجھے پردی طاقت یا اختیار ہوتا تو کیا میں حکیم (حسن اللہ خاں) اور مجبوب علی خاں کو مقید ہونے دیتا یا حکیم صاحب کا مکان لٹھے دیکھتا۔ بااغی سپاہ نے ایک کورٹ قائم کیا تھا۔ جہاں تمام معاملات کے ہوتے تھے اور جن معاملات کو دیاں طے کیا جاتا تھا۔ اُنھیں یہ کوئی اختیار کرنی تھی۔ میں نے کبھی اُنکی کافروں میں شکر نہیں کی۔ اُنھوں نے اس طرح بد دن سیری مرضی یا اخلاق حکم صرف سیرے ملازموں کو ہی نہیں لٹا۔ بلکہ کمی سے کم لوٹ لیا۔ چوری کرنا۔ قید کرنا اُنکے بائیں لٹھے کا کھیل تھا۔ اور جو جی چاہتا تھا گلدار تھے تھے۔ جیسا معززاں خسرے اور تجارتے سے جتنی رسم چاہتے تھے وصول کرتے تھے۔ اور یہ طالبہ ذاتی اغراض کے لئے کرتے تھے۔ جو کچھ لگدا ہے وہ سب منسدہ پرداز فوج کا کیا دھر ہے۔ میں اُنکے قابو میں تھا۔ اور کیا کر سکتا تھا۔ وہ چاہک آپ سے اور مجھے قیدی بنالیا میں لا چاہتا تھا اور دوست زدہ۔ جو اُنھوں نے کہا میں نے کیا اگر نہ اُنھوں نے مجھے بھی کا قتل کر دا لاہرتا۔ یہ سب کو معلوم ہے۔ مجھے ایسی یا یوں ہوئی کچھی کردنگی

سے ہاتھ دبو بیٹھا تھا۔ جبکہ میسکر ماخت سعدہ داروں کو بھی جانبی کی امید نہیں تھی اسی میں نے فقیری کا تہتیگریا تھا اور گیرٹے زنگ کی صوفیانہ پوشک پہنی شروع کر دی تھی بچہ قطب صاحب رہ کی درگاہ وہاں سے اجیر شریف اور اجیر شریف سے بالآخر کہ منظہ جانیکا غرم تھا۔ لیکن فوج سے بچھا جائز نہیں دی۔ جس نے میگزین اور خدا انداز تھا۔ یہ سپاہ دہی کی تھی جسے جو چاہا کیا۔ میں نے کسی سے بچھے نہیں کہا۔ داؤن لوگوں نے پکڑ لوث کامال لاکر بچھے دیا۔ ایک روز میں اگ ملکہ زینت محل کامکان لوٹنے کی بنت سے گئے تھے۔ مگر دروازہ توڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اپنے خور کرنا چاہیے کہ اگر وہ میسکر ماخت ہوتے یا میں اُنکی مادش پیں شرکیک ہوتا تو یہ باتیں کیوں نہ پر پر ہوتیں۔ اس سبک ساتھ اسی یہ بھی قابل خور ہے کہ کوئی شخص غریب ترین انسان کی بیوی کا مطالبہ بھی اپنی نہیں کرتا ہے۔ کہ لا اے بچھے وید میں قید رکھا اور یہ باغی بیری ملکہ کو قتل و قید کرنے کے لئے بچھے سے طلب کرتے تھے۔ بخشی قبر کی نسبت یہ کہ اُس نے بچھے سے حج کرنے اور کہ شریف جانے کی رخصت لی تھی۔ میں نے اُسے ایران نہیں بھیجا۔ نہ میں نے شاہ ایران کو کوئی خط بھیجا۔ یقین کسی نے خلط مشہور کیا ہے۔ محمد در دلش کی درخواست بیری دستا فیز نہیں ہے کہ اُپر بھروسکیا جائے۔ نکن ہے کسی نے بیرے یا میاں عسکری صاحب کے دشمن نے وہ درخواست بھیجی ہو۔ لہذا اُپر اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ باغی فوج کی عادتوں کی نسبت معلوم ہو کر انہوں نے کبھی بچھے سلام کیے۔ نہ بیرے کسی قسم کا اوبہ لحاظ کیا۔ وہ دیوان خاص دیوان عام میں بیدھڑک جوتیاں پہنچلے آتے تھے۔ میں ان فوجوں پر کیا اعتبار کرتا جنہوں نے اپنے ذاتی آقاویں کو قتل کر دیا ہو جس طرح انہوں نے ان کو قتل کیا۔ بچھے بھی مقید کر لیا۔ بچھوڑ جو کئے۔ بچھے اپنے حکم میں رکھا۔ اور میسکر نام سے فائدہ اٹھا باتا کہ بیرے نام کی وجہ سے اُنکے افعال مقبول ہوں۔ لیکن جبکہ ان فوجوں نے اپنے ذاتی ذمی جاہت صاحب فرمان افسروں کو مار دالا۔ میں بے فوج۔ بے خواہ۔ بے سامان چنگ۔ بے توپ ٹانڈ

لیکن کوئی انھیں روک سکتا تھا۔ یا اُن کے خلاف صد اسے اجتماع بلند کر سکتا تھا لیکن ہیں نے کبھی کسی طرح کی انھیں مدد نہیں دی۔ جب باشی افواج قلعہ کے پاس آئیں میری طاقت میں تھا ہیں نے دروازے بند کر دے۔ میں نے قلعہ دار کو طلب کیا۔ اور جو کچھ گذر امن و عن بیان کر دیا۔ اور انھیں باعیوں میں جانے سے باز رکھا۔ میں نے یہ ٹوپیں قلعہ کے پھانک کی خانلٹ کے لئے قلعہ دار اور اکینٹ لفڑت گورنر کی دخواست پر رواز کر دیں۔ مزید براں اسی شب کو تیز سانڈنی سوار کو جو کچھ ہنگامہ بیان پر برپا ہوا تھا اسکا اطلاقی خط و یکسر لفڑت گورنر اگر کی خدمت میں رواز کر دیا۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکا کیا میں نے اپنی خود مختاری کے کوئی حکم نہیں دیا۔ میں پاہ کے اختیار میں تھا۔ اور انھوں نے جبراً دفتر اجیسا چاہا کر لایا چند ملاز میں جو میں نے رکھے تھے باشی دبلوائی فوجیوں سے درکار اور اپنی جان کے خون سے رکھے تھے۔ جب یہ فوجیوں فرار ہوئے پر آمادہ ہوئیں تو میں موقع پاکر چپ چاپ قلعہ کے پھانک سے نکلا اور مقبرہ ہمایوں میں جا کر رکھ گیا۔ اسی جگہ سے میں ضمانتا طلب کیا گیا اسکی میری جان محفوظ رہی گئی اور میں نے فوراً اپنے اسی گورنمنٹ کی خانلٹ میں ویدیا۔ باشی فوجیوں نے اپنے ہمراہ لیجانا چاہتی تھیں مگر میں نہ گیا۔ غدکوئہ پالا جواب میرا خود تحریر کیا ہوا ہے۔ اور بلا بالغہ ہے حق سے اصلاً انحراف نہیں کیا ہے۔ خدا میرا عالم و شاہ ہے کہ جو کچھ باکل صیحہ تھا جو کچھ مجھے یاد تھا وہ میں نے لکھا ہے۔ شروع میں اسکے علفیہ کہا تھا کہ میں بغیر بناڑ اور بغیر ملاڑ کے وہی لکھوں گا جو حق اور راست ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی میں نے کیا ہے۔

دستخط بہادر شاہ با شاہ

شاہی بیان کا نتھی

مزاعمل کے نام ایک حکم کا حوالہ دیتے ہوئے جو میں پاہ کے کردار کی شکایت اور میرے

آخری علاوه درگاہ خواجہ صاحب کو اور بہان سے مکمل جانے کا بیان ہے۔ میں الہام کر کر تا
ہوں کہ مجھے ایسے کسی حکم کا اجراء یاد نہیں۔ حکم زیر بحث برخلاف من میں دفتر کے قوانین کے اور در
بہان میں ہے جہاں اس قسم کی ہر ایک سخت ریفارمی نہیں کوئی جاتی تھی۔ میں یہ نہیں جانتا
کہ یہ حکم متن اور کمال تیار کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ مجھے فوج سے بالکل عاجز آیا ہو اگر کوئی کارڈ میں
شمارک الدین یا ہو کر فقیری لے یعنی پھر کو مغلظہ جانے کے خیال سے مزاعم نے یہ حکم اپنے ذمتوں
لکھوایا رہ گا۔ اور میری مہر اپر شہرت کر دی رہ گی۔ بہر حال فوج سے میری نار انگلی اور میری پوری
بے بسی کی جگہ میں پہلے ذکر کر آیا ہوں۔ حکم زیر بحث سے بھی تصدیق ہو سکتی ہے۔ دیگر
دستاویزوں کے باہت جو اسکے مساواہ میں ہے راجہ کلابست گنگے کے مرسلات کی لفظی بخت خال
کی درخواست پر میرے احکام اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے دہشت کئے ہوئے دیگر کا غذات جو
کارروائی میں شامل ہیں۔ میں تین دلائماں ہوں کہ مجھے ان کی یاد نہیں ہے۔ بلکہ میں انہیں جیسا بیان
کر چکا ہوں کہ افسران فوج نے بلا اطلاع جیسا چاہا لکھا اور اپر میری مہر شہرت کر دی اور مجھے
یقین ہے کہ یہ بھی ضرداں اسی قسم کے ہیں اور بخت خال کی درخواست پر ضرور مجھے حکم لکھنے کیلئے
مجوز کیا گیا ہو گا۔ جس طرح دوسری درخواستوں پر لکھوایا کرتے تھے

کمر دستخط بہادر شاہ

علالت کا فصلہ پہلے سے طے شدہ تھا۔ جلاوطنی کا حکم صادر ہوا۔ اور فوجی پہرے
میں سند وستان سے خارج البلک کئے گئے۔ شہزادہ جوال بخت دزینت محل کے علاوہ ۲۰ اڑن
مرو بادشاہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔

حال یا یار نے ایسا کہ ہم وطن سے چلے ٹھفر بطور شمع کے رو تے اس انہیں سے چلے
نہ باغیاں نے اجازت دی پس کرنے کی۔ خوشی سے آئے تھے رو تے تو ہر چیز سے چلے
قیدیوں کا قافلہ جب کاپور سے گزر اور ایک حشیدید گواہ کا بیان ہے کہ بادشاہ پاکی میں گیرالباس

پہنچے بیٹھے تھے۔ ۲۵ گورے اُس نئیں کے گرد تھے۔ دو اکپریاں اور ساتھ تھیں جیسیں نواب نہیں محل اور تاج محل وغیرہ باغیگات تھیں۔ تو نین کاڑیں پر شہزادہ جمال بخت وغیرہ دوسرے ہم سپریاں تھے اور ان سب کی خواک کے لئے آٹھ روپیہ مقرر تھے۔
کہ آئین جمال گاہ ہے چنان گا ہے چنیں باشد

قید فرنگ اور وفات

شہزادہ اعک کے ختم ہونے سے پہلے اکبر کا آخری وارث رنگون پہنچا۔ جہاز سے اُترتے ہی گوروں کی حوصلت میں بندگاہ سے صدر بازار کے ایک دمنزلہ بنگلے میں گیا جو پرانی گھوڑوں والے میدان کے قریب موجودہ شرک " والیل روڈ " پر واقع تھا۔

اس بنگلے کے گرد گوروں کا پہنچنے طفر کی زندگی تک رہا اور خرچ اُب فنک کے لئے صرف چھ سو روپیہ ماہوار ملتے رہے۔ انہوں نے اس کار انگریزی سے کسی ادا دکی استعمال نہیں کی۔ فکر کشی اور غربت کی زندگی کو اسکی لیکن جمیت وغیرت تک نہ کی زندگی محل کے پاس پچھزیروات باقی تھے۔ انہیں کو معاش کا ذریعہ بنایا۔ اور بد نصیب زندگی کی آخری سانسیں افلام و تندستی ہیں گزارد۔ شاعری کا شوق رنگون میں بھی باتی رہا۔ انکی بعض دردناک نظمیں قید خانہ کی چار دیواری نے نکل کر دیں۔ نہ لشکر پہنچپیں اور اب بھی انہوں کے پاس محفوظ ہیں لیکن وہ تو خود ان کو شایع کرتے ہیں۔ نہ دوسرے دل کو اُن کی زیارت سے بہرہ مند ہونے دیتے ہیں۔ مرحوم اڈیٹر صلاحی کے پاس ایک نفیس نظم اسی دور مصیبت کی تصنیف کسی ذریعہ سے پہنچ گئی تھی اور اسکے کمی اشعار دلی والوں کی زبان پر آگئے تھے۔ لیکن با وجود اصرار اور تقاضے کئے انہوں نے یہ نظم خاکسار مولف کو عنایت نہ فرمائی۔ وہ نظم نعمت میں بطور مناجات کے تھی اور مدینہ میں مرت نصیب ہوئی کہ تناکا کا انہمار تھا۔

کہا جاتا ہے کہ منہ رجہ ذیل غزل نگون کی سبھی اور کسی کی یادگار ہے باوی المظہریں شہر
ہوتا ہے کہ زبان ظفر کی نہیں ہے لیکن اُنکے دیوان اول میں بھی ایک غزال اسی طرز کی موجود ہے اور
اسکے اشارہ حاشیہ پر درج کروئے گئے ہیں۔

کون نگوش آئے ہم کون نگوش باسے ہیں
کون آئند کرے ہر داں اور رہتے کون رائے ہیں
کیا کیا پھلو دیکھے ہئے اُس بچلواری میں
دیبا ہے یہ رین ابیرا بہت بگی رگنی تھوڑی سی
حرب ذیل شمار بھی قید نگون کی یادگار ہیں اور جذبات کی صحیح ترجیبی ہے۔
نکسی کی آنکھ کافر ہوں نکسی دنکافر ہوں
جو کسی کے کام آنکوں ہیں ایکشٹ غبار ہوں
ییرا زنگ روپ بگزگی امیر احسن مجھے بچھر گیا
پُن فاتح کوئی کسے کیوں کوئی جانچوں چڑھائے کیوں
یہ شعر بھی اسی عمدکی حسرت و صیبت کی تصور ہے۔

شدیا یزیر زمیں نخیں شدیا کسی کف ان خیں شدیا النصب طعن نخیش کمیں نشان مزا ہے
غرض قید خانہ کے تنگ تاریک کرے میں وہ موت کا انتظار کرتے تھے چل تدمی یا
ہندا خودی کے لئے بہت ہی کم باہر نکلتے اور پشتہ وقت یاد خدا۔ تسبیح و استغفار اپنے صرف کرتے تھے۔
آخر کار آنکی دعاتبول ہوتی اور ۱۸۶۲ء کو قید فرنگ اور قید حیات دونوں سے آزاد ہو گئے۔

لہ را ذجلہ اول دیوان ظفر۔ (ویہن نون)

چنگیں پنکھیں لگن کی رنگ ریاں تھیں،
جن گیکیں پنکھیں اسیں پڑی وہ گلیاں تھیں
ایسی اکھیاں پڑیے ہیں کرد بھی نہیں لے سکتے
خاک کا ان کا بستر ہے اور سکر کے پنج پھر ہے۔

نادر دادِ اتف بہ راشن بہادر شاہ از دنیا برفت آه

ایضاً

چراغِ دہلی جاؤں کا سال تھا سواب بھی مطابق اسکے

سردش غبی نے سالِ حملت کا بجھا ہے چراغِ دہلی
سکرات موت کے وقت سوا لے زینتِ محل۔ جو ان بخت۔ انکی بی بی اور ایک خود سال
بجھی کے کوئی موجود نہ تھا۔ حکام کی اجازت سے تجھنہ کفین کر کے اسی بگللہ کے احاطہ میں دفن کر دیا۔
اپنی قبر تھی۔ ایک پیری کا درخت سرہانے لگا تھا اور اسی سے تلت تک مرقد کا نشان رہا۔ زینتِ محل
پہنچت تک اسی بگللہ میں فروکش رہیں۔ بعد ازاں دو سکر مکان ہیں جکما منتقل کی گئیں۔ پابند و ضعف
شوہر کی وفات سے پہنچ سال تک اُنہوں نے بھی انگریزی حکومت سے کوئی امداد قبول نہ کی۔

انپہ شیراں را من در و به مراج احتیاج است احتیاج است احتیاج

مجہور ہو کر ۶۷ ملائی سے پانچ سو روپیہ اہوار کی پیش مظلوم کر لی۔ اور اسی قدر وظیفہ مراجا جو ان بخت کا
بھی مقرر ہو گیا۔ شہزادے نے غربت و بکیسی میں مقامِ مولیں رکا۔ بہما ہنگامہ میں تعاقب کیا۔
آج تک قبر کا پتہ نہیں چلا ہے۔

غنم پیسب زینتِ محل محلاتی عیش دعشت کا غم داندروں کے کفار و اداکر نیکے بعد، اب جلالی
کو دنیا سے خست ہو گیں اور پڑا نے بٹکلے کے احاطہ میں مظلوم شوہر کی قبر کے پاس دفن کی گئیں۔
وہ احاطہ ایک یار دین مسٹر ڈا سن کو جنکا برمکی مشہور ڈا سن نبک کمپنی سے تعلق تھا جیکے
بڑ دیدیا گیا۔ صاحب بہادر کو مزار پر فاتحہ پڑھنے والوں اور چراغ بی بی کے لئے خادم نکلی آمد و برفت
ناگو اور ہوئی۔ معتبرے کا استہبند کر دیا۔ اور قدیما کر کے ایک طرف ٹھیس کھلنے کا میدان تھا اور
وہ سری طرف گھوڑے سرہانے کا چکر۔ چند روز میں قبروں کا نشان بھی ناپید ہو گیا۔ اور روپیہ لطف
کی پیشیں گردی پوری ہوئی۔

پس گر قبر پے ظفر کوئی فاتحہ بھی کیاں پڑھے و جو لوٹی قبر کا تھا نشان اُسے ٹھوکر دیں اُڑا دیا
بیسویں صدی کے آغاز میں ایک عقیدت مند پرستار ملک دلت عبد السلام نام دی جو
کے آخری بادشاہ کا مرزا لاش کرتے ہوئے بہزادہ شکل اس احاطے میں داخل ہوئے تیرتی کا درت
موجود تھا۔ واقعہ کاروں نے نشان دیا کہ اسی درخت کے قریب باشادہ مردانگی سیکم کی قبر فرض
کر لینا چاہیے۔ غیرت مند فاکیش نے حکومت برہما سے خواستہ بت کی۔ اخباروں میں مخفایں تھے،
ہندوستان کے یکرلنڈن کا درمندوں کے قلوب زخمی کردے تھے اور مقام پر ایک کشتہ
انگریزی زبان میں نصب کیا گیا جس کا تحریر جس بذیل ہے۔

”دلی کا معزول باشادہ بہادر شاہ، نومبر ۱۸۷۶ء کو نگون میں مرا دراس بجگہ کے قریب

وف بہرا“

چند ماہ کی فریہ کوشش کے بعد اسی تپڑی زمینت محل کی تاریخ وفات بھی کندہ کر دی گئی۔
اسی سال کی سلسلہ سی بیانے سے یہ حامل ہوا کہ گورنمنٹ نے سلان براہما کو قبر کا نشان دو بارہ تباہی
اجازت دی۔ اب دونوں قبروں کو ملا کر ایک توزیب بنا دیا گیا ہے۔ لوہے کا کٹہ اور ہین کا سائبان
ہے۔ بہادر شاہ کے پوتے سکندر رنجبت قبر کی بجا دری کرتے ہیں اور سلانوں کو فاتحہ خوانی کیلئے
آمد و رفت کی اجازت ہے۔ اس عزیز شہزادہ کا ذرعیہ معاش سوارے مدد و نیاز کے کچھ نہیں ہے
ظفر احوال عالم کا کبھی کچھ ہے کبھی کچھ ہے کہ کیا کیا بگل بیہیں اور کیا کیا پیشتریں تھے

ظفر کی شاعری پرلمیوں

ظفر کے عفوان شباب کے وقت اور دو شاعری ترقی کے مارچ میں کردہ تھی۔ مرا
سقرا جان جاں میر درود۔ مرا ان شیع سو و اکا دفتر زمانہ الٹ پچھا تھا۔ تیرتی زندہ تھے لیکن
بہست بلوڑھ ہو پکے تھے۔ تھی۔ انشا جرأت لکھو کو ظفر ان زار بنا رئے تھے اور ولی ہیں اسے میر

عبدالرحمن خاں احسان میر نظام الدین ممنون اور حکیم قدرت اللہ فاقم کی دعویٰ تھی شاہ نصیر کا مرتبہ اپنے ہم عصر اولی سے اعلیٰ تھا، وہ بار اسٹھانی میں رسمی تھی۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق شاہ عالم شر و سخن ہیں ان سے مشورہ کرتے تھے اور اسی سلسلہ سے ایک بار انہوں نے جاڑے کے موکب میں ایک قلعہ بیڑھنی طلب بار شاہ کے حضور ہیں لگرانا اور صلح حاصل کیا تھا جسکے دوسرے صاحبِ آجیات نے لکھے ہیں:

بچائے گا تو ہی اسے سیسرا اللہ کہ جاڑے سے پڑا بیڈھنے ہے پالا
پناہ آتا باب اب بمحکوم ہے کہ وہ مجھ کو اڑھا دے گا دشلا

شکوہ الفاظ حیتی ترکیب۔ برجستہ شبیبات اور ضمون آفرینی میں اپنے ہم عصروں سے فائدے تھے مزاب ابوظفر نے انہیں کاملاً اختیار کیا اور آخری بادشاہ کی استاذی کا شرف بے پسے انہیں کو حاصل ہوا۔ شاہزادے کو میلقی سے شوق۔ فنون بطيه سے ذوق تھا بطبیت موزوں میں مشاعروں میں شرکیک ہوتے تھے۔ ولی کے نام بامال شعر۔ مثلاً حکیم شناہ اللہ خاں فراق۔ فخر عبد الرحمن خاں احسان حکیم قدرت اللہ خاں فاقم میر قری الدین منت - میر نظام الدین ممنون وغیرہ انکی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے کلام مناتے۔ تو ت فکر کی بند پرواہی دکھاتے اور ظفر کے جو ہر کمال پریقل کرتے تھے۔

حکیم شناہ خواجہ میر قدرت کے شاگرد تھے۔ گزبان کی صفائی اور بیان کی لفاظت نے اسٹاد بناریا فرماتے ہیں:-

دل تھامتا کہ پشم پکرتا تری	ساغر کو دیکھتا کہ میں شیشہ بندھا تا
حضرت ذرا بھی دلکی نہ سکھی ہر زریعت	نکلا ادھر وہ گھر سے ادھر خی بھل گیا
آنایہ حکیمیوں کا مجھے بے بہنیں	بھولے سے اُسے یاد کیا ہو جب نہیں
حافظ احسان استاد مسلمین زم کے لقب سے مشور تھے	قلعہ کے تقریباً تمام شہزادے

انکے شاگرد تھے۔ اکبر نے اپنی کو شرمنخن سے چند اس طبقی نہ تھی۔ مگر بھی غزل یا سلام کتے تو انہیں کو دکھاتے تھے۔ اسی کی طرف قطعہ ذیل میں شارہ ہے۔

شہرہ میرا تو شہما شہر ایران گیا	ہوں شہرہند کا اُستاد یہے فخر بھٹھے
کیا گیا میرا مگر اسکا ہی ایمان گیا	عرض غماز پر یہ جو ہوئی تھیں مرے
سکے اس بات کو کاش سرکار اوسان گیا	حکم والا یہ ہوا قلمعہ میں احسان نہو
غلن کیا کوئی گو حکم کویں مان گیا	اسے شنشا و جہاں قدڑا سس ساں
قلعہ وہ کیا ہے کہ جس فلمہ سے ہسان گیا	شہر وہ کیا ہو کہ جس شہر میں احسان نہ

فخر کی سرکار سے وظیفہ کا احسان اخیر وقت تک قائم رہا۔ ایک مرتبہ میند رقہ کے ملنے میں دیر ہوئی تو احسان نے حصہ فیصل قطعہ فی البدایہ تصنیف کر کے شکار ماہی کے سرچ پر پیش کیا۔

صید ماہی د صید دل شاہا	خوب ہے اور کچھ نہیں میروب
جال ہوں اور شکار مھپلی کا	یعنی ڈوبے کا ہے بکالنا خوب
قطب صاحب تھے جب ضرور گئے	وہ دو ماہی کیا ہے میرا ڈوب
اُس کو بھی حکم ہو نہ کل آئے	صبر کرتک روپیں نہیں ایوب
یکم قدرت اللہ خال قاسم علاوہ علم طب میں مهارت رکھنے کے شرمنخن کے بھی نباوض	
تھے شورا کے ازاد کا ایک بیپیٹ تکرہ اُنسنے یادگار ہے کہ کلام کا منور ہے۔	

ہمیں بھی خصت سیر چون ہٹوک صاید	کرا بکے شور ہے ظالم بہار کائیکا
میر قرالدین مشت کا کیا کتنا دلی کے سپرخون پر بارھوں کا چاند تھے۔	

دیں عمر وہ شنوی گفتہرام	بائیں طرز نوی گفتہرام
چوا شمار من در عسد دمی رسد	شارنضا بر بصر دمی رسد
بود شعر من در غزل سی هزار	ز پانصد ربانی گرفشم شمار

میر نظام الدین منوں رفت کے سے کہنے مشتمل اشاد کے بیٹھے تھے۔ اکابر اپنی کی سرکار
سے فخر الشعرا کا خطاب پایا۔ زبان کی حلاوت مضمایں کی تازگی پر جتنے روزگر نے بجا تھا۔
رات تھوڑی حسرتیں دل میں بہت صلح کیجئے بس لڑائی ہو چکی
یہ نہ بنا تھا کہ اس مغلیں دل رہ جائے گا ہم یہ مجھے تھے پلے آئینے دم بھردیکھ کر
شاہزادہ کا خلق وسیع تھا اور تو اضع انکسار کے جوہر قسام ازل نے خاتیت کے تھے اجبا۔
کی خاطر ہم محبتیوں کی مدارات زبان کی شیرینی سے خلاف کے دلوں پر باشدہی کرتے تھے طبیعت
حاضرہ شعر دخن کا شستہ مذاق سرآمد شعرا عصر شاہ رضیہ کی شاگردی سونے پر ہماگ۔ دلی عدی کا
مقدارہ گورنمنٹ میں داخل ہوا۔ باپ ناراض ہوئے۔ شاہزادہ سے بجائے دس ہزار روپیہ
عدی کے صرف پانچ روپیہ بطور مردم معاش کے ملنے لگا۔ اخراجات کی زیادتی۔ آمدی کی قلت
حرابیں آوانے کستے تھے۔ سکستہ دلی نے کلام میں درود پیدا کیا۔ شاعری پر زنگ ور دخن چڑھا۔
تفاصیل سے کار و بار بہت بھی جاری تھا۔ دیوان تیار ہو گیا۔

ہاتھ غبی سے کل آئی ظفر مجھ کو ندا
کفر میں تاریخ کی رہتا تو کیوں حیران ہے
دو ہیں صدر شکست گھنی صرع مجھے دھل گیا
روزاب رنگین یہ اپنا سربرد دیوان ہے

یہ دیوان رشک گلشن کیوں نہ گلہا اے مضمون سے
کہ اس کا جو درق ہے سو خیابان معانی ہے
ظفر یہ بے تال مصر عالمیں لکھ رہا اس پر
مرا بیک قلم دیوان بجستان معانی ہے
دیوان اول نی لحقیقت گلہا اے مضمایں سے رشک گلشن ہے۔ اور اسکا بیشتر حصہ

شاہ نصیر کا اصلاح کر دے ہے۔ وہی زبان ہے وہی محاورات۔ اور وہی سنگلائخ نہیں شانہ نصیر
دیوان چند ولال کی سعادت کا شہرو سنگھارم دکن ہوئے تو ولی عہد کے کلام پر اصلاح اپنے شاگرد
بیرون کاظم حسین بیقرار کے پرداز گئے جبکہ دسالات سے شیخ ابراہیم ذوق قلمہ میں پھوپھے۔ اور شہریار
سعادت کی صہبۃ کیمیا اثر میں مجھکر افیم شہرت کو تحریر کرنے اور ملک الشعراً فی کاتماج پہنچ کی ثابت
حاصل کی۔

مرزا ابو ظفر پور مقدمہ ولی عہدی متووب تھے۔ بیقرار کو بیش قرار تنخواہ نہیں مل سکتی تھی آنکھاں
سے جان افغانستان کا پور منہ وغیرہ سرحدات سے لیکر کابل تاکہ عہدناے کرتے چلے آنھیں ایک
بیرونی کی ضرورت ہوئی گرما بابیت علیست کے ساتھ امارت خاندانی کا جو ہر بھی رکھتا ہو۔ بیرون کاظم حسین
نے اس عہد پر سفارش کیا۔ ولی عہد سے شقہ چاہا۔ میرزا مغل بیگ ان دوں میں اختار کیا تھا اور
ہمیشہ اس تاک میں رہتے تھے کہ بیسر ولی عہد کی زیادہ نظر عنایت ہو اسے کسی طرح سامنے سے سرکلت
ہیں اس قدر تی پیچ سے بیرون کاظم حسین کو شفہ سفارش آسانی سے حاصل ہو گیا اور وہ چلے گئے۔

چند روز کے بعد ایک دن شیخ ابراہیم جو ولی عہد کے بیان گئے تو دیکھا کہ تمہر اندازی کی مشق کر رہے
ہیں۔ آنھیں دیکھتے ہی شکایت کرنے لگئے اک بیان ابراہیم اُستاد تو دکن گئے۔ بیرون کاظم حسین صدر
چلے گئے تم نے بھی ہمیں جھوپڑیا۔ غرض ایمورت ایک غزل جیب سے بکھال کر دی کہ ذرا سے بنادو یہ

لے دیوان چند ولال ذم کے گھری دربار آصف جاہی میں نہت ہزاری منصب رکھتے تھے اور راجہ
لاریان "ہمارا جہ بہادر" کے خطاب سے سرفراز تھے۔ ۱۷۳۰ء میں پیکاری کا عہدہ پایا تکن وزارت
اور ریاستی کے اختیارات تضمن کیے تھے۔ انکی سعادت اور فیاضی ضرب المثل تھی۔ جید رہا اور میں لکھنؤ کے
آصف الدولہ تھے۔ ۱۷۴۰ء میں خدمت پیکاری سے مستفی ہوئے اور ۱۷۴۵ء میں بیانی برس کی عمر پر
زندگی سے استغفاریا۔ خارسی اور دو نوں زبان میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ اور شاد انجاں تھا شاعر
اور علماء کی خدمت گذاری نے حیات جاوید عطا کی۔

وہیں بیٹھے گئے۔ اور غزل بن کر سنا می۔ ولی عمدہ بہادر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ مجھ کی کبھی بھی تھم اکر
ہماری غزل بن جائیا کرو۔ غرض چند روز اصلاح جاری رہی اور آخراً سرکار دلی عمدی سے للعمر، حسین بھی
ہو گیا اور شیخ مرحوم ولی عمد کے استاد ہو گئے۔

میرا کلکٹر کوڑے ہوتا ہے جب آسمیات کے جام میں یہ زہر طلاقیں دیکھتا ہوں کہ "بادشاہ کے
پار دیوان میں سپہلی پکھ غزلیں شاہ نصیر کی اصلاحی ہیں۔ پکھ میرا فلم سینہ تھیں اسکی ہیں۔ غرض ہے سلا
دیوان صفت سے زیادہ اور باقی تین دیوان ستر یا ذوق کے ہیں جن مذکور اس زمینوں میں فلم کو چلنا
مشکل ہے۔ ان کا نظام و سراج امام س خوبصورتی سے کیا ہے کہ دل سکفت ہوتے ہیں۔ والد مرحوم
کماکرتے تھے کہ بادشاہ تھا رازمیں کا بادشاہ ہے۔ طریق میں خوب نکالتا ہے۔ مگر تم سربراہ کرتے ہو
ورثہ شور زار ہو جائے مسوودہ خاص ہیں کوئی شعر بُرپا۔ کوئی طریق مصرع۔ کوئی ایک۔ کوئی اکھا
مصرع فقط بحر اور قافیہ معلوم ہوتا تھا۔ باقی نہیں۔ یہ مان ہڈیوں پر گوشت پست چڑھا کر حسنِ عشق
کی تبلیغ بنایتے تھے" یا
"تیار کی کہانی سب بادشاہ کے حصہ میں آئی۔ کیونکہ اکثر انھیں کی فرمائش سے کہتے تھے
انھیں کا خالص ہوتا تھا۔ نوجوان ولی عمد طبیعت کے بادشاہ تھے۔ اور ہر یہ بھی جوان اور ان کی
طبیعت بھی جوان بھتی۔"

قصیر ایشمس العلام کی انشا پردازی کا حاشق۔ اُنکی سحر طرازی کا شیدا اور جادوگاری مفتون
ہے۔ اسکو کیا مجال کہ سورج کو چراغ دکھانے کی جوأت کرے۔ لیکن اہل شرع کا فتوی ہے کہ
پیش امام سے قرآن کے پڑھنے میں ہر ہر مقتدی کو لقدم دینا ہی مناسب ہے۔

مولانا کو خیال نہیں رکا کہ شاگردی اور اُستادی کا ذوق سے تعلق شروع ہونے کے وقت نہ تو
مزماں باظفہ "نوجوان" تھے اور نہ شیخ ابراہیم "جوان" مزماں عمر اس وقت ۲۳ سال سے کم نہ تھی اور
"نشاط عمر باشدتا بہی سال" کے بحر طوفان خیز سے پار ہو چکے تھے۔ شیخ ازاد کی تحقیق کے طبق

صرت، ایا ابرس کے تھے اور "عقل دا طھ" بھی شاید نہیں بھکلی تھی۔

نندھ اور کابل وغیرہ سرحدی مالک سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہندوستانی شہزادے میں ہوئے جو ۱۸۵۷ء کے مطابق ہے مولانا کوتیلہم ہے کہ ذوق نے ولی عہد کی غرباں پر صلاح دینا اُسوقت شروع کی جب میر کاظم سین جان لفظستان صاحب کے ساتھ عہد ناموں کی تکمیل کیا تھی سرحدی علاقوں کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ ظفر کا مطبوعہ کلیات کتنا ہے کہ مزرا کا پہلا دیوان ۱۸۲۴ء میں مرتب ہو چکا تھا۔ اور ہاتھ غیبیتے قیمعت نایں بخ اکٹھ فخر کا خلاص ڈال دیا تھا۔ جو سوقت تک خپڑا سے محفوظاً دیوان اول کی روایت "ایا" میں موجود ہے۔

باوجودیکہ بادشاہ "ولیما دکا بادشاہ تھا" "لبیست کا بادشاہ تھا" زمینوں اور طرحون کا بادشاہ تھا" مسروہ خاص میں کوئی شعر پورا بھی ہوتا تھا۔ لیکن اس تاد کی قدر و مترسٹ فائم کرنے کے لئے بے محابا ارشاد ہوتا ہے کہ "پہلا دیوان نصف سے زیادہ اور باقی میں دیوان سرتاپا ذوق کے ہیں۔" مظلوم شاگرد کا دیوان چار مر جاہزی سے دریافت کرتا ہے کہ کیا مدد فیل شمار اور دغدغیں یہ شانل ہیں ذوق مر جوم نے اپنی زندگی میں تصنیف کر کے ظفر کا خلاص ڈال دیا تھا۔

گیا لطف سخن تو ذوق ہی کے ساتھ دنیا سے جو ہوڑا سارہا ہے اے ظفر کچھ توہین تکہے بے ذوق زر لطف نہیں شعر و سخن میں اس رمز نہانی کو کوئی پوچھے ظفر سے تیرا ذاق شعر ظفر جانتا ہے کون، اس تاد ذوق تھاترے واقع مذاق سے بعد اس تاد ذوق تیسکر سوا، رکھتا فہید شعر ترہے کون

لکھ اسی قانیہ میں اور گزیل تجھ سے بہتراب اے ظفر ہے کون
مولعف ختماً چاوید کا بیان ہے کہ ذوق کی خبر مگ سکر بادشاہ نے جن ملوٹی کیا۔
بار بار مر جوم کے حقوق جان شاری یاد کر کے افسوس فرماتے رہے۔ اور قلعہ ذیل اپنی زبان بک سے ارشاد فرمایا۔

شبِ چارشنبہ با صفر
بِحکم خداوند جان داد ذوق
ظفر روئے اردو بنا خن رغنم
خراشید و فرمودا ستا ذوق
۱۲۶۴ = ۱۲۶۱ + ۱

کیا یہ قلصر بھی ذوقِ مرhom تصنیف کر کے نے گئے تھے اور سُنسنے ذوق کی قبر دل میں مج جو
ہے۔ اور قلصرِ ذیلِ عوار پر کندہ ہے۔

طوطی ہن حضرتِ اُستادِ ذوق نے لی گلشنِ جہاں جو باغِ جہاں کی راہ

سالِ ناتِ جو کوئی پچھے تو اے ظفر کہہ ذوقِ ختنی زکرِ شمشیش والا

کیا یہ قلصر بھی ذوقِ مرhom ظفر کے پاس امانت رکھ گئے تھے۔

کلیاتِ ظفر کا بشیرخسہ ذوق کا اصلاحی ہے ایسیں کلام نہیں ظفر کی شاعری کو ذوق کی حرمت سے فروغ ہوا ایسیں شکن نہیں لیکن فیاضی اور فراخ ولی سے ظفر کی عمر پھر کی کسانی ذوق کے حوالے کر دینا اور ساہنی ظلم ہے۔ جیسے منوی گلدار نہیں کو آتش کی تصنیف بتانا یا گلدار لغت کو مرزا فخر و شہزادہ کی طرفِ فسوب کرنا۔

ذوق کا دیوان موجود ہے۔ بندش کی جتنی طرزِ بیان کی دلاؤزی مضامین کی تازگی الفارظ کی نیشت ثابت کرتی ہے کہ وہ اُستاد کا کلام ہے ظفر کے کلیات میں کمزوریاں ہیں۔ اور مضامینِ نویجہ کا تحفہ ہے۔ اس کو ذوق کی طرفِ فسوب کرنا۔ ملک الشعر کی شهرت میں داغ لگانا ہے۔ البتہ جو در دافسرِ دگی ظفر کے نغموں ہیں ہے اُس کا اُستاد کے خراونیں نہیں، نہ غونچل میں مرے اور نے شراب میں فرق نہیں کے سینہ پر یاں ہیں اور کہا بہیں فرق
نہیں رے اٹکتے یاں ورتا چنگ میں دوری نہیں رے نالم میں اور نغمہ رہا بیں فرق
نہ علماں در پارہ دل میں مرے تفاوت پچھو نہ آنسو دنیں مرے اور در خوشک بیں فرق
نہ در دل میں گے اور پچھو سحاب میں فرق

نہ سوز سینہ میں در بر قیں ہے فرق طفیر
 نپکھے ہے پاؤں میں در دل کے ضطرب بیں فرق
 دل کو دیتا ترا مجور دلے یوں ہے
 آج ری صول ہو ایسید خدا ہے یوں ہے
 یا تھا گلہ ار تھا مے ہٹی نضا نتھی میں نہ تھا
 لایق پا پس جاناں کیا خا تھی میں نہ تھا
 نشی کیم الدین مرجم نے تذکرہ شعراء اور دو موسوم بہ "طبقات شعراء" میں لکھا
 اُسوق طفیر اور ذوق دنوں موجود تھے۔ وہ ذوق کی بابت تحریر کرنے ہیں۔
 "فن شعریں ابتدائے عمر سے مصروف ہیں مگر عالت صبا سے آبتاب کیہے خاتم طبیعت
 میں ممکن ہے کہ جو شعر کرتے ہیں کیا کوئی نہیں یتھے ہیں با دشاد کے اُستاد ہیں۔ اصلاح شعر کی بادشاہ
 کو دیتے ہیں۔"

جب ذوق کی بابت اُنکے ہم عصر دل کا بیان ہے کہ "اپنا شعر کیا کوئی نہیں یتھے تھے"۔ تو
 شمس العلی ازا د کا یہ بے سرو یا افسانہ نیونکر را در کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے مارٹھے تین میوان طفیر
 کی طرف سے تصنیف کر دیئے۔

طفیر کی بابت نشی کیم الدین لکھتے ہیں۔

"شعر ایسا کنتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں اُنکے برابر کوئی نہیں کہہ سکتا۔ باہر ہم ذوق سے
 اصلاح یتھے ہیں تیرہ چودہ برس کا عرصہ ہو کہ تختہ میں ہوئے۔ ابتدائیں دلی عہد تھے اُن
 یامیں بھی اُنکے شعر بہت اپنچھے ہوتے تھے۔ تمام ہندوستان میں اکثر وال اور زنڈیاں اُنکی
 غزلیں اور بخشیاں گاتے ہیں۔ ہر ایک قسم کے شعر ہر۔ ایک تھیڈہ انہوں نے متن بخیر
 خدا میں کہا ہے داخل تذکرہ کرتا ہوں۔"

یقیدہ تبرک کا نقل کیا جاتا ہے۔

سرخیل مرسلین شفاعت گزار	لے سر د د کون شمنشاہ ذی الکرم
مولہ رواہ ہو کہ مسجد ترا براق	مکب ترے ملا یکٹ مرکب ترا براق

نگ خلو سے ترے گلشن بخش حدیث
ہوتا بھی نہ قلب کدم میں نفع روح
کرتا تھا جس سے مردہ کو زندہ دم منع
تو والی سریرادج رسالت پر جلوہ گر
کرتا ہے تیرے اسم مبارک کو دل پیش
اسے معدن کرم تیری ہمت کے روپہ
صدقے زمیں کے ہوتا نہ پھر پھر کامان
محروم تیرے دست مبارک سے و گیا
(بُحَانَ اللَّهِ - بُحَانَ اللَّهِ)

اُدم ترے خلود سے ہے منظر اتم
لئے ہے باۓ بوس کو والی روپہ ارم
والشمر، بھتے تیرے بخش پر فور کی قسم
کیا تاب پھر فلم کو جو بھکر سکے رقم
صدقے سے اپنی آن کے اشاعت خشم
آئینہ صیدی کے میسے غبارہ نم
پہنچا نہ آستان مقدس کو تیکریں
پر خاک آستان کو تری اپنی حشم میں
اس تصیدہ کے بعد ایک غزل بادشاہ کی نقل کی ہے اور لکھا ہے " یہ ایک غزال دشاد
کی بہت اچھی ہے تینا داخن تذکرہ کرتا ہوں۔"
میں ہیاں رنج کے آثار خوشی کے باعث
اشک آنکھوں سے پیکتے ہیں خوشی کے باعث

جب آیا ہیں عالم نظر اشراش
وکھیں ان دانزوں میں تجھیں جو سی کے باعث
جان آجائے جو مرغان قفرت تک صیاد
بُوئے گل آئے اسیم سحری کے باعث
تم جو خصصہ ہو تو خصصہ میرے سر آنکھوں پر
پر بشرطیکہ نہ ہو اور کسی کے باعث
نشی احمدین سحر نے ۱۲۶۱ھ میں تذکرہ "بہادر بیخڑاں" مرتب کیا۔ اُسوقت بھی ذوق
و ظفر دونوں زندہ تھے۔ وہ ظفر کی بابت لکھتے ہیں۔ "ظفر تخلص مرزا ابو ظفر بادشاہ دیوبن شعر
یہی و منابستے تمام وارد۔ ابراہیم ذوق از مخصوصان حضرت است۔ و انکار ایشان
باصلاح اوچوں گوہر کہ بدار اندا۔"

زارب مصطفیٰ خاں شیفتہ نے تذکرہ "گلاشن" بے خاز ۱۲۵۷ھ میں نام کیا اُسوقت مرزا
اب ظفر و فی عہد تھے۔ حواسِ اخلاق کی بابت لکھتے ہیں کہ "بکثر صفات مو صرف و بمحاذ کرام
معروف۔ درکثر خطوط دستگاہے شایستہ دارو" شاعری پر یوں کرتے ہیں: "بایں فن بسیار بالوف
است۔ شیخ ابراہیم ذوق از ماڈہ نعمش ذل ربا و ذیف خوار است۔ و انکار ایشان حکم و صلاح
او درست و ہمارا" خور تجھے سحر و شیفتہ دونوں ظفر کے ہم صور ہیں ایک صاحب لکھتے ہیں کہ ظفر
کو فن شعر سے "میل و منابست نام ہے۔ دو سکے نعم پر دار ہیں کہ ظفر فن شعر سے "بسیار بالوف"
ہیں۔ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ ذوق ظفر کے انکار پر اصلاح دیتے ہیں۔ بگرمسی العلام
نصف صدی کے بعد روشنی ڈالتے ہیں کہ ذوق غزلیں تصنیف کر کے ظفر کا تخلص ٹوال دیا
کرتے تھے۔

شیفتہ کی سخنداں مسلم ہے۔ انہوں نے ظفر کے چند اشعار پختے تذکرہ میں نقل کئے
ہیں اور لکھا ہے کہ "از اشنا آبدار ایشان است" وہ اشعار ضرور سننے کے قابل ہوں گے۔

ضبط فرماد کر دیں گے یہ کو روکنے لیں
ول بیاب کو تھاموں بینیں کتنا
اب بھی وہ آنکھ تری آئندہ رو ہے کہ نہیں
اگلے طروں پر خدا جائیے تو ہے کہ نہیں

دل میکے انکو اسی اذیت ہوئی ہیں
اب دل بھٹی دینکے صحیت ہوئی ہیں،
پی لاکھ بار صہبائی لاکھ بار توہ
اب کرچکا ہیں توہ توہ ہزار توہ
قاصلہ شک چلا لیکے جو دل کامیام
کیا ظفر اس سے ملاقات کی بچھڑھڑی
جھاکی آپکی باعث فنا ہماری ہے
خطا ہماری نہیں ہے خطا ہماری ہے
جنوں میں کیا میرے پونڈ پریزین کو لگے
کہ ایک تار بھی چھوڑا ہو تو کفن کو لگے
تذکرہ بزمِ سخن میں ظفر کی شاعری پر مختصر الفاظ میں ہترن رویو ہے۔
”در سخن پایہ ارجمند داشت، افتخارش اگرچہ سادہ پر کار ہست اما ہمہ اش خاطر سکارت
محاورہ گوئی اداں اوت و معاملہ نویسی زیر فرمان او۔“
دوجدید کے اول نقائد علم خواجہ الطاف حسین خالی اپنے دیوان کے مقدمہ میں تحریر
فرماتے ہیں۔

”ذوق کی غزل میں عموماً زبان کا چھمارا اپنے معاصرین کے کلام سے زیادہ ہے۔ مگر وہ بھی
یہاں مضمون آفرینی کرتے ہیں صفائی سے بہت درجا پڑتے ہیں ظفر کا تمام دیوان زبان کی
صفائی اور دوزمرہ کی خوبی میں اول سے آخر تک کیساں ہے لیکن اس میں تازگی خیالات است
کم پائی جاتی ہے۔“

دوسرے الفاظ میں یوں کہتے کہ ظفر اور ذوق کا طرز بیان جدا جدا ہے اور کلیات ظفر ذوق
کا دیوان نہیں ہے۔ مؤلف تذکرہ گل رعنائیتے ہیں۔

”ذوق بچھڑھی ذوق ہیں ظفر کے اُستاد۔ اُنکے کلام کی زمینی۔ تکریب کی چیزیں مضمون کی
بندش جوش و خردش اُنکی باتیں اُنکے ساتھ ہیں ظفر کے یہاں جو سامان ظفر ایگا وہ اس سے
ملتا جلتا ہوگا۔ محاوروں کی نزاوائی یہاں زیادہ ملیگی۔ مگر جوش و خردش کی جگہ دل و جگر کے تکڑے
حدف وال الفاظ بنکر آنسوؤں کی سیاہی اور آہ جگر دوز کے قلم سے لکھے ہوئے تم کو ملیں گے۔“

اب انھیں ظہر کا بھوپا یادوں کا"

کلام ظفر ران بالمال بزرگوں کی رائیں نقل کر کیے بعد اپنے خیالات کا انہمار پھوپھو مندرجی بات ہے۔ جو سخن فرم کلیات ظفر، نصیر، ذوق و فناک بالاستیحاب پڑھیگا وہ علی رغم اتفاق آزاد تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ ظفر کے اشعار انھیں کے اذکار عالی کا نتیجہ ہیں اور اُنکے استاذہ کی طرف مشوب نہیں کئے جاسکتے۔

حقیقت یہ ہے کہ ظفر کو نیرو سودا، مصطفیٰ وہ تنشی، مومن و غالب سے کوئی نسبت نہیں۔ ابتدائی کلام میں تعلیم دنخ کی ناکام کوشش ہے لیکن مصنفوں آفرینی نہ تو خارجی شاعری میں سوائے ضلع جگت کے کیا رہ جاتا ہے۔

کلیات کے ہر ورق پر جو رات کی سی معاملہ بندی نہیں ہے اور غزل کا موضوع بھی دراصل وارداتِ محبت کا بیان ہے لیکن بندش میںستی یا خیالات میں ابتدال ہو تو ایسی دخلی شاعری سے کیا لطف حاصل ہو سکتا ہے۔

دنیا کے عبرت اگر تماشوں اور زندگی کے حضرت ناک شیب دفرانے کلام میں سوزو د گداز پیدا کر دیا ہے لیکن یہ تاثیر اسی وقت تیز ہو گی جب بتاوایا جائے کہ یہ شعر ظفر کا ہے مثلاً۔ ترا گھر میرا کاشاد تھا اس بے رغیر کا مسکن سلطزارع نے پایا ہوا کے آشیانے پر اگر شاہ نصیر یا ذوق کی طرف مشوب ہو تو معمولی شعر ہے لیکن ظفر کی زبان سے عبرت ناک مرقع اور درد ناک مرثیہ ہے تفصیل اس اجال کی یہ ہے کہ بہادر شاہ کا کلام پانچ حاصل و صانتے سے ممتاز ہے۔ پہلا وصفہ یہ ہے کہ وہ سنتگا خ زینوں کے بادشاہ ہیں اور اپنی دشوار پسندی پر خود نا ذکر نہیں۔

ظفر مسکل پسندی تیری سی اب کسکو آتی ہے سخنور دیکھ کر یہ طرز مسکل ہاتھ ملتا ہے

بے لطف فانی نشک روپیوں کے ساتھ ایسی خوش اسلوبی سے فلم کرتے ہیں کہ زبان سے بے ساختہ تعریف نہ کلتی ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ اس کو کندن میں وہ شاہ نصیر اور اسٹاد ذوق سے گوئے سبقت لیں گے ہیں۔

اگرچہ اس عرق بزرگی اور خون قشای کی تحقیقی داد و ہی دسے سکتا ہے جو خود ان شور زمینوں میں اشہب فکر کو جو لال کرے اور یہ "ہمیں مصیبت گز فارا کید" لیکن غونے کے طور پر چند اشعار سنئے :-

عشرت نہیں طالع میں اپنے ساقیا ورنہ فلک میں لئے بھرا ہے مر ساغر لئے بھرا
پیچ سے وکڑا یاری۔ باتیں اُس کی پیچ کی ساری
بھلیں اسکے پیچ سے کیا ہم۔ پیچ کے ادیر پیچ پڑا
عشق طفر ہے گر کھدھندا۔ اسکے کھولنے پیچ کوئی کیا
ایک کھلا تو دوسرا محکم۔ پیچ کے اوپر پیچ پڑا

جو کہ ہے نہست میں ہونا ہو گا آخر کو وہی لئے طفر کیا شکوہ اس کالیوں ہوایا دوں ہووا وہ نہ آیا رلا کے یوں نہ تھاتویوں ہوا ، اسکا آنا بن بلا کے یوں نہ تھاتو۔ دوں ہوا	لئے طفر کیا شکوہ اس کالیوں ہوایا دوں ہووا اسکا آنا بن بلا کے یوں نہ تھاتویوں ہوا ، اعتبار صبر و طاقت خاک میں رکھوں طفر فوج بند وستان نے کب ساتھ پیپو کا دیا
اعتبار صبر و طاقت خاک میں رکھوں طفر صحمد گلشن میں کایا نیکشی کو کیا وگل غل ہی سے عارض گلگلوں کو نہیں کچل شیہ جنوننا تھا ہوا ہم پر تھا عشق میں	ہرگل اللہ جو سہے ہے کہست سانغ سارنا قدروزہں بھی ہے اُس غنچہ دہن کا بٹما تمنے اتنا بھی پوچھا کیا ہو اکیوں کریو چمکا لی میں اسکے ہیں موئی کیا طسم
چمکا لی میں اسکے ہیں موئی کیا طسم اڑتے پھرے ہیں بعد بھی ہم کے گرد حرست، ہے اہل ترقیں پر ک جسکے پر	چمکا لی میں اسکے ہیں موئی کیا طسم اڑتے پھرے ہیں بعد بھی ہم کے گرد حرست، ہے اہل ترقیں پر ک جسکے پر

پچھوں پاؤں ہیں نمایاں تو سر پانچ جنوں فردیاں
 نہ گھینیں دیا نے تیرے کیونکر زمیں پگوہر خلاں اختر
 تھا ہمیں قلندر دکھلانا سکتے مال کا حال لکھ کے بونٹا شکستہ میں اُسے دکھلائے جو
 ہے عبشت شکوہ ظفر و اشدا ب اس چیز کا لکھو دیا آپ اسی سے آکبار اپنے ہاتھ سے
 شمشیر برہنہ مانگنے خذب بالوں کی ہمک پھر دیسی ہے
 جوڑے کی گندھادٹ قهر خدا بالوں کی ہمک پھر دیسی ہے
 ہربات میں سکلی گرمی ہے ہر ناز میں اُسکے شوخي ہے
 قامت ہے قیامت چال پری چلنے میں بھرپوک پھر دیسی ہے
 محروم ہے، جواب آب روایں سورج کی کرن ہے اُپنے پٹ
 جالی کی کرتی ہے وہ بلگرٹے کی دھنک پھر دیسی ہے
 وہ گائے تو آفت لائے ہے ہر ہوا میں لیوے جان بھاں
 ناچ اُسکا اٹھا رے سو فتنہ مکھنگر دکی جھنک پھر دیسی ہے

اسکے ظفر یہ حال تھا اپنا ہم عنہم سے گھبرانے تھے
 ہو گئے غم گرش ایسے اب ہے بھی غم گھبراہے
 بلاے گزندیں سکھتے تو ہم زریں یہ خدا کی راہ میں نکھتے ہیں پاہریا پا

دوسرا صفت یہ ہے کہ وہ عام فرم اور میں زبان ہیں واردات عشق و محبت بیان
 ہیں اور اس زنگ میں جڑات کے ہم قدم ہیں مثلاً
 پیر ہن سے ببرے بو آتی ہے خوبی کی ظفر ساتھ تو کون سے گھرد کے ہے سوکرایا

شب را تھا کہیں ہے چشم جو نجور تری،
 باتیں بھوٹی نہیں بہم سے گل اندازم بنا
 مری جانب سے غیر دن نے لکھا یا کچھ نہ پڑھو گا
 نہ کیا وہ تو اسکے دل میں آیا کچھ نہ پڑھو گا
 سنایں نے کہی انکو بھی ساری رات آئکھنیں
 کسی نے میرا فسانہ منایا کچھ نہ پڑھو گا
 تم خدا کی نیچے فاصلہ کر پہنیا مام ،
 کہا ہے یاد نے یا تو نے اپنے جی سے کہا
 جس وقت نظر کوئی دہاں اور ہے آتا
 کوچھے میں تھے تھا ہر شب نیچے ہو جانا
 دو چار گھنٹی اپنا دل کھو لکے رجنا
 کہتے ہو کہ جانا ہوں مانع نہیں میں لیکن
 احوال جو ہے میرا تم دیکھو تو لو جانا
 جواب خط کے نہ لکھنے سے یہ ہو معلوم
 کہ آج سے ہمیں لئے نامہ بر جواب ہوا
 جب کہا میں نے میں مو تو کہا
 مرنے والوں کی دیکھنا صورت

آفریں آپ کے سونے کو ز جاگے اور ہم پس دیوار ہے گرم فعال ساری رات
 آپ کا چوری سے جاتا کھل گیا شاید طفر اچ چر جا ہو رہا تھا نکسے گھر والوں کے پنج
 نسہ پر ہے تیرے لال ڈوب پڑھ بوقت خواب یاروں کے در پر ہے شفقت سے نقا ب سرخ
 دل کا ہو جائے ہے یہ زگ ترے جائیکے بعد بچوں جیسے نہ ہے کام کا کھلانے کے بعد
 ہم ہوئے شب کو یہ نالاں پس دیوار کہ بس کھول کر غرفہ لگئے کہنے وہ ناچار کہ لبس
 تیری شوہی کے ہیں اندراز سمجھنے مشکل چشم دا بر دیں وہی پر ہے اشارات میں فرق
 خوت اپنوں کا ہے انکو ہمکو بیگناوں کا ڈر مل سیکن کیونکر کہ وہ مجبور ہم لا چار ہیں
 لاکھ چاہت کوچھ پارے کوئی پڑھ پتی نہیں پیار کی آنکھ اور الفت کی نظر پڑھتی نہیں
 یہ سے ہنگام گرمی بے چاہا زر ایٹھو قبا کے کھول دو بندا ب نہ شرماو ہو اکھاؤ
 نہیں پہچانتے چاہت کی گر آنکھ ظفر کو دیکھ کر شرماتے کیوں ہو

تیسرا صفت یہ ہے کہ اپنے ماحول کے افراد سے بے بس ہو کر بھی کے طکڑے صبور
 قرطاس پر بھرتے ہیں اور "پرہبی" کی درذناک کہانی سے مجلس کو سوگوار بنادیتے ہیں شلاً
 اگر فاری نصیبوں میں نہوتی تو چین سے ہیں بھلا اس طرح کیوں صیاد زیر دام آ جاتا
 غم دل کس سے کھوں کوئی بھی غم خوار نہیں خم فرقہ کے سوا
 اور اگر پوچھے کوئی قابل انعام نہیں۔ چکارہنا ہے بھلا
 یہ ہوں ہاختنے تھے غم کھانی سے انکھاں رہنہیں کہ ہے غم میری خدا
 تو ہے معشوق تھے غم سے سر دکار نہیں کھائے غم تبری بلا
 بیان کیجئے اگر احوال اپنی شام غربت کا گریاں تا بامن چاک ہو صبح قیامت کا
 لگنی نہ مر کے بھنی یہ نصیب کی گردش کہ سنگ تبر مار سنگ آ سیاٹھیا
 دل کا کچو کام نہ تجوہ سے نسبت پر فن بکلا دوست جانا تھا تھے جان کا دشمن نکلا
 یا تھے افسرشا نہ بنا یا نہ بنا یا ہوتا یا مرتا ج گدا یا نہ بنا یا ہوتا
 ناکساری کے لئے گرپ بنا یا تھا تھے کاش خاک در جانا نہ بنا یا ہوتا
 صوفیوں کے جونہ تھا لالیں سمجھتے تو تھے قابل حل سہ رزدا نہ بنا یا ہوتا
 تھا جانا ہی اگر دردی ساقی سے تھے تو چارغ در سینا نہ بنا یا ہوتا
 روز معمورہ دنیا میں خرابی ہے ظفر ایسی بستی کو تو دیرانہ بنا یا ہوتا
 استمک ہے میں ہوں میں دل میں کام جوں ساصل کلب ہیں خشک سیسا اور ہے آغوش میں دیا
 آکے ہے لب پر رفت کئی جا کے لیکے دم احوال تھے دو پچھے ہے بے طاقتی کا کیا
 مرا تو حال ہونا آپ کی فرقہ میں یہ نہیں تھا تھے شکوہ نہیں تھے میری شمعت میں نہیں تھا
 خاک ہو کر بھی کری گردش نصیبوں کی نہ آہ خاک کو اپنی بگولے میں ہو اچکل نصیب
 دوست پر دہ ہے کہ جو شخص ہو بنام کو دوست لے ظفر دوست ہیں آغاں ملاقات میں سب

گوش گل تک میری فریاد تو پھو بخے صیاد
 رکھ نفس کورنے ظالم نگستان سے دُ
 ہمد مو تم میری حالت مجھے پے کچھ پچھو نہیں
 دیکھ لوجھرے کی رنگت مجھے پے کچھ پچھو نہیں
 دیکے اپنا دل طفراں دشمن آرام کو
 مجھ پر جو گذری صیبت مجھے پے کچھ پچھو نہیں
 منزل عشق بہت دور ہے اللہ اشرف
 ایک ہی گام میں تم تھا کے شلف ہلیکے
 پوچھا و صدی ہے کہ تصوف کی چاشنی سے آشنا ہیں - دحدت الوجود کے مسائل خبی
 اور صفائی سے نظم کرنے میں حضرت نیاز بریلوی کے مقابل ہیں ملاحظہ ہو۔
 پنج میں پردہ دوئی کا تھا جو حائل اٹھ گیا ایسا کچھ دیکھا کہ دنیا سے مراد اٹھ گی
 دیا اپنی خودی کو سنبھال اٹھا دہ جو پردہ سپانچ میں تھا نہ رہا
 ہے پردہ میں اب نہ وہ پردہ نہیں کوئی دوسرا سکے سوا نہ رہا
 طفر آدمی اسکونہ جانے گا وہ ہو کیسا ہی صاحب فہم و کا
 جسے عیش میں یاد نہ رہی جس طیش میں خوف خدا نہ رہا

جو عرش سے ہے فرشت نکل سب اسی میں ہے - دیکھ کا نکھل کر
 کیا کیا نہیں ہے اسیں کہ سب کچھ اسی میں ہے پر چاہئے نظر
 کیوں کجھہ کنشت میں سرماڑتا ہے تو - سرگرم جستجو
 تر جبکو ڈھونڈھتا ہے چھپا دہ بھی میں ہے پر تو ہے بن جو
 جلوہ اُسی کا دیر در مریم میں ہے اسکے سوا کچھ نظر نہ چھ
 آتا نہیں ہے اسکے سوا کچھ نظر نہ چھ
 جدھر کا نکھر پڑتی ہے تو درد وہ ہے ترا جلوہ سب میں ہے جسے تو ہے
 صد اپردا کہ ساز کی یہ نہیں ہے کوئی پردہ میں کر را گفتگو ہے
 طفر کو ڈھونڈ دہست دھونڈ دا کو دو تجھیں ہے جسکی تھے جستجو ہے

شعلہ دری شمع وہی ماہ وہی ہے
 خورشید وہی نور سحر گاہ وہی ہے
 یسفہی وہی وہی زلخا وہی یعقوب
 کنعان ہر وہی مصڑ ہی چاہ ہی ہے
 مجذون و خراباتی و دیوانہ وہ شیمار
 درویش دگدا شاہ و شہنشاہ وہی ہے
 خلا ریس شر ہو وہ ظفر عمل ہیں زنگ
 والشد وہی سبیں ہر باشد وہی ہے
 صوفیوں میں ہوں شرمندوں میں نہ میخواروں میں ہوں
 اے بتو بندہ خدا کا ہوں گھنگھاروں میں ہوں
 میری لست ہے مجتہت میراندہ ب عشق ہے
 خواہ ہوں میں کافروں میں خواہ دینداروں میں ہوں
 جو نجھے لیتا ہے پچھروہ پھیٹہ دیتا ہے نجھے
 میں عجب کہ بنن لام کارہ حسرہ داروں میں گھوں
 میں دحدت کی ہمکومتی ہے مجتہت پرستی خدا پرستی ہے
 پاپخواں و سفیر ہے کہ معاورہ بندی کا شوق غالب ہے۔ بندی الفاظ کہشتہ تعالیٰ
 کرتے ہیں اور فارسی ترکیبوں سے گزیز کرتے ہیں ایک بڑا ذخیرہ ایسے الفاظ کا نظم کر دیا ہے جو
 شریں متعلق تھے مگر شعراء کے کلام میں پائے نہیں جاتے۔
 سرتلک دست تم جو ہیں ترا قائل بڑھا خون جسم نا توں تل تل گھنٹاں تل تل بڑھا
 تیمت دل مری بازی مجتہت میں نہ پوجھ یہ وہ سودا ہے کہ ہرگز نہیں جلتا ہو گما
 اعم سے ہربات پاکھڑے ہے تو یوں اظام نہیں معلوم تھے غیزی نئے کیونکر گما نہ طھا
 کل سمجھ لانگھا ظفار سے جو وہ دیگا کا اخذ آج دھوکا دیکے مجھ کو کیا ہو اچھیستہ بنا
 کیکو لکھتے تھے خط وہ پنگ پر بیٹھے شمیجے جو دیکھا پچھا ایسا لوڑا ریں کاغذ
 ببول نے نہ کہیں مار دھاڑیں کاغذ اکھی خیر ہو پکڑا گیا ہے وال قاصد

دیدہ تر سے نہ روکش بھوپر رہتے میں
 دل برنسے سے گھٹا کر گئی پھر سڑ بھی
 برق سی ہے یہ لئے ہاتھ میں یوٹ میں
 ساتھ دل کے دیکھا میں نئے جمع کیا اور حادثے ہوئے
 آکے ہستی میں یہ سب معلوم تجھاڑے ہوئے
 بیٹھا ہے نیز نفس میں کمک پر جھاڑے ہوئے
 جو کچھ منا تھا وہ کہہ یا ظفر اُس سے
 بھرا س دل کی دہان ساری ہیں بکھال آئی
 گونہ جائے گی سواری آپکی غیر دل کے گھر
 مذاکھا یا ہے کوہ کن کو یعنی شق آیا جو اتحاد پر
 کہا یا تو جو اے شیر لکین جھٹپتی کا دھو دا گیا زبان پر
 ظفر دل لیکیا مجھ کو گلی میں اس پر ٹوٹ کے
 ان محاسن کے ساتھ پھر عیوب بھی ہیں ۱۔
 اول یہ کہ زبان قدریم اور الفاظ استروک پر اصرار کرتے بلکہ کبھی کبھی خلط الفاظ اور زنا جائز کریں
 سے بھی اصرار نہیں کرتے ہیں۔
 اشک کو تک دیکھ کر اے دیدہ تر بینا
 کوہ کن کا کب نقطہ پھر میں لو ہو جم گیا
 پکھو چھوڑ بات اس بت بیر جم کی مجھے
 بتوں کی سنگدلی نقش کا جھوڑ ہے اتیں،
 یہ سچ ہی سڑ نہیں سکتا ہے داغ پھر کا
 دیکھو رد تے جو نجھے آیا ظفر جم اے
 ناؤں فکن تیری الفتیں دکھا میں آنکھیں
 روزان کا درہ ہو روزان سیدھے کے قریب

خون جو کیا جوش پر بذا شہادت کے مری
بنگیا سر آندرش کو مصل دھڑ کے جاب
لب دریا پکشی میکشی کی ہو کر اے سانی
شہادت کے امروں سے ہو گا سوالیں
شہادت جہاں و شہادت جہاں کسی کا خواص
دیدہ تر پرے سائیہ شہزاد کو دیکھ
کو صفوں نہ بی ان رزوں چھپنے بی لکی ہونے
لئینے بھی لگا ب شعر کرنے کیا تماشہ ہے
دوسرے پکہ معاملہ بندی کی ہر ایں کبھی اسقدیستی اور رکالت کی طرف بھکتے ہیں کہ
پشت پائے خود نہ بینم ” کام قولا صادق آتا ہے۔

گئے تھے کمال دجھے کن جا لگیں
نیا کل کا اوڑھا دو شالا بھگاڑا
پکڑا جو اتھر اسکا میں نے ظفر سنبھی
کس سطح چھڑایا اُس نے پکڑ کے پوچھا
گشت شب ہاب حرست سے ملایاں گل گیا
لئے ظفر انسوں اال ارگز لگی اپنی دال
ہوا ہے شیخ بھی تم کو توبے طرح سے رکام
بھاکرے ہے لھارے دلاغ سے دیریا
لاداں بھکو محروم اُس پری کی اے ظفر
آیکو میں جکہ دیکھے ذر کے تڑ کے جاب
ہزم تکنوں کے منڈال ابھی کر ذوٹکا
پان غیر دل کو مرے آگے گل اندام تھیج
ہاتھ چھاتی یہ جو نہیں مینے لگایا تو کما
خت کیا اتھر ہیں تیر سے یہ نگوڑے پتھر
کلکی بوئے مقرر گر کئے دینے مجھے تم نے
تو گیا صاحب حساب دوستان درول نہو گا
پھیر کر منہ جو دکھایا مجھے اپنے جو ٹرا
دل پہ مکا مرے اُس رشاقت کی نے مارا
شب تو آدمی کٹ گئی خطرہ نلا دکون ہے
علاءہ ان دو معائب کے رعایت لقطی کا ذوق اور مستی بندش کی شایدیں سارے
کلیات میں موجود ہیں اور تازگی مضمایں محفوظ ہے۔ با ایں ہمہ محسن کا پلہ معائب سے
گراں تر ہے اور کلام کی فراوانی نے نقاصل پر پڑہ ڈال دیا ہے۔ آخری زانہ کا کلام تلف

ہونے کے بعد بھی تقریباً تپیل ہر لاشمار کا ذخیرہ موجود ہے اور اس ذخیرہ سے ایک دیوان عصر ایسا تیار ہو سکتا ہے جو ستر پا پار صحن ہو۔ لہذا یہ عویٰ بالکل صحیح طور پر کیا جاسکتا ہے کہ خم خانہ جاوید میں ظفر اپنے استاد شاہ فضیل سے بلند رشست پر رونق افزودہ ہٹنے کے مستحق ہیں۔

طرزِ سخن کا اپنے ظفر بادشاہ ہے اسکے سخن سے یہاں کسی کا سخن لگا
ظفر کے سیکڑوں اشعار کتاب میں نقل کئے جا چکے جنس سیمسون، قصیدے کا انداز
بھی دکھایا گیا۔

اب چند قطعات غاترہ پر درج کئے جاتے ہیں۔

غلبی ہیں یار کی ہم آج شب کو لے ہدم	بتابیں کیا کہ ہر سے گئے کہاں سے گئے
نظر بچا کے ہر لکھنے کے ڈال کر خاک	صبا کی طرح سے آنکھوںیں رجے ڈال کر خاک
مات دن ہکوڑہ ملک عدم کا ہے خیال	ساتھ کیا بیجا یعنیکے اس ریکھڑ کے اس طے
کر چکے بر باد سب ناد عالم پنا ہیں	یعنی ہے رکھا نہ بچو ہمینے سفر کے اس طے
دستم شوق کو مرے فاصلہ	ذکسی کو دکھا کے لیجاۓ
کہیں ایسا نہ ہو مرے خط کا	کوئی سخنوں اڑا کے لیجاۓ
تم جو کتے ہو کر دن کو ہوتا ہے افشاریزاد	گھر میں سیکڑا ظفر و شوق سے آدات کو
پنے در بازوں سے یہ کہد وہیں ملکیں نہیں	درہنہ ہو جائیگا در پرمفت دنگھا رات کو
انند گھست گل عمر اپنی اسی سپنیں	کی جس طرح سے ہمینے بر باد پوچھو
کیا پوچھتے ہو سیری رو داد پوچھو	جس کھڑے ہے حال ہمرا صورت ہی سے عیاں ہے
بزم عالم ہیں بزم شادی و غم ہیں دونوں	ایک سنتا ہے ظفر ایک ہے یاں گردنا
ویکی لے آکھے گر سانگ میں ہنستا ہے	چکیاں لے کے ہے شیشہ بھی مقبرہ ترا

سب کے تمہارا شنا ہو پر تم کو
 بخrafت میں ہے ظفر سے پور
 فی الحقيقة یہ ہے مثل وہی
 رہنا دریا میں اور مگر سے پیز
 ہو گی کیا اسپہ گذرتی کہ سنان مڑگاں
 ہے شمگر دل مجرد حظفہ میں چھبی
 دیکھ ہو جانا ہے کیا جسم سراپا بے صین
 جب کوئی پھانس ہے انگشت بشیر چھبی
 پوچھے جو کوئی مجھے کوئی باخیتیا
 نزدیک یہرے بھی ہیجی رائے صواب تھی
 جلدی سے اٹھ کے عفل رنداں تیخ جی
 اچھا، مو اپنے گئے صحت خراب ہی
 دغمازی ہیں آتی ہر نے جاسوسی آتی ہے
 کہ جن کو چاپلوسی اور کان پھوسی آتی ہے
 بخرون دل مخزوں بخژ چشم دل پر خوں
 نہ پاس لپنے نے گلگوں شیاغ ہونہ صباہ
 ظفر میخاں عالم میں ہمکار ایک مدت سے
 دستی کی ہوں نے سے پرستی کی تناہے
 گر آتے نہیں ہرگز کہ جا کر بھول جانے ہیں
 اکتے ہیں اکتے ہیں اکتے ہیں اکتے ہیں
 گذر جاتی ہے ساری رات کتے کتے یہ ہمکو
 جب کہا میں نے چھپا دست نجھے معلوم ہے
 اب تک سوتی نسبھوارے تم جاں کل کے پڑے
 بو لے اتھا کوٹ کر آخر کہا ہی پر کس
 درت کے بعد حضرت ناصح کرم کیا
 فرمائے مزاج مقدس کی بات چیت
 میں کیا کروں نہیں یہ مرے بیس کی بات چیت
 دیکھتے تاشے یعنے جو ملکت وجود کے
 پڑھتا ہوں ایک بطلی و قطع میں حسب حال
 اکدن وہ تھا کہ ٹوٹے نتھے دانت دودھ کے
 پھر یہ ہوا گزر نے لگے کھیل کو دکے
 باقی نہیں حواس ہیں گفت دشمنوں کے

نظر کر باز رکھ اعمال بدے خطا بخشنا کرم گھارا۔ الہا
 صرف العین لھو و لعب فا۔ ها۔ ثم ا۔ ها۔ ثم ا۔ ها
 خطا جسے چاہو کھو تم لیکن اتنا ہندے پر کرم کر جائے گا
 دو جو القاب لکھا ہے مجھ کو دہ سیکو نہ دستم کجھے گا
 اسماں کوں کیسا وہ گھبراے ہیں بیٹھے نیجے یعنی شب گھر میں جوانکے کوئی نکرہ ہے جیسے کہ
 اسی کے جانکے یہی اکل کوئی اس باد شتاب، دیکھو کتنے پس دیوار ہے تھیر پھینکنا
 پکھے نہ پوچھو دل بتایا کام ستر احوال میں نے پہلو نے مکال اسکو جو یا ہر پھینکا
 پاؤں پر اُس بہت سفاک کے وہ یوں تراپا کر کے جوں ذمہ کسی نے ہو کبھو تر پھینکنا
 اے حضرت مل جا گر زلطف کے کوچے میں تو مجھ کو بھی ساتھا پئے دنیا سے نہ کھو جانا
 اُس شوخ پریرو کی تم دیکھتے ہی صوت سودائی نہ بخانا۔ دیوانہ نہو جانا
 نے طفر اکیہ تو فن سخن میں اُستاد، کیوں نہ قائل ہوں ترسے ناسخ آتش دنوں
 بلکہ گر بوتے نہ توڑی دنطیرتی بھی آج کرنے ہر شعر کو سکندرے عش عش دنوں
 یہ اگر تصحیح ہے کہ ہوتی دل کو دلے راہ ہے کیوں نہیں ہوتا پھر الفت کا اثر دلوں طرف
 چاہئے ناشر ہوئے اے طفر دلوں طرف ہم جو ہوں یا ضطرب وہ بھی ہاں بتایا ہوں

کلیات شہر

بادشاہ کے پانچ دیوان تھے لیکن دفتر پنجم آشوب غدر میں خالی ہو گیا اور اب
رائجِ الوفت کلیات میں صرف چار دیوان ہیں۔

پہلا دیوان زمانہِ ولی عہدی کی تصنیف ہے۔ اسکا بیشتر حصہ ۱۷۲۳ء سے
میں شیخ ابراہیم ذوق کی شاگردی شروع ہونے سے پہلے مرتب ہو چکا تھا مگر لفکرات
اور تہذیب تھی کی بدلت مدت تک خالی نہ ہو سکا۔ ستمہ جلوس یمنت ماؤں ۱۷۲۴ء میں
پہلی مرتبہ مطبع سلطانی واقع قلمب مغلی میں چھپا۔

اس دوہرہ زیب ایڈیشن کا ایک نسخہ کتب خانہ سرکاری ریاست رام پور میں موجود ہے
اور اسکے سر درج پر مندرجہ ذیل عبارت نوابِ کلب علیخان مر جوم کے دستِ خاص کی کھنڑی پری کا
نسخہ پڑا تباہ کیجئے جب ۱۷۲۵ء میں از جاۓ بطریقِ حفظِ زدِ عاصی محمد کلب علی آمد۔
ہرگز رفت برہ من سر دے بالا تراز دیکھا ایں نسخہ بھاریں یافتہ۔

نوابِ خلد آشیان اُسوقت ولی عہد تھے۔ بادشاہ کا دیوان پاکر اپنی سرت و شادمانی کا
الممار جن مختصر اور مینی خیز الفاظ میں کیا ہے اُن سے ظفر کی عزت و تقدیر میں افزایش
نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ خود نواب کا نسبت کی سخن فرمی۔ نکتہ سمجھی اور قدر شناسی کی دلیل روشنیں ہیں۔

جذواں اللہ خیر الجزا۔

اس دیوان میں علاوہ غزلیات اور نظمات کے ۹ مختس۔ ۶ مسدس اور ۴ مثکل شاعر
ہیں۔ فی الواقع تکفیر کا بہترین کلام اسی دیوان میں ہے۔ بادشاہ کا دوسرا دیوان ^{۱۲۷۶ھ}
دستور طبع سلطانی سے شائع ہوا۔ اس میں علاوہ غزلیات کے ایک سلام۔ ایک
درشیہ اور بچہ مختس ہیں۔

غدر کے بعد اس دیوان ثانی کی ایک کاپی لکھنؤ پہنچی اور شیخ قادر بخش ملک مطبع
”اووہ گزٹ مکله حسین گنج در کوٹھی علام حسین“ نے ^{۱۲۷۶ھ} مطابق ^{۱۸۲۶ء} اس شائع کیا
دیوان اول کا کوئی مکمل شیخ قادر بخش کو مستیاب نہ ہوا کا چند غزلیں اس دیوان کی میر آئی
تھیں لہذا ”انتساب دیوان اول“ کے نام سے اس دیوان کیسا تھا بطور ضمیمہ کے چھپائی گئیں
مالک مطبع نے خاتمہ پر کچھ ابھے کہ

”بصدق وقت صرف ایک شیخ مطبودہ دہلی برائے کتابت ہاتھا یا، وقت مطابع
خطا پایا۔ شاًقین کا شوق بدرجہ کمال دیکھا۔ دوسرا شیخ سردست ممکن ہونا عالی دیکھانا چار
مطابق شیخ نذکور کے پھیپھا یا“

دیوان سوم اور دیوان چہارم بھی غدر سے پہلے مطبع سلطانی سے شائع ہوئے تھے
ان میں بھی علاوہ غزلیات اور نظمات کے سلام اور مختسات ہیں۔ دیوان چہارم میں چند ربانیات
بھی ہیں۔ ایک رباعی شمعی۔

کامنے دن ہیں جم ہم باعثِ غم گرن گن کے شب بھی کرتے ہیں سب تاروں کو تم گرن گن کے
ہم تکفیر سائے رکھتے ہیں قدم گرن گن کے
لئے جانش کی نہیں اپنے پکڑتی ہے پاؤں،
سب سے پہلے مطبع صلطانی دہلی کو پیشہ حاصل ہوا کہ اُنے بادشاہ کے چاروں دیوان

^{۱۲۷۶ھ} مطابق ^{۱۸۲۶ء} میں کیا شائع کئے۔ اور اہل ملک کی قدر دنی سے چند روز میں

ذوقت ہو گئے۔ فرشی نوکشور لکھنؤی نے ۱۲۷۰ھ میں اسی بھروسہ کی فرشی امیر احمد بیگم سے تصمیع کرائی اور اپنے مشہور مطبع سخنسرایہ میں کلیات مرد جب کا پہلا اطبیش شائع کیا۔

کلام ظفر کی شہرت نامہ ہندستان میں پہلی بھی تھی۔ چند روز میں کل کا پیاں بکھیں اور بازار سے ہل میں مزیداً کی صدائیں لگی۔ کلیات دوبارہ چھپا۔ سه بارہ چھپا۔ اور ۱۲۷۱ھ میں پانچ بار مطبع ہوا۔ افسوس ہے کہ ہر ایڈیشن میں غلطیوں کی تعداد بڑھتی تھی۔ اور اب مرد جب دیوان کا کوئی ورق انглаط سے خالی نہیں ہے۔ خدا کسی عالی ہست کر توفیق نہ کرو اور اس کلیات کو دو اور مطبوعہ قلم معلیٰ سے مقابلہ کر کے شائع کرو۔ اور کلام ظفر کو دوبارہ نہ لگی نسبت پر

دیگر مالیفات ظہر

باشا نے زمانہ کوی عہدی میں ایک کتاب "الففت اورہ صطلاح دکن" کی تین جلدیں 1272ھ میں تام کی تھی۔ شرح گلستان سعدی کے وہ بارچے میں ظفر نے اسنادیں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسکا نام "تألیفات ابو ظفری" تھا۔ افسوس ہے کہ زمانہ کے انقلاب یہ کنج شایگان بر باد ہو گیا اور آج اس عالمانہ تالیف کا کہیں نشان نہیں ملتا۔ شرح گلستان ۱۲۹۹ھ (۱۸۷۸ء جلوس) میں مطبع سلطانی سے شائع ہوئی تھی مگر ہر روز نایاب نہیں ہے یہ عجیب غریب کتاب علم تصوف میں ہے۔ شیخ سعدی کی عبارات اور گلستان کی حکایات سے ملے وحدت الوجود کو ثابت کرنے کی سی بُنیگی ہے جسمن کلام میں دوسرے فقرہ اور بزرگ نہ کیے حالات بھی درج کئے ہیں۔ اسکا ایکی نام "خیابان تصوف" ہے۔ نام کی شان نزول یونیورسٹیز فراہم ہیں۔

"بعد از تنظیم ایس سلاک لاکی اب از فرجح کناں از مقام موئی محل داخل محل معلیٰ گردیدم و
قططرہ باریخ اتام کتا پ کہ ہم نام از طرفی تحریر بھیوں می انجامد بدینکو نہ از عجیب عدم سر بر آورو۔"

بتوثت دلی عدکش اکبر شانی ایں شرح گلستان پئے تبیان تصور
چوں کرد قلم لفظ "بجز" دو رہا کرد تاریخ مع نام خیابان تصوف

۱۲ ۱۳۰ = ۱۲۲۸

۱۲

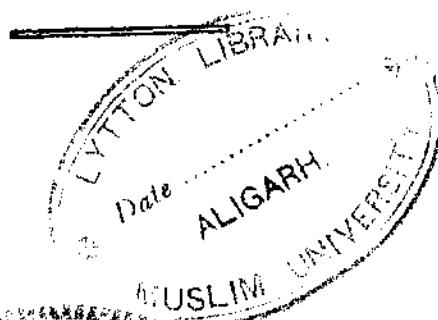
شرح کے فاتحہ پر اسی ول پسند عبارت لکھی ہے کہ ہم اسی پر اپنی کتاب نہ کرتے

ہیں:-

"ایں گلستان عرفان اعنى شرح گلستان پنجم عنایت خلینہ خیابان جہاں طالب
شرب ارباب وحدۃ الوجود بوجود سید و پطف پاک مالک بتدا و اختتام باختتم انجامید
ریاضی

ایں شرح ز طبع ناقص کامل شد ختمش بحسب مذکورے دل شد
صد سکر کن اے ظفر کر افضل خدا بر خاتم بالخیر ظفر حاصل شد
اکسی یہ مقبولان تو خید بیان ایں سوا درا مقبول مقبول مقبول خود گردان و یہ محبوبیان
و حدوت نشان ایں مصنف را مقام محبوب محبوبیان خویش برسائی۔

و اخر دعویٰ ناذان الحمد لله رب العالمین



عاصمہ

دیا۔ فلمبوہ مددکاری پورہ

دیگر تسانیف بیان فتنی امیر احمد صاحبی

اللہ دینا بھری۔ اکثریت یہم یا غرگردہ کے اعتراضات کا لذتیں جو اس

لذتیں نہیں۔ عالمان و مکار کے اور الغیر مقصود اعلیٰ سکنے کے لذتیں

عراپ پر شان۔ اپنی شہر و دارمہ مدنظر افسوس دویں کا ترجیح۔ .. ۷۸

سفر ساخت۔ دفعہ ایک سفر حجاز یا تبر ۱۹۲۹ء .. ۷۹

طوفانیں۔ آسیں کے سونے کا ستر و میڈیا اور اپنے میاذن .. ۷۹

کوئی بڑہ سند و مثال کے نام درجی پیشوا اس ابادی کے حالات اور اُنکی تبلیغات .. ۷۹

یادگار ایس۔ پیر نیس کے حالات اور کلام پر تبصرہ .. ۷۹

..... ۷۹

ملنے کا پتھر

(۱) محمد فکی احمد خلوی۔ امیر شغل الامری۔ نصر ارغیانی۔ مفتون بکر

(۲) الاناظر بک ایکنی۔ کھنجر

(۳) انوار بک قیلم۔ ایمن آباد پارک۔ کھنجر۔

scribb

1915dP12

(S-198)

DUE DATE

Hill	Nov 13-3-2000		

RRP P.

